جاہلی عرب شعرا
افتخار احمد افتخار
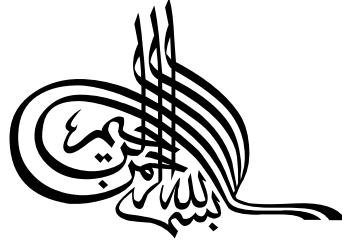
جاهلی عرب شعرا

تاریخ كا ایك ضخیم باب جو همارے هاں نظر انداز كیا گیا؟؟؟

انتساب

تاریخ و ادب کے رسیا لوگوں کے نام

افتخار احمد افتخار

CELL ; 03006281898 e:mail: ift1167@gmail.com

حرفِ اول

مجھے یہ کتاب لکھنے کا خیال تب آیا جب میں نے یہ دیکھا کہ آج کا نوجوان لب وگل و عارض کے تذکرے کو ہی شاعری سمجھتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ شاعر چاہے کسی خطے اور کسی عہد کا بھی ہو اُس کی شاعری میں وجودِزن کا تذکرہ موجود رہے گا۔ تاہم عرب کے جاہلی معاشرے کا مطالعہ کریں تو احساس ہوتا ہے کہ انھیں لب و عارض وگل کی نسبت اپنے گھوڑے کی شان اور اپنی تلوار کی دھار بیان کرنا زیادہ پسند تھا۔ عربوں نے اردو شاعروں کی طرح خود کو ایک موضوع تک محدود نہ کیا، کیونکہ خود اُن کی زندگی وسیع اور سلگتے صحراؤں میں سفر کرتے ہوئے گزرتی اس لیے وہ ہر نخلستان کو اپنے تخیل کے مطابق بیان کرتے۔ ہر ویرانے کو اپنے لفظوں میں رنگ دیتے اور غارت گری کے ہر واقعہ کو وہ اپنی شجاعت کے ضمن میں اس طرح پیش کرتے کہ اُن کی فصاحت پر حیرت ہوتی۔ اُن کی زندگیوں میں جو سادگی تھی قناعت اور بے نیازی تھی اُن کے بیان میں اس کا عکس کا جھانکتا ہے اور انھوں نے اپنے بیان کو اس طرح پیش کیا کہ وہ تاریخ کی راہداریوں میں سفر کرتا ہوا ہزاروں برس کی مسافت طے کر گیا۔ عرب جنگ وجدل کے شوقین تھے خون بہانا اُن کا مشغلہ تھا اس لیے موت اُن کے لئے کوئی اجنبی چیز نہ تھی جس نے اُن کو اپنی ماعصر قوموں میں ممتاز کر دیا۔ اگرچہ وہ ایک منتشر معاشرہ تھا جس کی وجہ سے اُن کے اوصاف اعلٰی ایک بے مقصدگی کا شکار تھے۔ بعد کے زمانوں نے دیکھا کہ جب اللہ کے رسول محمد ﷺ نے انھیں ایک وحدت میں پرو دیا اور ان کو مقصدِ زیست بھی عطا کر دیا تو وہ ایسی برق بن کے ظاہر ہوئے کہ انھوں نے جس خرمن کا بھی رُخ کیا اُسے جلا کے رکھ دیا۔ عہد اسلام سے قبل عربوں کے ہاں چونکہ لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا اس لیے جاہلی عہد کے شعرا کا بسیط کلام خود اُن کے سینوں میں دفن رہا اور صحیفوں تک منتقل نہ ہوا۔ تو جب تک وہ سینے سانس لیتے رہے اُن کا کلام اگلی نسلوں کو منتقل ہوتا رہا۔ تاہم بغیر کسی تردد کے کہا جا سکتا ہے کہ جاہلی عرب شعرا کا جو کلام بعد کے زمانوں تک پہنچا وہ اس بحرِ بے کراں کا عشرِ عشیر بھی نہ تھا جو انھوں نے کہا۔ قلم و قرطاس سے ایک فاصلے پر رہنے کے باعث اُن کا اُن بہت سا کلام اُن سینوں کے ساتھ ہی زمین میں دفن ہوتا رہا جن میں وہ موجود تھا۔ پھر جب اللہ نے اُن کی ہدایت کا فیصلہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے باعث اُن کی گلیوں اُن کے صحراؤں اور اُن کے نخلستانوں میں علم کے سمندر بہنے لگے اور وہ اللہ کے کلام کو محفوظ کرنے کے لیے قلم و قرطاس کی طرف بھی متوجہ ہو گئے تب کچھ لوگوں نے اپنے عہدِ قدیم کو بھی محفوظ کرنا باعثِ فخر جانا تو اس سلسلے میں جہاں اُن کی باہمی جنگوں کے تذکرے محفوظ ہوئے

اُن کے شب وروز کے مشاغل سے آگاہی حاصل ہوئی وہیں جاہلی عرب شعرا کا بہت سا کلام بھی سپردقلم ہو گیا ان صفحات میں اسی کلام کا کچھ تذکرہ ہے۔جس میں ہمیں جاہلی عرب معاشرے کی ایک واضح تصویر نظر آتی ہے۔یہ تذکرہ اس قدر بسیط ہے کہ اس بحرِ بےکراں میں اترنا آسان مگر ابھرنا مشکل ہے اس لیے اس حقیر سی کوشش کو قبول فرمائیں۔

افتخار احمد افتخار

حسن ترتیب

فن کتابت کی ابتدا

حرف ولفظ کی ابتداء پہ چند تاریخی شواہد کا مطالعہ!

انسان حیوان ناطق ہے، وہ اظہار پہ قادر ہے۔ اگر اُسے اظہار سے روک دیا جائے تو وہ عجیب قسم کی بے چینی محسوس کرتا ہے۔ قدیم زمانوں سے ہی شعر انسان کے جذبات واحساسات کے اظہار کا ایک ذریعہ رہا ہے۔ مدون انسانی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اہل چین نے پڑھنا لکھنا سیکھا، انھوں نے ہی سب سے پہلے شعر کہے اور انھوں نے ہی سب سے پہلے دنیا کو علم تاریخ سے روشناس کرایا۔ دنیا کی دیگر اقوام کی تواریخ میں اس بات کا ثبوت کم ہی ملتا ہے کہ وہ اپنے خیالات وجذبات کے لیے قلم وقرطاس کا سہارا لیتی ہوں۔ قوم بنی اسرائیل کی تاریخ سے البتہ اس بات کے کچھ شواہد ملتے ہیں کہ اُن کے کچھ ربی اور دینی راہنما اپنی کتابوں کو پڑھ سکتے تھے مگر اُن کے بارے میں بھی یہ بات پورے وثوق سے نہیں کہی جاسکتی کہ وہ کس حد تک پڑھنے لکھنے میں مہارت رکھتے تھے یا وہ صرف پڑھنا ہی جانتے تھے اور لکھنے سے نابلد تھے۔ اس بارے میں یہ بات تقریباً یقینی ہے کہ بہر حال ان اقوام میں کچھ لوگ ایسے ضرور تھے جو پڑھنا اور لکھنا جانتے تھے۔ قرآن حکیم سے بھی اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو خط لکھا۔ اگرچہ تہذیبی شعور کے ارتقاء کے بعد جب انسانی تمدن کی بنیاد پڑی اور اُس نے مل کر رہنا سیکھ لیا تب سے ہی اُس نے پڑھنے لکھنے کی کوشش کا آغاز کر

دیا تھا مگر صدیوں وہ اس پر قدرت حاصل نہ کر سکا۔ سمیری وبابلی عہد کے جو کتبات دریافت ہوئے ہیں اوران میں جو علامتی زبان استعمال ہوئی ہے اسی کو انسان کی قدیم ترین کتابت بیان کیا جاتا ہے۔ بعد کے زمانوں میں انسان نے اس زبان کو سمجھنے کی کوشش کی اور آج کی جدید دنیا میں ان زبانوں کی توضیح کرنے والے کئی ماہرین کا نشان ملتا ہے جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ان علامتوں کو سمجھتے ہیں اوران کے مفاہیم اجاگر کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ چونکہ یہاں اس کتاب میں ہمارا موضوع اہل عرب کے جاہلی ادب سے بحث کرنا ہے اس لیے ہم خود کو اُن اہل عرب کی طرف متوجہ کرتے ہیں جنھوں نے اول اول لکھنا پڑھنا سیکھا اوراپنے اس فن کو دوسرے لوگوں تک منتقل کیا۔ چنانچہ صاحب "**قاموس**" نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے عربوں کے جو لوگ قلم وقرطاس کی طرف متوجہ ہوئے وہ بنوحمیر سے تھے اوراُن کا تعلق قبیلہ بنوطے تھا۔ علامہ محمود شکری آلوسی نے "**بلوغ الارب**" میں لکھا ہے کہ بنوطے سے مرارہ بن مرہ، اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ تھے جنھوں نے اُس شخص سے پڑھنا لکھنا سیکھا جو حضرت ہود علیہ السلام پر اترنے والی وحی تحریر کیا کرتا تھا۔ عرب کے ان لوگوں نے اپنے اس فن کو جب دیگر متعدد لوگوں تک منتقل کر دیا تو انھوں نے اسے خط جزم کا نام دیا۔ اپنے اس استدلال کو مستحکم کرتے ہوئے علامہ محمود شکری آلوسی نے ابن لبید کے کچھ اشعار بھی تحریر کیے ہیں جنھیں ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔

وَجَلَا السُّیُوْلُ عَنِ الطُّلُوْلِ کَاَنَّھَا
زُبُرٌ تُجِدُّ مُتُوْنَھَا اَقْلَا مُھَا

طغیانیوں نے کھنڈرات کو ظاہر کر دیا ہے اوراب وہ ان کتابوں کی طرح دکھائی دیتے ہیں جن کے متون کی قلموں نے تجدید کر دی ہو۔

وَلَا تَجْحَدُوْا نَعمَاءَ بَشرٍ عَلَیْکُمْ
فَقَدْ کَانَ مَیْمُوْنَ النَّقِیْبَۃِ اَزْھَرَا

تم بشر کے احسان کا انکار نہ کرو کیونکہ وہ مبارک نفس والا اور روشن چہرے والا انسان تھا۔

أَتَاكُمْ بِخَطِ الْجَزْمِ حَتّٰى حَفِظْتُمْ
مِنَ الْمَالِ مَا قَدْ كَانَ شَتّٰى مُبَعْثَرَا
وہ تمھارے پاس خط جزم لے کر آیا یہاں تک کہ تم نے تمام منتشر مال کو محفوظ کرلیا۔

وَ اَتْقَنْتُمْ مَا كَانَ بِالْمَالِ مُهْمَلاً
وَ طَأْ مَنْتُمُوْا مَاكَانَ مِنْهُ مُنَفَّرَا
اور تم نے مال کے ذریعے اس کام کو جسے تم نے چھوڑ رکھا تھا مضبوط کرلیا اور اس میں سے جو کچھ بدکا ہوا تھا تم نے اسے ساکن کردیا۔

وَ اَجْرَيْتُمُ الْاَ قْلَامَ عَوْدًا وَ بَدْأَةً
وَضَاهَيْتُمْ كُتَّابَ كِسْرٰى وَ قَيْصَرَا
اور تم نے شروع کرتے ہوئے اور لوٹتے ہوئے قلموں کو چلایا اور تم کسریٰ و قیصر کے کاتبوں کی طرح ہو گئے۔

وَاَغْنَيْتُمُوْا عَنْ مُسْنَدِ الْحَيِّ حِمْيَرَا
وَمَا زَبَرَتْ فِى الصُّحُفِ اَقْلَامُ حِمْيَرَا
اور تم نے حمیر کو قبیلے کے خط مسند سے مستغنی کردیا اور ان چیزوں سے بھی مستغنی کردیا جو حمیر کے قلموں نے صحیفوں میں لکھی تھیں۔[1]

قبیلہ بنی طے کے ان لوگوں سے خط جزم دوسرے لوگوں تک منتقل ہوا۔ پہلے پہل انبار کے باشندوں نے اپنی دلچسپی کا اظہار کیا اس لیے کہ وہ تاجر پیشہ تھے اور جانتے تھے کہ اگر وہ لکھنے پڑھنے میں مہارت حاصل کر لیں گے تو ان کی تجارت پہلے سے بڑھ جائے گی اور وہ احسن طریقے سے اپنے مقاصد کو حاصل کر سکیں گے۔ چنانچہ اہل ابنار کے متعدد باشندوں نے بنی طے کے لوگوں سے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ پھر انھی لوگوں نے اپنے اس فن کو اہل عراق تک منتقل کیا جس کے بعد یہ خط جزم سفر کرتا ہوا عرب کے شہروں تک پہنچا۔ بتایا گیا ہے کہ عربوں میں سب سے پہلے دومۃ الجندل کے حاکم اُکیدر بن عبدالملک نے خط جزم میں مہارت حاصل کی اور اس طرح اہل عرب میں پڑھنے لکھنے کا رواج شروع ہوا۔ دومۃ الجندل کے حاکم اُکیدر بن عبدالملک نے یہ فن اپنے چھوٹے بھائی بشر بن عبدالملک تک منتقل کیا جس نے پوری محنت سے یہ فن سیکھا اسی سے یہ فن اہل مکہ تک منتقل ہوا۔ بشر بن عبدالملک مکہ کے سرداروں میں سے حرب بن امیہ کا گہرا دوست تھا اور حرب بن امیہ جب بھی اپنے تجارتی قافلے کے ساتھ عراق جاتا تو بشر بن عبدالملک کے ہاں ہی ٹھہرتا۔ پھر حرب بن امیہ کی دعوت پر بشر بن عبدالملک اپنی ریاست چھوڑ کر مکہ منتقل ہو گیا اور مکہ میں ہی سکونت اختیار کر لی۔ اُس نے اپنے دوست حرب بن امیہ کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن صہبا سے شادی کر لی۔ حرب نے بشر سے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ چنانچہ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ مکہ کے متعدد لوگوں نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا اور خط جزم میں مہارت اختیار کر لی جو بعد کے زمانوں میں کچھ بنیادی اور جزوی تبدیلیوں کے ساتھ خط کوفی میں بدل گیا۔ جو قرآن ہم تک پہنچا ہے اسے خط کوفی میں ہی درج کیا گیا ہے۔

امام صولی نے "**ادب الکتاب**" میں اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ عربی رسم الخط کو خط جزم کیوں کر کہا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ اُس وقت شہر کوفہ وجود میں ہی نہیں آیا تھا اس لیے عربی رسم الخط کو خط جزم ہی کہا جاتا تھا۔ ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ خط خط مسند حمیری کے بطن سے وجود میں آیا تھا اس لیے اس کو خط جزم کہا گیا۔ ازاں بعد انھوں نے ان اقوال کا خلاصہ نقل کر دیا ہے جو ان کے نزدیک تحقیق شدہ ہیں۔ اس ضمن میں امام سیوطی کی کتاب "**المعز**" بھی قابل قدر ہے اور اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کی کتاب "**تاریخ ابن خلدون**" کے مشہور زمانہ مقدمے میں بھی اس ضمن میں کافی عمدہ بحث کی ہے جس سے ایک اقتباس ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:

> "عربوں میں کتابت نہایت نایاب چیز تھی اور یہ کہ بیشتر عرب اُمی ہی تھے بالخصوص بادیہ نشین عرب۔ اور ان میں بھی جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے اُن کا خط ناقص تھا اور پڑھنے میں بھی اُن کو مہارت حاصل نہ تھی۔ کیونکہ فن کتابت اُن فنون میں سے ہے جو آبادانی کے تابع ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خط عربی عہد تبابعہ میں مضبوطی، پختگی اور عمدگی میں پوری حد تک راسخ ہو چکا تھا اور اس وجہ سے ہی وہ تمدن اور فارغ البالی میں درجہ کمال کو پہنچ گئے تھے۔ عربوں کے ہاں اسی خط کو خط حمیری کہا جاتا تھا۔ ان سے منتقل ہو کر فن کتابت اہل حیرہ تک پہنچا۔ کیونکہ وہاں خاندانی عصبیت میں تبابعہ کے رشتہ داروں یعنی خاندان منذر کی

حکومت تھی اور آل منذر ہی عراق میں عربی حکومت کی تجدید کرنے والے تھے۔ تاہم آل منذر کا خط اس قدر عمدہ نہ تھا جس قدر تبابعہ کا تھا کیونکہ دونوں حکومتوں میں تفاوت پایا جاتا تھا اور وہاں کا تمدن اور صنائع وغیرہ جو شہری تمدن کے تابع ہوتے ہیں اس حد تک پہنچنے سے قاصر تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ اہل طائف نے بھی یہ علم حیرہ ہی کے لوگوں سے حاصل کیا تھا جو بعد ازاں شہر مکہ کے سب سے مقبول قبیلے قریش تک پہنچا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شخص نے اہل حیرہ سے پڑھنا لکھنا سیکھا وہ سفیان بن امیہ یا حرب بن امیہ تھا جس نے کتابت کا یہ فن بنو طے کے ایک شخص اسلم بن سدرہ سے سیکھا تھا۔ یہ ایک ممکن قول ہے اور ان لوگوں کے خیال سے زیادہ قریب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے عراق کے باشندوں میں سے ایاد نامی شخص سے یہ فن سیکھا تھا۔ تاہم میرے خیال میں یہ قول بعید از قیاس ہے کیونکہ قوم ایاد اگرچہ عراق کیمیدانوں میں ہی جا کر اتری تھے مگر پھر بھی وہ اپنی بدویت پر قائم رہے تھے حالانکہ پڑھنا لکھنا تو شہریوں کی صنعت ہے۔ امیہ ابن الصلت نے کہا ہے کہ شہری علاقوں اور شہری ماحول سے قریب ہونے کی وجہ سے بنو ایاد دیگر عرب قبائل کی نسبت قلم و قرطاس سے زیادہ نزدیک تھے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اہل حجاز نے اس فن کو اہل حیرہ سے لیا ہے اور حیرہ کے باشندوں نے یہ فن تبابعہ اور بنو حمیر سے لیا ہے یہی قول دیگر سب اقوال سے زیادہ اقرب اور مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حمیر کی لکھائی کو مسند کہا جاتا ہے اور ان کے حروف باہم ملے ہوئے تھے۔ وہ دوسرے لوگوں کو یہ فن منتقل کرنے سے بھی گریزاں تھے۔ بنو مضر نے عربی لکھنا بنو حمیر سے ہی سیکھا مگر وہ اس کو اچھی طرح لکھنا نہ جانتے تھے کیونکہ جو صنعت بدویوں میں چلی جاتی ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے اور اس صنعت کے طریقے مضبوط نہیں ہو پاتے اور نہ ہی اس میں پختگی اور خوبصورتی پائی جاتی ہے اس لیے کہ صحرا نشینی اور صنعت میں بہت بعد پایا جاتا ہے اور بدوی بالعموم اس سے مستغنی ہوتے ہیں۔

عربوں کی کتابت بھی بدوی طرز کی تھی، ظاہر ہے کہ مضر بادیہ نشینی میں زیادہ راسخ ہو چکے تھے اور اہل یمن، اہل عراق اور اہل شام و مصر کے مقابلے میں شہریت سے زیادہ دور تھے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ ابتدائے اسلام تک عربی خط غایت درجے کی مضبوطی پختگی اور عمدگی تک پہنچنا تو در کنار متوسط درجے تک بھی نہ پہنچ سکا تھا اس لیے کہ تب بیشتر عرب قبائل بادیہ نشین تھے اور صنائع سے دور تھے۔ مزید براں لکھنا ان عربوں کے حق میں کوئی کمال کی بات نہ تھی کہ لکھائی تو منجملہ شہری اور معاشی صنعتوں سے ہے اور صنعت میں کمال ایک اضافی امر ہے، کمال مطلق نہیں۔ کیونکہ اس کا نقص دین یا اخلاق کے ضمن میں کسی انسان کے لیے نقص کا باعث نہیں بنتا بلکہ اس کا اثر صرف اسباب معاش پر پڑتا ہے۔ مافی الضمیر پر دلالت کرنے کی وجہ سے اس کا اثر آبادی اور آبادی پر تعاون کے مطابق ہوتا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ امّی تھے مگر یہ بات

آپ ﷺ کے حق میں کمال سمجھی جاتی تھی اور آپ ﷺ کے رتبے کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کی شرافت کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ آپ ﷺ اُن علمی صنعتوں سے پاک تھے جو معاش اور آبادی کے عام اسباب ہیں۔ یہ آپ ﷺ کے لیے تو کمال کی بات ہے کہ آپ ﷺ اُمّی ہیں مگر اُمّی ہونا ہمارے لیے کمال کی بات نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ تو دنیا سے تعلقات منقطع کر کے خاص اللہ ہی کے لیے ہو لیے تھے اور ہم دیگر تمام صنعتوں کی طرح یہاں تک کہ علوم اصلاحیہ میں بھی ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کمال اسی بات میں تھا کہ آپ ﷺ اُن تمام امور سے منزہ ہوں جن کا حصول دوسرے انسانوں کے لیے ضروری ہے۔[*2]

عربوں میں کتابت کی موجودگی کے دلائل میں سے ایک دلیل وہ الفاظ بھی ہیں جو انھوں نے اپنی لغات میں استعمال کئے ہیں اور جن کا تعلق پڑھنے لکھنے سے ہے کہ اگر وہ کتابت نہ جانتے تو ان کی لغات میں یہ الفاظ بھی نہ ہوتے۔ یہ اگرچہ ایک طویل سلسلہ ہے مگر ہم اختصار کے ساتھ کچھ چیزیں یہاں بیان کر دیتے ہیں۔

جیسے کہ ایک لفظ ہے؛

دواۃ؛

وہ برتن جس میں سیاہی ڈالی جاتی ہے۔

ملیق؛

اُس صوف یا کپڑے یا روئی کو کہتے ہیں جو دوات میں ڈالی جاتی ہے۔

مداد؛

اگرچہ مداد روشنائی کو کہتے ہیں مگر اس کو مداد اس لیے کہتے ہیں کہ یہ کاتب کی مدد کرتی ہے اور مداد الدواۃ اُس وقت کہتے ہیں جب اس میں پانی ڈال دیا جاتا ہے۔

انبوۃ؛

لکڑی یا کانے کو کہتے ہیں جب کہ ابھی وہ تراشا نہ گیا ہو جب اس کو تراش دیا جائے پھر اس کو قلم کہا جائے گا۔

کتابۃ؛

لکھنے والے کو کاتب کہتے ہیں اور جب کوئی اس کو پیشے کے طور پہ اپنا لے تو عرب اُس کو کتابۃ کہتے۔

صحف؛

جب چمڑے کے بنے ہوئے کئی اوراق پر لکھ کر اسے اکٹھا کر دیا جائے تو اسے صحف کہا جائے گا۔

مجلۃ؛

اس صحیفے کو کہا جاتا ہے جس میں حکمت ودانش کی باتیں لکھی جاتی ہیں۔ جیسا کہ عربوں کے مشہور شاعر نابغہ نے کہا کہ:[3]

مَجَلَّتُهُمْ ذَاتُ الإِلٰهِ وَدِيْنُهُمْ
قَوِيمٌ بِهِ يَرْجُوْنَ خَيْرَ الْعَوَاقِبِ

اُن کا وہ صحیفہ جس میں اُن کے احکام ہیں سب کے سب اطاعت الٰہی پر مبنی ہیں اور ان کا دین راست ہے جس کی بدولت انھیں بہتر انجام کی امید ہے۔

جیسا کہ اوپر ہم نے بیان کیا ہے کہ یہ ایک طویل بیان ہے جس سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم بیان کرنا چاہتے ہیں کہ عربوں کے نزدیک بہترین کلام وہ ہے جو مختصر الفاظ اور مختصر تحریر میں اپنے مقصد کو پوری طرح ادا کر دے۔ اُن کے ہاں بلاغت کا دارومدار اسی پر تھا۔ باہمی خط وخطابت قوموں کی ناگزیر ضروریات میں سے ہے۔ تمام عربوں میں کتابت مروج نہ تھی اس لیے کہ عرب اکثر بیشتر شہری صنعتوں سے دور بیچ صحرا میں بدویت سے قریب تر تھے اس لیے اُن کے ہاں مراسلت کے لیے تحریر کا اسلوب کم ہی اختیار کیا جاتا۔ عرب اپنے قاصد کو بھیج کر خط وکتابت سے مستغنیٰ ہو جاتے تھے کیونکہ انھیں اپنے قاصد کی بلاغت پہ بھر پورا اعتبار ہوتا تھا اور وہ جانتے تھے کہ وہ ان کے مقاصد کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کی قدرت رکھتا ہے یہاں تک اگر وہ کسی پیغام کو دوسروں سے مخفی رکھنا چاہتے تو وہ اپنے پیغام کو معمے کی صورت بنا دیتے جسے دوسرا سمجھ لیتا۔ بعض اوقات اہل عرب شعر لکھتے جس سے ان کا مقصد ادا ہو جاتا کیونکہ اس زمانے میں شعر ہی عربوں کا دیوان تھا اور انھوں نے اپنے اشعار کا اس قدر ذخیرہ ضرور چھوڑا ہے جسے تھوڑا خیال نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ "**مروج الذهب**" میں سابور ذوالاکتاف اور عراق پر عربوں کے غلبے کے تذکرے کے ضمن میں مرقوم ہے کہ جو لوگ عراق پر غلبہ پا چکے تھے ان میں ایاد بن نزار کی اولاد کا قبیلہ متحد اور طاقتور قبیلہ تھا اور انھیں علاقے پر چھا جانے کی وجہ سے طبق کہا جاتا تھا۔ اِن دِنوں اُن کا بادشاہ الحرث بن الاغر الایادی تھا۔ شاہ ایران شاہ پور کی عمر سولہ سال کی ہوئی تو اس نے اپنے بہادر شہ سواروں کو ان کی طرف روانہ کیا مگر قبیلہ ایاد اس سے بے خبر تھا۔ ادھر شاہ پور کے قید خانے میں بنو ایاد کا ایک شخص قید تھا جس کا نام لقیط تھا۔ اس نے اپنی قوم کو متنبّہ کرنے کے لیے کچھ اشعار لکھ کر بھیجے تا کہ اس کا قبیلہ حملہ آوروں سے ہوشیار ہو جائے۔ اور وہ اشعار یہ ہیں:

سَلَامٌ فِی الصَّحِیْفَۃِ مِنْ لَّقِیطٍ
عَلٰی مَنْ فِی الْجَزِیْرَۃِ مِنْ اِیَادٍ

لقیط کی طرف سے اس صحیفے میں قبیلہ ایاد کے ان لوگوں پہ سلام ہو جو دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقوں میں آباد ہیں۔"

بِاَنَّ اللَّیْثَ یَاتِیْکُمْ دِلَاقًا
فَلَا یَحْسِبْکُمْ شَوْكُ الْقَتَادِ

کہ شیر تمھارے پاس تیزی سے پہنچنے والا ہے لہٰذا تمہیں اس کو روکنے کے لیے قتادہ جھاڑی کے کانٹوں کو کافی نہ سمجھنا چاہیے۔"

اَتَاکُمْ مِنْھُمْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا
یَجُرُّوْنَ الْکَتَائِبَ کَالْجَرَادِ

تمہارے پاس ان میں سے ستر ہزار فوجی پہنچنے والے ہیں جو مکڑی کی طرح پاؤں گھسیٹتے ہوں گے۔"

عَلٰی خَیْلٍ سَتَاتِیْکُمْ فَھٰذَا
اَوَانُ ھَلَاکِکُمْ کَھَلَاكِ عَادِ

اور عنقریب جب یہ سوار تم تک پہنچے گے تو قوم عاد کی طرح یہ تم پہ ہلاکت کا وقت ہوگا۔"

مگر بنوایاد نے اپنے اس آدمی کے پیغام کو سمجھنے کے باوجود کوتاہی اور لاپرواہی کا رویہ اختیار کیا اور اپنی عیاشیوں میں مگن رہے۔ حالانکہ شاہ پور کے فوجی دستے عراق کی جانب یورش کرنے جارہے تھے اور سوادِ عراق پہ غارت ڈال رہے تھے اور جب شاہ ایران نے بنوایاد پہ چڑھائی کا ارادہ کیا اور اپنی تیاری مکمل کر لی۔ تب لقیط نے ایک بار پھر کچھ اشعار اپنی قوم کو لکھے تاکہ وہ پیش آمدہ تباہی سے محفوظ رہیں۔ مگر اس زمانے میں شاید وہ لکھے ہوئے پیغام کی اہمیت کو ارادتاً نظرانداز کرتے تھے اس لیے ایک بار پھر انھوں نے اپنے اس مخلص دوست کی پکار پہ کان نہ دھرے اور شاہ پور کی فوجیں ان کے سر پہ آ پہنچیں۔

دوسری بار اس نے جو شعر اپنے قبیلے کو ارسال کیے تھے ان میں سے کچھ شعر پیش خدمت ہیں:

يَا دَارَ عَبْلَةَ مِنْ تَذْكَارِهَا الجَزَعَا
هَيَّجْتَ لِيْ الهَمَّ وَالأَحْزَانَ وَالْوَجَعَا

وائے محبوبہ عبلہ کا گھر کہ اس نے مجھے غم و بے قراری کی یاد دلا دی ہے ہائے تو نے میرے غم اور درد کو بھڑکا دیا ہے۔"

اَبْلِغْ اِيَادًا وَ خَلِّلْ فِيْ سَرَاتِهِمِ
اِنِّيْ اَرَى الرَّاْيَ اِنْ لَمْ اُعْصَ قَدْ نَصَعَا

اور قبیلہ ایاد کو میرا پیغام پہنچانا اور ان کے سرداروں کے خیمے میں جا کر اترنا کہ میرے خیال میں میری رائے خلوص والی ہے بشرطیکہ یہ لوگ میری نافرمانی نہ کریں۔"

اَنْ لَا تَخَافُوْنَ قَوماً لَا اَبَا لَکُمْ
مَشُّوا اِلَیکُمْ کَاَمْثَالِ الدَّبٰی سَرَعَا

تمھارا باپ نہ رہے کیا تم ان لوگوں سے نہیں ڈرتے جو بڑی تیزی سے مکڑی کی طرح طرف تمھاری طرف آ رہے ہیں۔"

لَوْ اَنَّ جَمعَھُمْ رَامُوْا بِھَدَّتِھِمْ
شُمَّ الشَّمَارِیخِ مِنْ ثَھلَانَ لَا نْصَدَعَا

اگر ان کی جمعیت اپنے تباہ کن حملے سے ثہلان پہاڑ کی بلند چوٹیوں کا ارادہ کر لے تو وہ بھی پھٹ جائیں گے۔"

فَقَلِّدُوْا اَمْرَکُمْ لِلّٰہِ دَرُّکُمْ
رَحْبَ الذِرَاعِ بِاَمْرِالحَرْبِ مُضْطَلِعَا

خدا تمھارا بھلا کرے تم جنگ کی بھاگ دوڑ ایسے شخص کے ہاتھ میں دے دو جو قوی ہو اور جنگ کے معاملات پہ قدرت رکھتا ہو۔"[4]

پھر شاہ پور نے ان پر حملہ کر دیا اور ان کا قتل عام کیا اور ان میں سے صرف چند لوگ اپنی جان بچا کر بھاگ سکے جو روم کے زیر اثر علاقوں کی طرف کوچ کر گئے۔ اس کے بعد شاہ پور نے عربوں کے کندھے جوڑوں سے اکھاڑ دیئے اسی وجہ سے بعد میں اس کو شاہ پور ذوالاکتاف بھی کہا گیا۔ عربوں کے لکھنے پڑھنے کی عادات کے متعلق مورخین نے صحیفہ متلمس کا مشہور واقعہ بھی پیش کیا ہے جو دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ متلمس دراصل عربوں کا ایک شاعر تھا اور اس کا بھانجا طرفہ بن العبد بھی عربوں کا معروف شاعر تھا۔ وہ دونوں یمن کے حاکم عمرو کے پاس پہنچے اور اس کے ہاں ہی رہنے لگے۔ عمرو کبھی کبھی ان سے شعر سن

لیا کرتا اور کبھی کبھی ان کو اپنے ساتھ شکار پہ بھی لے جایا کرتا۔ مگر اکثر یوں ہوتا کہ عمرو شراب کے نشے میں پڑا رہتا اور اس کے دربان متلمس اور اس کے بھانجے کو اس تک نہ پہنچنے دیتے اور وہ اس کے دروازے ہی پہ بیٹھے رہتے عمرو کے اس برتاؤ سے تنگ آ کر ایک دن طرفہ نے یہ شعر کہے:

فَلَيْتَ لَنَا مَكَانَ المَلِكِ عَمْرٍو
رَغُوثاً حَوْلَ قُبَّتِنَا تَخُورُ

کاش عمرو بادشاہ کی بجائے ہمارے پاس بچے کو دودھ پلانے والی ایک گائے ہوتی جو ہمارے خیمے کے گرد آواز نکالتی رہتی۔"

لَعَمْرُكَ إِنَّ قَابُوسَ بَنَ هِنْدٍ
لَيَخْلِطُ مُلْكَهُ نُوكٌ كَثِيرٌ

اور تمھاری جان کی قسم کہ قابوس بن ہند کی حکومت میں بہت سی حماقت ملی ہوئی ہے۔"

وَلَا خَيْرَ فِيهِ غَيْرَ أَنَّ لَهُ غِنًى
وَأَنَّ لَهُ كَشْحًا إِذَا قَامَ أَهْضَمَا

اس میں کوئی اچھی بات نہیں پائی جاتی البتہ یہ مالدار ہے اور یہ کہ جب یہ کھڑا ہوتا ہے تو اس کی کمر پتلی ہوتی ہے۔"

تَظَلُّ نِسَاءُ الحَيِّ يَعكِفْنَ حَوْلَهُ

يَقُلْنَ عَسِيبٌ مِنْ سَرَارَةِ مَلْهَمَا

قبیلے کی عورتیں دن بھر اس کے گرد بیٹھی رہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ملہم مقام کی بہترین کھجور کی یہ ٹہنی ہے ۔"[5]

مورخین نے اس واقعہ کے بارے میں مزید لکھا کہ بادشاہ کے کسی درباری نے یہ شعر سن لیے اور بادشاہ نے ان دونوں کے قتل کا ارادہ کر لیا مگر وہ جانتا تھا کہ اگر قتل سے بیشتر ان عرب شاعروں کو اس کے ارادوں کی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ اس کی ایسی ہجو کہیں گے جسے عرب مدتوں یاد رکھیں گے۔اس لیے وہ براہ راست ان کے قتل سے ڈرا اور ان کو قتل کرانے کا ایک منصوبہ بنایا۔اس نے متلمس اور طرفہ کو طلب کیا اور کہا کہ تمہیں ہمارے ہاں ٹھہرے ہوئے بہت دن ہونے کو آئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ تمہیں اپنے گھر کی یاد بھی ستاتی ہو گی اور حقیقت بھی یہی تھی۔اس نے انھیں دو خط دیئے جو سر بمہر تھے اور کہا کہ میرے بحرین کے گورنر کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں انعام واکرام سے نوازے گا اس کے بعد تم اپنے وطن کو روانہ ہو جانا۔ دونوں عرب شاعر بادشاہ کی اس عنایت سے بہت خوش ہوئے ایک تو ان کو بادشاہ کی بے اعتنائی سے نجات مل رہی تھی تو دوسری طرف وہ انعام واکرام سے لدے اپنے گھروں کو لوٹنے والے تھے اس لیے وہ خوشی خوشی بادشاہ سے رخصت ہوئے راستے میں انھوں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو گندگی پھیر رہا تھا کھجوریں کھا رہا تھا اور ناخنوں سے اپنے سر کی جوئیں مار رہا تھا متلمس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میں نے آج تک اس جیسا غلیظ اور احمق بوڑھا نہیں دیکھا،بوڑھے نے اس کی بات سن لی اور اس کے جواب میں کہا:

اے سوار تو نے مجھ میں ایسی کون سی حماقت دیکھی ہے جو تو ایسا کہہ رہا ہے حالانکہ میں ایک پلید چیز کو نکال رہا ہوں اور ایک پاک چیز کو داخل کر رہا ہوں اور اپنے ایک دشمن کو کچل رہا ہوں۔"

پھر اس نے کچھ توقف کیا اور ان کی طرف دیکھا اور کہا:

یقیناً مجھ سے بے وقوف تو وہ شخص ہے جو اپنے ہاتھ میں اپنی موت اٹھائے پھر رہا ہے اور اس کو کچھ خبر ہی نہیں۔"

بوڑھے کی نظر اس کے ہاتھوں میں دبے اس خط پہ تھی جو انھیں عمرو نے دیا تھا اس پہ ملتمس کو کچھ شک ہوا۔اسی وقت وہاں سے ایک نوجوان گزرا متلمس نے اسے اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا؟

کیا وہ پڑھنا جانتا ہے:

نوجوان نے کہا ہاں میں پڑھ سکتا ہوں۔"

تب متلمس نے اس خط کی مہر توڑی اور اسے نوجوان کے حوالے کر دیا:

نوجوان نے اسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔"

جب یہ عرب شاعر تمھارے پاس آئے تو اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دینا پھر اس کو خوب تڑپنے دینا۔"

جب یہ خوب تڑپ لے تو اس کو زندہ دفن کر دینا۔"

متلمس نے طرفہ سے کہا یقیناً تمھارے ساتھ بھی اس نے ایسا ہی کیا ہوگا لہٰذا تو بھی اپنا صحیفہ اس نوجوان سے پڑھا لے۔"

مگر طرفہ نے انکار کیا اور کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ عمرو میرے ساتھ اتنے برے سلوک کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

تب متلمس نے تو اپنا صحیفہ حیرہ کے دریا میں پھینک دیا اور یہ شعر کہے:

فَذَاقْتُ بِهَا فِیْ الیَمِ مِنْ جَنْبِ کَافِرٍ
کَذَالِکَ اَقْنُوْء کُلَّ قِطٍّ مُضَلِّلٍ

میں نے اس صحیفے کو سمندر کی ایک طرف موجوں میں پھینک دیا ہے اور میں ہر گمراہ کن انعامی دستاویز کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہوں۔

رَضِیْتُ لَهَا بِالْمَاءِ لَمَّا رَاَیْتُهَا
یَجُوْلُ بِهَا التَّیَّارُ فِیْ کُلِّ جَدْوَلِ

جب میں نے اسے دیکھا تو میں اسے پانی میں پھینکنے پر راضی ہو گیا اور موجیں اسے لیے ہوئے بل کھا رہی تھیں۔"

اس کے بعد متلمس تو ہشام کے پاس چلا گیا مگر طرفہ اس کے سمجھانے کے باوجود بحرین کے گورنر کے پاس جا پہنچا۔ اس نے عمرو کا صحیفہ اسے دیا اور انعام و اکرام کا انتظار کرنے لگا۔ تب گورنر نے اپنے کارندوں کے کان میں کچھ کہا اور انھوں نے طرفہ کے قریب آ کر اس کو جکڑ لیا اس کے بعد انھوں نے تیز دھار آلے سے اس کی اکحلان کی رگیں کاٹ دیں جن سے خون بہہ بہہ کر اس کے اردگرد کو سرخ کر رہا تھا حتیٰ کہ اس کا سارا خون بہہ گیا اور وہ مر گیا۔ تاہم مرنے سے پہلے جو شعر اس زبان پہ تھے مورخین نے اسے محفوظ رکھا جو پیش خدمت ہیں۔"

اَبَا مُنْذِرٍ اَنَسْتُ غُرُوْراً صَحِيْفَتِی

وَلَمْ اُعْطِكُمْ بِالطَّوْعِ مَا لِیْ وَلَا عِرْضِی

اے ابو منذر میرا صحیفہ تو ایک دھوکہ تھا مگر میں نے اپنی مرضی سے تو اپنا مال اور اپنی عزت تمہیں نہیں دی تھی۔

اَبَا مُنْذِرٍ اَفْنَيْتَ فَاسْتَبْقِ بَعْضَنَا

حَنَانَيْكَ بَعْضُ الشَّرِّ اَهْوَنُ مِنْ بَعْضٍ

اے ابو منذر: تو نے ہمیں فنا کر دیا ہے کچھ لوگوں کو تو زندہ رہنے دو اور مہربانی پہ مہربانی کیے جاؤ کیونکہ بعض شر بعض دوسرے شر کے مقابلے میں کم تر ہوتے ہیں۔"

پھر جب عربوں کے ہاں اسلوب تحریر کسی حد تک پختہ ہوا تو ان کے ہاں خط و خطابت کے اصول بدل گئے اور اب وہ اپنے مکتوب کا آغاز اپنے جھوٹے خداؤں کے نام سے کرنے لگے۔ چنانچہ وہ اپنے خطوں کا آغاز لات اور عزیٰ کے نام سے کرتے اور اس کے بعد اپنا مقصد بیان کرتے۔ امام صولی نے "**ادب الکتاب**" میں لکھا ہے کہ عہدِ جاہلیت میں قریش اپنے وثیقہ کا آغاز "باسمک اللّٰھم" سے کیا کرتے تھے پھر اسلام کا دور آیا تو ابتداء میں نبی اکرم ﷺ بھی اپنے مکتوب میں یہی الفاظ لکھا کرتے تھے پھر سورۃ ہود کی یہ آیت نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا۔

(القرآن الحکیم) سورۃ ھود

"اس کا چلنا اور لنگر انداز ہونا دونوں اللہ کے نام کے ساتھ ہیں"

□□□□□□□

تب نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اب ان کے مکتوب کے آغاز میں بسم اللہ لکھا جائے اس کے بعد سورۃ بنی اسرائیل کی یہ آیت نازل ہوئیں۔"

قُلِ ادْعُو اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا تَدْعُوْ فَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی O

(القرآن الحکیم)سورۃ بنی اسرائیل

ترجمہ؛

''آپ (ﷺ) فرما دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جو نام بھی تم پکارو گے تو اللہ کے سب نام اچھے ہیں۔''

❑❑❑❑❑❑❑

اس آیت کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ اپنے خطوں کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن لکھنا شروع کر دیا تا آنکہ سورۃ نمل کی یہ آیت نازل ہوئی۔''

اِنَّہُ مِنْ سُلَیْمَانَ وَاِنَّہُ بِسْمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرَّحِیْمِ O

(القرآن الحکیم) سورۃ نمل

ترجمہ؛

''یہ چھٹی سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اللہ رحمان ورحیم کے نام سے شروع کی گئی ہے۔''

❑❑❑❑❑❑❑

چنانچہ اب مسلمانوں نے اپنے خط کا آغاز بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سے کرنا شروع کیا اور پھر ان کے اس اسلوب میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور آج پندرہ سو سال بعد بھی جب کوئی مسلمان اپنی کسی تحریر کا آغاز کرتا ہے تو وہ انھیں مبارک الفاظ سے شروع کرتا ہے۔مورخین میں سے امام صولی کے علاوہ امام مسعودی اور امام الکلبی نے بھی عربوں کی کتابت کے مراحل کو کچھ اسی انداز سے بیان کیا ہے۔امام کلبی نے لکھا ہے کہ اہل قریش ابتدا میں اپنی تحریر کا آغاز بسمک الھم سے کیا کرتے اور جس شخص نے سب سے پہلے اس لفظ کا استعمال کیا وہ امیہ بن ابی صلت الثقفی تھا۔اس کے علاوہ ابو حاتم نے المعمرین کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عربوں سے قس بن ساعدہ پہلا شخص تھا جو اہل جاہلیت میں سب سے پہلے قیامت پہ ایمان لایا اور یہی ان کا پہلا شخص تھا جس نے اما بعد کہا اور یہی ان کا پہلا شخص تھا جس نے اپنے عصا پہ ٹیک لگا کے خطبہ دیا اور اسی نے سب سے پہلے الی فلاں بن فلاں لکھا۔تاہم امام صولی نے ابو حاتم کی اس روایت سے اختلاف کیا ہے اور کہا کہ عربوں کا

پہلا شخص جس نے اما بعد کہا وہ کعب بن لوئی تھا۔ چنانچہ عربوں کا ایک شاعر کہتا ہے کہ:

بِاسْمِ الَّذِی اُنْزِلَتْ مِنْ عِنْدِہِ السُّوَرُ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَمَّا بَعْدُ یا عُمَرُ

میں اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کی طرف سے سورتیں نازل ہوئیں اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے حمد باری کے بعد اے عمر:

فَاِنْ رَضِیْتَ بِمَا تَاتِیْ وَمَا تَذَرُ
فَکُنْ عَلَی حذَرٍ قَد یَنْفَعُ الحَذَرُ

اگر تو اپنے افعال پر جو تو کرتا ہے اور ان فعال پر جن کو تو ترک کر دیتا ہے خوش ہے تو ہوشیار رہ کیونکہ ہو شیار رہنے ہی میں فائدہ ہوتا ہے۔"

عہدِ جاہلیت میں عربوں کی عادت یہ تھی کہ جب وہ کوئی چٹھی نثر میں لکھتے تو اس میں سجع کا التزام نہ کرتے بلکہ کلام کو آزاد چھوڑ دیتے۔ کاہنوں کے سواعربوں میں کوئی بھی سجع کا التزام نہ کرتا تھا۔ عام عرب تو خطبوں اور وصیتوں میں بھی بہت کم سجع کو استعمال کرتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب اپنی فطرت کے موافق آسان چیز کی طرف مائل ہوتے اور ہر وہ فعل یا قول جس میں تکلف پایا جاتا ہو اس سے نفرت کرتے۔ چونکہ سجع کے الفاظ میں تکلف پایا جاتا ہے اس لیے طبائع اس سے نفرت کرتی ہیں اور کان اسے ناپسند کرتے ہیں۔ اہل عرب کے ہاں جس قدر سجع پسند کیا جاتا اس کی مقدار بس اسی قدر ہے جس قدر کہ منقش کپڑے پہ نقش ونگار یا چہرے پہ خال۔ یاد رہے کہ اگر کسی چہرے پہ ایک آدھ خال تو وہ اس کا حسن تصور کیا جائے گا اور اگر خال زیادہ ہو جائیں وہ قبائح میں شامل ہو جائے گا اور حسن کی تمام رونق کو برباد کر کے رکھ دے گا۔ ابن ابی حاتم نے یزید بن رومان سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس کو جو خط ارسال کیا اس کو قرآن حکیم میں اس طرح بیان کیا گیا۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ O

(القرآن الحکیم) سورۃ نمل

ترجمہ؛

''شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے سلیمانؑ بن داؤدؑ کی طرف سے ذی شرح کی بیٹی بلقیس اور

اس کی قوم کی طرف میرا پیغام یہ ہے کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلی آؤ۔''

❑❑❑❑❑❑❑

جب یہ چٹھی ملکہ بلقیس کے پاس پہنچی اور وہ اس کے مضمون پہ مطلع ہوئی تو اس نے اس چھٹی کو کریم کہا کیونکہ اس پر مہر لگی ہوئی تھی۔

حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"چھٹی کی بزرگی یہی ہے کہ اس پہ مہر لگی ہو ئی ہو"

❑❑❑❑❑❑❑

ابن المقفع سے مروی ہے کہ جس نے اپنے بھائی کی طرف کوئی خط لکھا اور اس پہ اپنی مہر نہیں لگائی تو سمجھ لو کہ اس نے اپنے بھائی کو حقیر جانا ہے۔ خط و خطابت میں عربوں کا یہی طریقہ تھا کہ اپنے خط پہ مہر لگاتے۔ چنانچہ بادشاہوں اور دیگر لوگوں کی طرف جو خطوط نبی اکرم ﷺ نے ارسال فرمائے وہ بھی اسی طرز پہ تھے۔ پھر صدر اول اور صدر ثانی کے لوگوں کا بھی یہی اسلوب رہا اور اسی طرح چلتا آیا تا آنکہ یہ طرز بدل گیا اور پر تکلف الفاظ اور طریقوں نے اس کی جگہ لے لی جن سے طبیعت متنفر ہوتی ہے۔ جیسا کہ انشاء کی کتابوں میں مذکور ہے اور عربوں کا طریقہ کس قدر سادہ آسان شریں اور لطیف تھا۔ بعض عرب خاص طور پہ نجد کے رہنے والے آج بھی اپنے اسلاف کے طریقے پہ کار بند ہیں۔ امام صولی نے " **ادب الکتاب** " میں عربوں کے علوم و فنون سے بحث کرتے ہوئے ان کی خط و کتابت اور مراسلت میں متاخرین کی عادات کا ذکر کیا ہے جس میں اس نے ان کے بہت سے پہلوؤں پہ روشنی ڈالی ہے۔ بشمول اس کے کہ وہ لوگ اپنے بادشاہوں سے کس طرح مخاطب ہوتے تھے اور بادشاہ اپنی رعایا کو کس طرح خطاب کرتے تھے۔ اسی طرح یہ لوگ ایک دوسرے سے کس

طرح مخاطب ہوتے تھے وغیرہ۔اس نے ان کے شاہی فیصلے ،شاہی منشور،سندیں،عہد نامے،تقرر نامے اوران کے قاضیوں کے فیصلوں کو بھی درج کیا ہے اس کے ساتھ ہی اس نے ایک الگ باب عربوں کی خط وخطابت کے بارے میں باندھا ہے اورعربوں کی ان عادات رسومات اور طریقوں کا ذکر بھی کیا جس کے وہ ان زمانوں میں پابند تھے۔عربوں کے ان طریقوں سے کچھ تو آج تک بھی باقی ہیں مثلاً کاغذ کے حاشیے سے بسم اللہ کی ابتدا کرنا،پھراس کے نیچے سلام لکھنا اور اس کے بعد دعائیہ کلمات تحریر کرنا اوراس کا اختتام بھی دعائیہ کلام سے کرنا اور یہ وہ طریقے ہیں جو بڑے بڑے اسلامی کاتبوں کے ہاں صدیوں مروّج رہے اور بغیر کسی بڑی تبدیلی کے آج تک مروّج ہیں۔اردو زبان میں عربی کے یہ تمام اسلوب بعینہٖ ہی منتقل ہوئے۔ یادرکھنے کی بات یہ ہے کہ آج ہم کو لکھنے اور پڑھنے کے لیے جو وسائل دستیاب ہیں عربوں کے عہد میں اس کا کوئی تصور موجود نہ تھا اور وہ سفید کاغذ جو آج ہم تحریر کے لیے استعمال کرتے ہیں اس کا کوئی وجود نہ تھا۔

عربوں کا ہاں کاغذ ۱۲۰ھ میں نمودار ہوا۔ایک معروف قول کے مطابق اس کے موجد بھی عرب ہی ہیں اگر چہ اس ضمن میں دوسرے کئی اقوال بھی موجود ہیں۔چنانچہ اس زمانے میں ہر وہ چیز جس پہ لکھا جاسکے ان کے نزدیک کاغذ تھی۔وہ کھجور کے خشک پتوں،درختوں کی پتلی جھلی، جانوروں کی بڑی ہڈیوں،کپڑے اور خشک چمڑے پہ لکھا کرتے تھے اور یہی بالعموم ان کا کاغذ ہوتا۔ ابتدائے اسلام میں ان کا اسلوب یہی تھا۔

چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَالطُّوْرِ وَ كِتَابٍ مَسْطُوْرٍ فِيْ رَقٍّ مَنْشُوْرٍ۔

(القرآن الحکیم)

ترجمہ:

"قسم ہے طور اور پھیلائی ہوئی جھلی پر لکھی ہوئی کتاب کی"۔

❑❑❑❑❑❑❑

اس کے علاوہ قرآن حکیم میں قرطاس،مھرق،صحیفہ،صحف اوراسفار کا ذکر بھی اسی ضمن میں آیا ہے جس سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ عرب قرطاس کو جانتے تھے اوراس کا ان کے یہاں عام استعمال کیا جاتا تھا۔چنانچہ جب ان کا کوئی ڈیرہ ویران ہوتا اوراس پہ تند ہوائیں چلتی اور وہ زمین بن جاتا تو اسے مھرق سے تشبیہ دیتے۔چنانچہ عربوں کے مشہور شاعر اعشیٰ نے اس تشبیہ کو اپنے اشعار میں یوں استعمال کیا ہے۔"

سَلَا دَارَ لَیْلَیٰ ھلْ تُبِیْن ُفتَنْطِق ُ

وَاَنّٰی ُتَرُد ّالقَوْلَ بَیْضَا ءُ سملق ُ

لیلی کے گھر سے پوچھو کیا یہ وضاحت کرے گا کیا یہ بولے گا بھلا کوئی سفید چٹیل میدان کیسے بول سکتا ہے۔"

وَاَنّٰی تَرُدُّ ا لقَوْلَ دَا رٌکَا نَّھَا

لِطُوْلِ بِلاَھَا والتَقَا دُم مُھْرَق ُ

وہ گھربات کا جواب کیسے دے سکتا ہے جو ایک عرصے سے بوسیدہ ہو پرانا ہو جانے کی وجہ سے کسی کاغذ

کی طرح معلوم ہو رہا ہو۔"

عربوں کے ایک اور شاعر ابونواس نے قرطاس کو سفید اونٹنی کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور وہ اپنے اشعار میں کہتا ہے کہ :

یَقِقٌ کَقِرْطَا سِ الوَلِیْدِ ھِجَا ن ُ

اونٹنی کے یہ بچے کاغذ کی طرح سفید اور اصیل ہیں

فِیْ یَدَیْہِ مِنَ القَرَاطِیْسِ کَالمُزْ

نَھِ جَادَت ُ بِوَا کِفٍ مِدْرَارِ

اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذ ہیں جو اس بادل کی طرح ہیں جو موسلا دھار بارش برسائے۔"

كَالْمُلَاءِ الرَّحِيْضِ كَالْبِيْضِ بِيْضِ

الهِنْدِ كَالْبَيْضِ كَالْمِيَاءِ الجَوَارِيْ

یا وہ دھلی ہوئی دو تہی چادر کی طرح سفید ہے اور تلواروں یعنی ہندی تلواروں کی طرح ہے یا انڈے کی طرح ہے (مراد اس کا سفید رنگ ہے) یا جاری پانیوں کی طرح ہے۔"

كَالسَّرَابِ الزَّقْرَاقِ فِيْ عُفْوَانِ

الصَّيْفِ نِصْفَ النَّهَارِ فِيْ اَيَّارِ

یا یہ اس سراب کی طرح ہے جو مئی کے مہینے میں ابتدائے موسم گرما میں دوپہر کے وقت متحرک ہو۔"

مَا تُبَالِيْ اَجَلْتَ عَيْنَكَ فِيْهِ

حِيْنَ يُطْوَى اَمْ فِيْ خُصُوْرِ العَذَارِيْ

اور جب اس کاغذ کو لپیٹا جاتا ہے تو تجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ تو اس کاغذ پر نظر دوڑا رہا ہے یا کنواری لڑکیوں کی کمر کو دیکھ رہا ہے۔"

يَسْبَحُ الخَطُّ فِيْهِ عَفْواً فَمَا

يَكْبُوْ بِوَعْثٍ فِيهِ وَلَا بِخَبَارِ

اور اس کاغذ پہ تحریر خود بخود تیر رہی ہوتی ہے وہ نہ اس کاغذ کی دشوار گزار جگہ پر اور نہ نرم جگہ پر ٹھوکر کھاتی ہے۔"[6]

عربوں کا علم شعر

عربوں کی داستانِ فصاحت و بلاغت کا کچھ تذکرہ!

زبان و ادب میں اہل عرب کی معاصر اقوام پہ برتری کسی سے پوشیدہ نہیں اور شعر تو جیسے ان کے خون میں شامل ہو۔ چنانچہ ان کا سب سے بڑا علم شعر کا علم ہے جسے وہ بہت گہرائی تک جانتے تھے۔ ان کے علوم کی یہی وہ شاخ تھی جس کی شہادت کو قبول کرنا احسن تھا کہ اگر عرب شعرا اپنے شعروں میں تاریخ کے واقعات کو محفوظ نہ رکھتے تو دنیا کی تاریخ کا بہت بڑا حصہ اندھیرے میں رہ جاتا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "**بعض اشعار تو سراسر حکمت ہوتے ہیں**" اور عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ شعروں کے چند بیت جنھیں عرب سیکھ لیتے کیا ہی اچھے ہوتے ہیں کہ وہ انھیں اپنی ضرورت بیان کرتے وقت پیش کرتے ہیں جس کے باعث وہ کسی شریف اور سخی آدمی کو اپنی اعانت پہ رضامند کر لیتے ہیں اور کمینے اور کنجوس آدمی کو خود سے دور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ شعروں کی ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ انسانی فطرت بری باتوں سے دور رہنا سیکھ لیتی ہے۔ یہ وہ جوہر ہے جس سے انسان برائی سے نفرت کی قوت و قدرت حاصل کرتا ہے اور اپنے خیال عقائد اور اخلاق کو عام کرنے کی صلاحیت حاصل کرتا ہے۔ شعر کے ذریعے وہ ان باطنی امور کو بیان کرتا ہے جن کے لیے طویل نثر درکار ہوتی ہے مگر شعر چند حکمت بھرے لفظوں سے جہان دِگر کو اجاگر کرتا ہے۔ ابن رشیق نے اپنی کتاب "

کتاب العمدہ ‘‘ میں لکھا ہے کہ عرب سب قوموں سے افضل ہیں اوران کی حکمت سب پہ حاوی ہے۔ چونکہ زبان جسم کی ذلت برداشت کرنے سے دور رہتی ہے اس لیے کسی ذات سے حکمت کا خروج آلات کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتا چنانچہ جب کوئی اس کو ذلیل کرنے کی کوشش کرے تو اس کا علم اور اس کی زبان اس کو محفوظ رکھ سکتی ہیں اور اس شرف کا اظہار کرسکتی ہیں جو عام طور پہ مقابل سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ بتایا گیا کہ عربوں کا کلام دو قسم کا تھا۔ یعنی نثر اور نظم۔ اور ہر ایک کے تین درجے ہیں جس کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ کوئی کلام تو عمدہ ہوتا ہے اور کوئی متوسط اور کوئی ردی۔ چنانچہ کسی کلام کے دو درجے جب اپنی قدر میں متفق اور قیمت میں برابر ہوں اور کوئی ایک دوسرے سے افضل نہ ہو تو محض نام ہی کی وجہ سے ظاہری فیصلہ شعروں کے حق میں ہوگا۔ کیونکہ عام دستور کے مطابق جب نظم اور نثر ایک ہی قسم کے ہوں گے تو نظم کو ترجیح دی جائے گی۔ اس لیے زبان وادب کے علماء نے بیان کیا ہے کہ موتی ہی کو لے لیں جب وہ اکیلا یونہی کہیں پڑا ہو تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی چاہے اپنی ذات میں وہ کتنا ہی عمدہ اور گراں قیمت کیوں نہ ہو اور ہر دم اس کے ضائع ہو جانے اور بکھر جانے کا خدشہ بھی موجود رہتا ہے اور جس مقصد کے لیے اسے حاصل کیا گیا ہوتا ہے وہ بھی ادھورا رہتا ہے پھر جب اس موتی کو کسی لڑی میں پرو دیا جاتا ہے تو وہ ذلیل ہونے سے بچ جاتا ہے اور باوجود اس کے کثرت استعمال کے اس کی قدر و قیمت اور خوبی میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

چنانچہ یہی حال لفظ کا ہے جب وہ نثر میں ہوتا ہے تو اسموں میں بکھر جاتا ہے اور طبیعت کو راس نہیں آتا خواہ یہ لفظ کتنا ہی قیمتی اور ہزاروں میں ایک ہو مگر اس کی قدر و قیمت اس وقت بڑھ جاتی ہے جب اس کی ہمسائیگی میں وہ لفظ اتریں گے جو جہانِ معنی کو وضع کریں اور وہ قافیہ ردیف کی قید میں مقید ہوں تو خود سے ایک آسمانی ترتیب معلوم ہونے لگے گی اور یہی شعر ہے۔ چنانچہ لفظوں کے منتشر اجزا سے عربوں نے بے انت جہتوں کے اتنے ہار بنے کہ ان کا تذکرہ رہتی دنیا تک محفوظ ہوگیا۔ عرب اسے ذخیرہ کرنے والا مال جاننے لگے اور انھوں نے اسے اپنے سینوں کے اندر دور تک محفوظ کیا اور ہم تک پہنچایا۔ جس سے نہ صرف ان کی تاریخ روشن ہوئی بلکہ ہمیں یہ جاننے میں بھی آسانی حاصل ہوئی کہ اہل عرب کس نوع کی قوم تھے اور ان کے اخلاق کے درجے کیا تھے۔ چنانچہ انھوں نے اسے ایک یکتا فن کے طور پہ اپنایا اور اس کے اندر زبان و بیان کے اِن پہلوؤں کو اجاگر کیا جن سے انسان ابھی تک نا آشنا تھا۔ انھوں نے اسے اپنے سر کا تاج جانا اور اسے اپنے دفاع اور مفاخرت میں استعمال کیا۔ انھوں نے اسے اپنے دلوں میں چھپایا عقلوں کے ذریعے اس کی حفاظت کی اور اسے چوری اور غصب سے بچایا۔ اس امر پہ مورخین کا اتفاق ہے کہ عربوں کے کلام میں نثر زیادہ اور شعر کم ہیں۔ مگر جہاں تک عمدہ نثر کا تعلق ہے تو یہ شعر کے مقابلے میں کم ہے اور محفوظ ہونے اعتبار سے بھی کم ہے اور شعر بہ نسبت نثر تعداد کے کم ہے مگر جیّد اور محفوظ ہونے کے اعتبار سے زیادہ ہے کیونکہ ادنیٰ درجے کے شعر میں بھی قافیہ اور ردیف کی قید جس خوبصورتی کو جنم دیتی ہے وہ اعلیٰ ترین نثر کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ رہا عمدہ شعر کا تعاقب تو وہ نثر کے بس سے باہر ہے۔ اہل عرب کی تاریخ سے

معلوم ہوتا ہے کہ ہر معاشرے کی طرح اول اول ان کے ہاں بھی سارا کام نثر میں ہی ہوتا تھا مگر جب ان کو اپنے مکارم اخلاق، خاندان کی پاکیزگی اچھے دنوں کا ذکر، بہادر سواروں اور مقبول سخیوں کے کارنامے بیان کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو انھوں نے اپنے بیان کو موثر پیرائے میں بیان کرنے کے لیے شعر کہنا شروع کیا۔ تاکہ اوروں کے نفس بھی سخاوت کے لیے حرکت میں آجائیں اور وہ اپنی اگلی نسل یعنی اپنے بیٹوں کو بھی اعلیٰ مکارم اخلاق کی طرف متوجہ کر سکیں۔

لہٰذا ابتدا میں انھوں نے صرف چند عروض ذہن میں رکھے اور انھیں اپنے کلام میں وزن پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا اور جب ان کے مصروں کا وزن مکمل ہو گیا تو انھوں نے اس میں شعر کہا۔ یوں ان کے ہاں زبان و بیان کی اس صنعت نے جنم لیا جس نے آگے جا کر ان کی پہچان بنتا تھا اور جب اِن معاملات میں اُن کا شعور پختہ ہو گیا تو انھوں نے اپنے ہر واقعہ کا ذکر اشعار میں کرنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ راہ جاتے دو اجنبی موسم کے احوال پہ تبادلہ خیال کرتے تب بھی ان کے فقرے قافیہ ردیف میں مقید ہوتے پھر تو جیسے نثر یہ کلام ان سے روٹھ ہی گیا ہر چند کہ اِن کے خطباء کی شان بھی ہم عصر معاشروں میں الگ ہی تھی۔ چنانچہ اب ان کا طریق یہ تھا کہ باہم مفاخرت کا مقام ہو یا جنگ و انتقام کی بات، خوشی کی روانی ہو یا غم کی فراوانی، کسی دوست کی تعریف کرنی ہو یا کسی دشمن کو ذلیل کرنا ہو، کسی عورت کے حسن و جمال کا تزکرہ ہو یا چاند کی بکھرتی چاندنی کو زیر بحث لانا ہو، صحرا کی درشت مزاجی کا ذکر ہو یا راستہ بھولے قافلوں کا تذکرہ، اپنے آباء کی عظمت بیان کرنی ہو یا اپنے قبیلے کی شجاعت، قحط کے زمانے کی تنگی کا ذکر ہو یا جوئے کے تیروں کے ذریعے جیتے گئے اونٹوں کا بیان وسعت صحرا میں جلتے الاؤ کے گرد ماضی کے قصے ہوں یا حال کے تذکرے، کسی سے خون بہا لینے کا معاملہ ہو یا کسی کا خون بہانا مقصود ہو، اپنے اونٹوں کی اعلیٰ نسل کا بیان کرنی ہو یا بکریوں اور بھیڑوں کی کثرت کا تذکرہ، غارت گری میں اپنی سرعت کا بیان ہو یا مخالف کی کمزوریوں پہ طعن، وطن سے دوری کے گیت ہوں یا محبوبہ کی زلف کا تذکرہ، سخاوت و فیاضی کا بیان ہو یا شجاعت اور بے باکی کا تذکرہ، کسی جواں مرگ کا نوحہ ہو یا اپنے بیٹوں کا تفاخر، جنگوں میں گذرے احوال کا بیان ہو یا ماضی میں گم کسی سہانی رات کا ذکر، خلوت کا بیان ہو یا جلوت کا ذکر، کسی کی وفا کا تذکرہ ہو یا کسی کی جفا کا بیان وہ بہ زبان شعر ہی کہا جائے گا۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل میں تشریف لائے تو انکے ہاں جادو کا بہت تذکرہ تھا چنانچہ اللہ پاک نے اپنی خاص مدد سے وقت کے سب جادوگروں کو حضرت موسیٰ کے قدموں میں جھکا دیا۔ اسی طرح جب آنحضرت محمد ﷺ کو عربوں میں نبوت کے مقام پہ سرفراز کیا گیا تو اہل عرب اپنی فصیح و بلیغ زبان کے نشے میں تھے۔ چنانچہ ان پہ قرآن اتارا گیا جس کی زبان کے آگے ان کو جھکنا پڑا اور انھوں نے اعتراف کیا کہ قرآن کی زبان ان کے اسلوبِ زبان سے برتر ہے۔ چنانچہ عرب کے اس شاعر سے جس کو عرب سجدہ کیا کرتے تھے اور جس کے قصائد کعبہ میں آویزاں رہتے اور جن کا نام حضرت ابولبیدؓ تھا کسی نے پوچھا کہ انھوں نے شاعری کیوں چھوڑ دی تو انھوں نے جواب دیا کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ قرآن اترنے کے بعد اس کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ اور زبان و ادب کے جاننے والوں نے بیان کیا ہے کہ ابتداء میں عرب کے تمام اشعار رجز تھے یا مقطعات کی صورت تھے اور قصیدہ گوئی ان کے ہاں بہت بعد میں مروّج ہوئی۔ چنانچہ سب سے

پہلے مہلہل نے قصیدہ کہا اور پھر امراؤالقیس نے اسے دوآم بخشا اور یہ اسلام کے آنے سے ایک سو پچاس سال قدیم ہے۔اس امر کا ذکر جمحی نے کیا ہے اور دیگر بہت سے لوگ اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ بیان کیا گیا کہ پہلا شخص تھا جس نے رجز کو لمبا کیا اور اسے کسی حد تک قصیدے کی طرح بنایا اس کا نام اغلبؔ عجلی تھا۔ پھر عجاؔج آیا اور اس نے اس کی کئی شاخیں وضع کیں۔لہٰذا رجز میں اغلب اعجلی اور عجاج کو وہی مقام حاصل ہے جو مہلہل اور امراؤالقیس کو قصیدے میں حاصل ہوا ۔چنانچہ ابوعمرو بن العلاء سے کسی نے پوچھا کہ کیا عرب لمبے قصیدے کہا کرتے تھے۔انھوں نے جواب دیا کہ ہاں تا کہ لوگ سنیں اور غور کریں، پوچھنے والے نے پھر پوچھا کیا عرب زجز یعنی چھوٹے شعر کہا کرتے تھا۔تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں تا کہ لوگ انھیں یاد رکھ سکیں۔اور عربوں کے ہاں عذر پیش کرنے ،ڈرانے ،ترغیب دلانے ،خوف دلانے اور مختلف قبائل میں صلح کرانے کے لیے بھی اشعار کو لمبا کرنا پسند کیا جاتا تھا۔جیسا کہ زہیر اسلمی اور الحرث بن حلزہ کیا کرتے تھے۔ ورنہ بعض مقامات پہ تو قطعات سے بھی کام چل جاتا کہ عربوں کے اشعار سریع الاثر ہوتے تھے۔لوگوں کو مختلف معاملات کی طرف مائل کرنے میں مد ثابت ہوتے تھے۔چنانچہ کسی شاعر کے دو مصرے پورے قبیلے کو آگ لگانے کے لیے کافی ہوتے تھے اور وہ سب اٹھ کر اس مقصود کی طرف لپکتے جس کی طرف شاعر نے ان کو دعوت دی ہوتی۔شاید یہی وجہ تھی کہ کسی قبیلے میں جب شاعر کا ظہور ہوتا تو دیگر قبائل اسے مبارک دینے کے لیے آتے اور ان کے ہاں مبارک دینے کے موقعے تین ہی تھے۔یعنی لڑکا پیدا ہونے پر گھوڑی کا بچہ جننے پر اور قبیلے میں شاعر کے ظہور پر۔

اس لیے کہ ان کے خیال میں ان کا شاعر ان کی عزتوں کا بچانے والا ان کے حسب کی طرف سے مداخلت کرنے والا اور ان کے کارناموں کو ہمیشگی بخشنے والا ہوتا تھا۔ چنانچہ عرب کے جن شاعروں نے اپنے قبیلوں کی مدافعت کی ان میں ایک زیاد الاعجم تھا جس نے جب یہ سنا کہ فرزدق اس کے قبیلے کی ہجو کرنا چاہتا ہے تو زیاد نے فرزدق کو پیغام بھیجا کہ تم جلدی نہ کرو میں تمہاری طرف ایک تحفہ بھیجنے والا ہوں اس کے بعد ہی ہماری ہجو کے متعلق سوچنا۔چنانچہ فرزدق نے زیاد کا انتظار کیا جس کی طرف سے اسے ان اشعار کا تحفہ ملا جس میں فرزدق کو تنبیہ کی گئی کہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے۔

وَمَا تَرَكَ الهَاجُوْنَ لِیْ اِنْ هَجَوْتُهٗ
مَصَحّاً اَرَاهُ فِی اَدِیْمِ الفَرَزْدَقِ

اگر میں فرزدق کی ہجو کہوں تو میں دیکھتا ہوں کہ ہجو کہنے والوں نے فرزدق کی کھال میں کوئی حصہ ایسا نہیں چھوڑا جو تندرست ہو۔

وَلَا تَرَكُوْا عَظْمًا يُرٰى تَحْتَ لَحْمِهٖ

لِكَا سِرِهٖ اَبْقَوْهُ لِلْمُتَعَسِّرِقِ

اورانھوں نے اس کے گوشت کے نیچے دکھائی دینے والی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی بھی نہیں چھوڑی جس پہ ذراسا گوشت بھی کسی کھانے والے کے لیے بچارہ گیا ہو۔

سَاَكْسِرُمَا اَبْقَوْاُلَهٗ مِنْ عَظَامِهٖ

وَاَنْكُتُ مُسخَّ السَّاقِ مِنْهُ وَاَنْتَقِیْ

اورانھوں نے اس کی جو ہڈی باقی چھوڑی ہے اسے میں توڑوں گا اوراس کی پنڈلی کا مغز نکال کرا سے صاف کرڈالوں گا۔

فَاِنَّا وَمَا تَهْدِي لَنَا اِنْ هَجَوْتَنَا

لَكَاالْبَحْرِ مَهْمَا يُلْقَ فِی الْبَحْرِ يَغْرُقِ

اور ہماری اس ہجو کی مثال جو وہ ہماری طرف بھیجے گا ایسے سمندر کی سی ہے کہ جو کچھ بھی اس میں ڈالا جاتا ہے ڈوب جاتا ہے[*7]‘‘۔

چنا چہ جب فرزدق کو ایاد کے یہ شعر پہنچے تو اس نے کہا کہ جب تک بنو عبدالقیس میں یہ سیاہ غلام زندہ ہے اس وقت تک ان کی ہجو ممکن نہیں۔اور وہ اپنے اس ارادے سے باز آ گیا۔جب عبداللہ بن الزبعریٰ سہمی نے بنی قصی کی ہجو کہی تو انھوں نے ساری کی ساری ہجو کو عتبہ بن ربعیہ کی طرف پھیر دیا۔کیونکہ وہ اس بات سے خوف زدہ تھے کہ کہیں زبیر بن عبدالمطلب ان کی ہجو نہ کہہ ڈالے اور زبیر فصیح و بلیغ شاعر تھے۔جب عبداللہ سہمی ان کے پاس پہنچا تو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے اسے آزاد کرنے کی سفارش کی اور اس کی آزادی پر اسے کپڑوں کا ایک جوڑا بھی دیا۔چنانچہ عبداللہ سہمی نے اس موقع پہ ایک قصیدہ کہا جس کے چند شعر یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔

لَعَمْرُكَ مَا جَاءَتْ بِنُكْرٍ عَشِيْرَتِیْ
وَاِنْ صَالَحَتْ اِخْوَانَهَا لَا اَلُوْمُهَا

تمہاری قسم میرے قبیلے نے کوئی عجیب بات نہیں کی اور اگر انھوں نے اپنے بھائیوں سے صلح کر لی ہے تو میں اس امر کی ملامت نہیں کر سکتا۔

فَوَادَّ جُنَاةُ الشَّرِّ اَنْ سُيُوْفَنَا
بِاَيْمَانِنَا مَسْلُوْلَتَةٌ لَا نَشِيْمُهَا

اور جنگ کے موجب ہونے والے لوگوں نے تو یہ چاہا تھا کہ ہماری تلواریں ہمارے ہاتھوں میں ہی رہیں اور ہمیشہ میانوں سے باہر ہی رہیں مگر ہم نے انھیں میان میں کر لیا۔

فَاِنَّ قُصَيًّا اَهْلُ عِزٍّ وَّنَجْدَةٍ
وَاَهْلُ فَعَالٍ لَا يُرَامُ قَدِيْمُهَا

کیونکہ قبیلہ قصیٰ طاقتور اور بہادر ہے اور اس کے لوگ نیک کام کرنے والے ہیں اور ان کی قدیم بزرگی کا کوئی قصد بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی ان کی توہین کی جا سکتی ہے۔

هُمْ مَنَعُوْا يَوْمَیْ عُكَاظَ نِسَاءَنَا
كَمَا مَنَعَ الشَّوْلَ الْهِجَانَ قُرُوْمُهَا

اور انھیں لوگوں نے تو عکاظ کی دونوں جنگوں میں ہماری عورتوں کی حفاظت کی تھی کہ جس طرح نر اور اصیل اونٹ مصیبت کے وقت حاملہ اونٹنیوں پہ نظر رکھتا ہے[8*]"۔

اور جس وقت عبداللہ نے یہ شعر کہے تھے اس وقت زبیر مکہ سے باہر تھا اور کسی کام کے سلسلے میں طائف میں رکا ہوا تھا واپسی پہ جب اسے عبداللہ کے یہ شعر سنائے گئے تب جواباً اس نے یہ شعر کہے۔

فَلَوْلَا نَحْنُ لَمْ يَلْبَسْ رِجَالٌ

ثِيَابَ اَعِزَّةٍ حَتّٰى يَمُوْتُوْا

اور اگر ہم نہ ہوتے تو جانے کتنے ہی لوگوں کو مرتے دم تک بھی عزت کا لباس دستیاب نہ ہوتا۔

ثِيَابُهُمْ سِمَالٌ اَوْ طِمَارٌ

بِهَا دَسَمٌ كَمَا دَسَمَ الْحَمِيْتُ

کہ ان کے کپڑے چیتھڑے اور پھٹے پرانے ہیں جو اس طرح چکنے ہو رہے ہیں جیسے گھی کا کپا چکنا ہوتا ہے۔

وَلٰكِنَّا خُلِقْنَا اِذْ خُلِقْنَا

لَنَا الحِبَرَاتُ والمِسْكُ الفَتِيْتُ

لیکن ہمیں پیدا کرنے والے نے ایسے پیدا کیا ہے کہ ہمارے لیے دھاری دار یمنی چادریں اور ریزہ ریزہ کی ہوئی کستوری ہے[9*]"۔

چنانچہ عربوں کے جاہلی معاشرے میں ایک دوسرے کی ہجو اور تفاخر کے واقعات اتنے بسیط ہیں کہ ان کا استقصاء اور حساب انسانی احاطہ سے باہر ہے۔ ان کا بیان ممکن ہی نہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف ان کا یہ عمل صدیوں پہ محیط ہے اور ابتدائے اسلام تک وہ اسی طریق پہ قائم رہے۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم یہاں ان کی کچھ اور باتیں بیان کرتے۔ مگر اب ہم عرب کے جاہلی معاشرے کے شاعروں اور ان کے قبیلوں کا کچھ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ کس شاعر نے کون سے قبیلے کی

حمایت اور موافقت کی اور کس شاعر نے مخالف قبیلے کی طرف سے اسے جواب دیا۔ شاعری عرب قبائل میں منقسم ہو چکی تھی اور شاعرا پنے اپنے قبیلوں کی حمایت و موافقت میں سرگرم عمل تھے۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد سلام الاجمی نے "**کتاب الطبقات**" میں اس امر پہ سیر حاصل بحث کی ہے۔ اُن کے مطابق عہدِ جاہلیت میں شعر سب سے پہلے بنو ربیعہ میں مروّج ہوا جن میں عرب کے نامور شاعر مہلہل بن ربیعہ نے جنم لیا۔ مہلہل کا نام تو عدی تھا مگر اس کے شعروں کی نزاکت اور نفاست کی بنا پر لوگوں نے اسے مہلہل کا لقب عطا کیا اور وہ اپنے نام کی بجائے لقب سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ فرزدق نے بیان کیا ہے کہ قصیدے کی ابتداء مہلہل ہی نے کی اور وہ شعر و ادب کی دنیا کا بادشاہ اور بہت باعزت شخص تھا۔ وہ نہایت عمدہ شاعر مگر شاندار جنگجو بھی تھا۔ اس کا وار کم ہی ضائع جاتا تھا اور کلاب کی جنگ میں مہلہل بھی شامل تھا جس نے ابن حمام کا تعاقب کیا مگر وہ زخمی ہونے کے باوجود ان کے ہاتھ سے نکل بھاگا۔ اس سے قبل مہلہل زہیر بن جناب کی معیت میں بنی تغلب کی خیمہ گاہ پر حملہ آور ہوا تھا اور اس نے ان کے سرداروں جابر اور صنبل کو قتل کر دیا تھا۔ مہلہل سے بنو ربیعہ میں جو شعر کا سلسلہ شروع ہوا وہ بہت دیر تک جاری رہا کیونکہ عرب کے شاعروں کی عظمت امراؤالقیس بن حجر بھی تو اس کا بھانجا تھا اور عمرو بن کلثوم اس کا نواسہ تھا اور ربیعہ بن سفیان اور سعید بن مالک بھی انھیں میں سے تھے۔ طرفہ اور جریج کا تعلق بھی ربیعہ ہی سے تھا اور عرب میں شعر کے حوالے سے شہرت کی بلند منزلوں کو طے کرنے والا شاعر اعشیٰ بھی بنو ربیعہ ہی سے تھا۔ پھر شاعری بنو ربیعہ سے رخصت ہوئی اور بنو قیس کی طرف منتقل ہو گئی جنھوں نے نابغہ روزگار شاعروں کو جنم دیا اور اس میدان میں تب ان کا کوئی ثانی نہ تھا کہ ان کے ہاں نابغہ ذبیانی اور زہیر بن اسلمیٰ جیسے شعرا پیدا ہوئے جن کا عربوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اسی طرح لبید، حطیہ اور شماخ جیسے قد آور لوگ بھی انھیں میں شامل تھے۔ پھر مزرد، شماخ اور جزراً بھی انھیں میں سے تھے یہ تینوں سگے بھائی تھے اور ہجو کہا کرتے۔ تینوں صحابی رسول ﷺ ہیں وہ اکٹھے ہی نبی اکرم ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

پھر شعرا نے بنی تمیم کا رخ کیا اور ان کا شاعر خداش بن زہیر شہرت کی بلندیاں طے کرتا رہا۔ گرچہ اول اول بنو تمیم کے ہاں خداش کے علاوہ کوئی شاعر نہ تھا۔ پھر اوس بن حجران کے ساتھ آملا جو کبھی قبیلہ مضر کا شاعر ہوا کرتا تھا مگر اسے وہاں عزت و شہرت حاصل نہ ہو سکی۔ چنانچہ وہ بنو تمیم کی طرف منتقل ہو گیا۔ عربوں کا معروف مورخ اصمعی کہتا ہے کہ اوس خداش سے اچھا شاعر تھا مگر قبل اس کے کہ اس کی صلاحیتوں کو مکمل طور پہ جانا جاتا نابغہ ذبیانی کے دور کا آغاز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کسی نے حسان بن ثابتؓ سے پوچھا کہ عربوں کا بہترین شاعر کون سا ہے۔ تو حضرت حسان بن ثابتؓ نے دریافت کیا کہ شخصی حیثیت سے پوچھ رہے ہو یا قبیلے کی رو سے۔ تو پوچھنے والے نے کہا کہ قبیلے کی رو سے۔ تب انھوں نے جواب دیا کہ شاعری کے اعتبار سے عربوں میں افضل ترین قبیلہ بنو ہذیل کا ہے۔ ابن سلام جمعی کہتا ہے کہ ذوہیب عربوں کا بہترین شاعر تھا جس کا تعلق بنو ہذیل سے تھا اور ابو عمرو بن العلاء کہتا ہے کہ سب سے زیادہ فصیح اللسان اور عربیت سے مخمور وہ لوگ ہیں جو بلند مقامات کے رہنے والے ہیں اور یہ تین ہیں۔ یہ وہ پہاڑ ہیں جو تہامہ کے اوپر اس علاقے میں ہیں جو یمن سے متصل ہے۔

چنانچہ سب سے پہلے بنو ہذیل آتے ہیں جو تہامہ کے میدانی علاقوں کے آس پاس رہنے والے ہیں۔ پھر بجیلہ ہیں جو درمیانی بلندی پہ رہنے والے ہیں اور اس علاقے کی دوسری جہت سے بنو ثقیف ان کے شریک ہیں۔ پھر قبیلہ ازد کے لوگ ہیں۔ چنانچہ ابو عمرو کہتا ہے کہ فصیح ترین لوگ یا تو بنو تمیم کے وہ لوگ ہیں جو بلند حصوں کے رہنے والے ہیں یا پھر وہ لوگ ہیں جو بنو قیس کے نچلے حصے میں رہتے ہیں۔ تاہم بعض دیگر آئمہ ادب کا خیال ہے کہ جاہلیت میں یمنی قبائل کو شعر و ادب میں امراؤالقیس کی وجہ سے برتری حاصل تھی اور اسلام میں حسان بن ثابتؓ کی وجہ سے مسلمانوں کو برتری حاصل ہوئی اور مولدین میں ابونواس اور اس کے ساتھیوں مسلم بن ولید، ابوالشیص اور دعبل کی وجہ سے اہل یمن کو فصاحت اور لسان و ادب میں برتری حاصل تھی۔ کیونکہ اس سے اگلے دور میں بھی ان کے ہاں دو طائی شعرا نے بہت شہرت حاصل کی اور ان کی برتری کو قائم رکھا۔ جن کے نام ابوتمام اور بحتری تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ابوالطیب پہ عربوں کے ہاں سے شعر رخصت ہو گیا اور جاہلی ادب کا وہ باب بند ہو گیا جس کو بلاشبہ زبان و بیان کے حوالے سے انسانیت کے لیے سرمایہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ابو الطیب کا سلسلہ نسب بنو کندہ سے جا ملتا ہے اور ایک ضعیف روایت میں ہے کہ وہ کوفہ میں پیدا ہوا تھا جو بنو کندہ کا مسکن تھا ۔تاہم دیگر لوگوں نے اس کو قبول نہیں کیا اور یہی بتایا ہے کہ ابوالطیب کا اصل نسب معلوم نہ ہو سکا تھا۔

چنانچہ لوگوں نے کہا کہ عربوں میں شاعری بنو کندہ سے شروع ہوئی اور بنو کندہ ہی میں ختم ہو گئی۔ ان کا مراد یہ تھا کہ اس کا آغاز امراؤالقیس نے کیا تھا اور اختتام ابوالطیب پہ ہوا اور دونوں کا تعلق بنو کندہ ہی سے تھا۔ بعض نے کہا کہ شاعری ایک شہزادے سے شروع ہوئی اور ایک شہزادے ہی پہ ختم ہوئی اور ان کی مراد امراؤالقیس اور ابوالفراس بن الحرث سے تھی۔ تاہم بعض دیگر مورخین نے اس بات کا انکار کیا ہے اور کہا کہ شعر بنو ربیعہ طرف لوٹ گیا تھا جس طرح کہ اس کا آغاز بھی انھیں سے ہوا تھا اور ان کی مراد مہلہل اور ابوفراس سے ہے۔ اور جس بات پہ سب کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ شہری علاقوں میں سب سے عمدہ شاعر حسان بن ثابتؓ تھے۔

ابوعبیدہ نے کہا کہ جب کوئی شاعر جنگ کرتا ہے یا کسی سے مفاخرت کرتا تو وہ دو یا تین شعر کہتا یا اسی قدر اشعار کہتا اور رک جاتا۔ یہاں تک عجاج کا دور آیا اور اس نے اشعار کو لمبا کیا اور اسے قصیدہ بنا دیا۔ اس نے عشقیہ اشعار کہے اور کھنڈرات کا ذکر کیا، اپنی سواریوں کی صفت بیان کی، اپنے قبیلے کا تفاخر بیان کیا، اپنی جنگوں کے بیان کو بڑھایا اور اپنے آباء کی عظمت اور شجاعت اور سخاوت کو کھل کے بیان کیا۔ اس طرح عربوں کی شاعری کو رجز سے قصیدے میں بدل دیا۔ ابوعبیدہ نے مزید کہا کہ بہترین شاعر تو وہ ہے جس میں تو اپنی ہستی کو بھول جائے اور اس کے مطابق جس نے پہلے پہل رجز کو لمبا کیا اس کا نام اغلب عجلی تھا۔ تاہم دیگر بہت سے لوگوں نے دلائل سے اس بات کو رد کیا ہے اس لیے کہ ہم جانتے ہیں کہ اغلب عجلی تو نبی اکرم ﷺ کے دور میں گذرا ہے۔ اس نے آپ ﷺ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا جب کہ رجز تو اس سے بہت قدیم ہے۔ عربوں کی شاعری کے موضوعات میں بہت تنوع تھا کہ جس طرح اردو فارسی اور دیگر زبانوں کے شعرا عورت کی زلف کے ہی اسیر رہے۔ عربوں میں اس طرح نہ تھا بلکہ ان کی شاعری میں عورت کو بہت بعد میں داخل کیا گیا اول تو ان کی

شاعری میں صرف تفاخر تھا۔

عرب شاعری کو کمائی کا ذریعہ نہ بناتے تھے اور اگر کوئی شعر کہتا تو محض تفریح طبع کے لیے یا کسی کے احسان کا بدلہ چکانے کے لیے اور وہ بھی اس وقت جب وہ مفلس ہو اور مال سے احسان کا بدلہ چکانے کے قابل نہ ہو۔ تو وہ یہ سمجھتا کہ چونکہ عربوں میں اس کے لفظوں کی وقعت ہے اس لیے وہ اپنے لفظ کسی کی مدح میں استعمال کرتا اور عرب مال کے بدلے شعروں میں کی گئی مدح کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ چنانچہ یہی صورت تھی جب عربوں کے بڑے شعرا کسی کی مدح کرتے ورنہ عام طور پہ وہ لوگوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے اور وہ اسی وقت اپنے اشعار کو کسی کی مدح میں استعمال کرتے جب ان پہ کسی کا احسان موجود

اور وہ اس کا بدلہ چکانے میں بے تاب ہوں۔

چنانچہ امراؤالقیس بن حجر نے قوم تیم کی مدح میں یہ شعر کہے۔

اَقَرَّ حَشَی امرِیٔ القَیْسِ بنِ حُجْرٍ

بَنُوْ تَمِمٍ مَصَا بِیحُ الظّلَامِ

اور بنو تیم نے جو تاریکی میں چراغوں کا کام دیتے ہیں امراؤالقیس کا اندرون جسم ٹھنڈا کر دیا ہے۔

سَاَجْزِیْکَ الَّذِیْ دَافَعْتَ عَنِّیْ

وَمَا یُجْزِیْکَ عَنِّیْ غَیْرُ شُکْرِیْ

اور مدافعت تو نے میری طرف سے کی ہے میں تجھے اس کی جزا دوں گا اور میرے شکریے کے سوا کوئی چیز تجھے اس کی جزا نہیں دے سکتی۔

امراؤالقیس کے عہد تک شعرا کا یہی طریق تھا کہ وہ احسان کا بدلہ اسی طرح چکایا کرتے تھے۔ چنانچہ ان اشعار میں بھی امراؤالقیس نے یہی بتایا ہے کہ اس کا شکریہ ہر چیز سے بڑھ کے ہے۔ اس کے لفظوں کی عربوں میں بہت وقعت تھی۔ پھر

نابغہ ذبیانی کا دور آیا تو اس نے اس طریق کو بدل دیا اور بادشاہوں کی مدح کی اور اپنی شاعری کو رزق اور انعام حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا۔ وہ حیرہ کے بادشاہ نعمان بن المنذر کے آگے جھکا۔ حالانکہ نابغہ نعمان سے اپنے قبیلے کے ان لوگوں کے ذریعے جو اس کے ارد گرد تھے اور غسان کے ان بادشاہوں کی وجہ سے جن کے پاس وہ چل کر گیا تھا نعمان سے بچ سکتا تھا۔ لہٰذا اس کی قدر و منزلت گر گئی مگر اس نے مال بہت کمایا۔ بتایا گیا کہ نعمان نے اسے اتنے عطیے عطا کئے تھے کہ اس کا کھانا اور پینا سونے اور چاندی کے پیالوں اور برتنوں میں ہو گیا تھا۔ زہیر ابن اسلمیٰ نے ہرم بن سنان سے تھوڑا سا مال کمایا پھر اعشیٰ نے شاعری کو دولت کمانے کا ذریعہ بنانے میں کمال حاصل کیا اور شاعری کو مال تجارت بنا کے رکھ دیا۔ یہاں تک کہ وہ اس غرض سے ملک ملک پھرا اور اس نے کسریٰ ایران کا قصد بھی کیا جس نے اسے بڑے صلے سے نوازا اور بہت زیادہ عطیے عطا کیے۔ کیونکہ شاہ ایران کو علم تھا کہ اعشیٰ جو کچھ کہتا ہے عربوں کے ہاں اس کی بہت قدر و منزلت ہے اور اسی بنا پر اس نے اعشیٰ کو عطیات سے نوازا۔ حالانکہ جب اس کے سامنے اعشیٰ کے اشعار کی تشریح کی گئی تو اس نے اسے برا جانا اور حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ مگر عرب بادشاہوں کے طریقے پر چلتے ہوئے اس نے اپنے مہمان کو مایوس کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسے انعامات سے نوازا۔ اکثر علماء نے کہا ہے کہ اعشیٰ عربوں کا پہلا شاعر تھا جس نے شاعری کو ذریعہ سوال بنایا۔ حالانکہ لوگ جانتے ہیں کہ نابغہ اس سے بڑا ہے اور اس سے زیادہ قدیم شاعر ہے اور اس کے بارے میں بیان گذر چکا ہے کہ اس نے نعمان بن منذر کی مدح کی۔ تاہم اس کے بارے میں یہ قبیح بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ وہ منذر کے دربانوں کو رشوت دیا کرتا اور نعمان کے ندیموں کو بھی نوازا کرتا کہ وہ بادشاہ کے سامنے اس کا ذکر کرتے رہیں۔ مزید بیان کیا گیا کہ کسی نے عمرو بن العلاء سے پوچھا کہ نابغہ نے نعمان کے سامنے اس درجہ عجز کا اظہار کیوں کیا تھا تو اس نے فوراً جواب دیا کہ محض مال اور فربہ اونٹوں کے لالچ میں۔ رہا زہیر بن اسلمیٰ تو اس کے بارے میں بیان کیا گیا کہ وہ اس مقام تک کبھی نہ گیا کہ بادشاہ کے عطیے کے لیے خود کو ذلیل کرے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے جیسا کہ؛

> ''ایک بار حضرت عمرؓ کے پاس زہیر بن اسلمیٰ کی بیٹی کسی کام سے آئی تو حضرت عمر نے پوچھا وہ دوشالے کیا ہوئے جو تمہارے باپ کو ہرم بن سنان نے عطا کیے تھے تو اس نے فرمایا کہ زمانے نے ان کو بوسیدہ کر دیا۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن جو لباس تمہارے باپ نے ہرم بن سنان کو پہنایا تھا زمانہ اسے بوسیدہ کرنے سے قاصر رہا۔ اور ایک بار حضرت عمرؓ نے ہرم بن سنان کے بیٹے کو کہا مجھے وہ اشعار سناؤ جو تمہارے بارے میں زہیر بن اسلمیٰ نے کہے تھے اس نے وہ شعر حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیے تو حضرت عمرؓ نے کہا زہیر تمہارے بارے میں کیا عمدہ بات کہتا ہے اس پر سنان کے بیٹے نے جواب دیا کہ ہم نے بھی اسے کیا کیا خوب انعامات عطا کئے تھے۔ تب حضرت عمرؓ نے فرمایا جو کچھ تم نے اسے دیا تھا وہ تو جاتا رہا مگر جو کچھ

اس نے تمہیں دیا تھا وہ اب تک باقی ہے اور اس بات کا سنان کے بیٹے کے پاس کوئی جواب نہ تھا اور وہ صرف مسکرا کر رہ گیا "

اعشیٰ کے بعد حطیہ نے شاعری کے ذریعے خوب بھیک مانگی اور وہ اس ضمن میں دون ہمت ہو گیا یہاں تک کہ لوگ اس سے بغض رکھنے لگے اور اس کا گھرانہ ذلیل ہو گیا تاہم یہ بات ذہن میں رہے کہ عربوں میں صرف چند شعرا کا طرزِ عمل ایسا تھا ورنہ متقدمین میں اکثر شعرا کی طبیعت پر اس بات کا غلبہ تھا کہ وہ شاعری کو ذریعہ سوال بنانے سے نفرت کریں اور کسی کے مال و دولت پہ بہت ہی کم نگاہ رکھیں۔ البتہ ایسا سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں جس میں انسان کی عزت و مروت پہ کوئی حرف نہ آتا ہو۔ مثلاً یہ کہ اچانک ہی کوئی نادر واقعہ پیش آ جائے یا قحط کا سماں ہو یا اچانک کوئی بڑی مہم آ پڑے۔ اسی لیے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شعروں کے چند بیت جنھیں کسی عرب نے بنانا سیکھ لیا ہو کیا خوب ہیں کہ انسان اپنی ضرورت سے پہلے انھیں پیش کر سکے اور ہم دیکھتے ہیں کہ لبید بن ربعیہؓ کے پاس ولید بن عقبہ نے ایک سو اونٹ ذبح کرنے لیے بھیج دیئے اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ لبیدؓ بادِ صبا کے چلنے پہ سو اونٹ ذبح کیا کرتے ہیں اور ان دِنوں ان کے پاس سو اونٹ نہیں ہیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب لبیدؓ بوڑھے اور مفلس ہو چکے تھے اور وہ بادِ صبا کے چلنے پر عربوں کی دعوت کیا کرتے تھے جس کے لیے وہ سو اونٹ ذبح کرتے تھے تو جب ولید نے حضرت لبیدؓ کے ہاں سو اونٹ بھیجے کہ وہ انھیں ذبح کر کے اپنی روایت پوری کریں تو حضرت لبیدؓ نے اپنی بڑی بیٹی کو حکم دیا کہ اس آدمی کا شکریہ ادا کرو کیونکہ میری قوت تو جواب دے چکی ہے یہ الگ بات ہے کہ میں شاعروں کا سا جواب دینے سے عاجز نہیں ہوں۔ اس پہ حضرت ابن لبیدؓ کی بیٹی نے ولید بن عقبہ اور اس کے قبیلے کی مدح میں ایک قصیدہ کہا جس کے چند شعر یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔

إِذَا هَبَّتْ رِيَاحُ أَبِيْ عَقِيْلٍ
دَعَوْنَا عِنْدَ هَبَّتِهَا الْوَلِيْدَا

جب ابوعقیل ابن لبید کی ہوائیں چلنے لگتی ہیں تو اس وقت ہم ولید کو بلاتے ہیں۔

اَغَرُّ الْوَجْہِ اَبْیَضَ عَبْشَمِیّاً

اَعَانَ عَلٰی مُرُوْءَتِہٖ لَبِیْدَا

اور یہ بنی عبد شمس میں سے ہے اور اس کا چہرہ روشن اور چمکدار ہے اور اس نے لبید کی مروت کے معاملے میں مدد کی۔

بِاَمْثَالِ الْھِضَابِ کَاَنَّ رَکْباً

عَلَیْھَا مِنْ بَنِیْ حَامٍ قُعُوْدَا

اور انھوں نے ہماری مدد ٹیلوں جیسے اونچے اونٹوں سے کی اور یوں معلوم ہو رہا تھا کہ ان اونٹوں پہ نوح علیہ السلام کے بیٹے حام کی اولاد کا قافلہ سوار ہو۔

اَبَا وَھْبٍ جَزَاكَ اللّٰہُ خَیْراً

نَحَرْنَا ھَا وَاَطْعَمْنَا الثَّرِیْدَا

اے ابو وہب خدا تمہیں جزائے خیر دے! کہ ہم نے تمہارے بھیجے اونٹوں کو ذبح کر کے لوگوں کو ثرید کھلایا ہے۔

فَعُدْ اِنَّ الْکَرِیْمَ لَہٗ مَعَادٌ

وَظَنِّیْ بِابْنِ اَرْوٰی اِنْ یَعُوْدَا

آپ ایک بار پھر ہماری مدد کریں کیونکہ سخی بار بار ایسا کیا کرتے ہیں اور ابن اروی کے متعلق مجھے یقین ہے کہ وہ پھر ایسا کرے گا[10*]''۔

چنانچہ حضرت لبیدؓ کی بیٹی نے یہ اشعار لکھ کر اپنے باپ کو دکھائے تو باپ نے کہا کہ شعر عمدہ ہیں بس آخری شعر مٹا دو کہ مجھے مانگنا کبھی بھی اچھا نہیں لگا۔ چنانچہ اہل عرب بیان کرتے ہیں کہ شروع شروع میں ان کے ہاں خطیب کے مقابل شاعر کی زیادہ قدر و منزلت تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مخالفین کو جواب دیتے، اور اپنے قبیلے کی حمایت کرتے اور جب دوسرا قبیلہ جان جاتا کہ ان کا شاعر پختہ ہے تو وہ ان کی ہجو سے باز رہتا اور ان کا یہ خوف جاتا رہتا اور یہ سب اس شاعر کی وجہ سے ہوتا جو ان کی حمایت کیا کرتا، اور دوسرے قبیلے کا شاعر دبکا رہتا اور ان پر حملہ نہ کرتا کیونکہ وہ جانتا کہ ادھر سے بھی برابر کا جواب آئے گا۔ تو ان کے ہاں شاعر کی ذات کے حوالے سے تکریم کے کئی مناصب تھے مگر جب ان شعرا نے اپنی شاعری کو کمائی کا ذریعہ بنا لیا اور اپنے لفظوں کو وجہ معاش قرار دیا اور شاعری کی وجہ سے لوگوں کی عزتوں کے والی بن گئے اور ان کی توہین کرنے لگے تو خطابت شاعری سے درجہ بہ درجہ بلند ہونے لگی اور لوگ شاعروں سے بے زار ہو گئے۔
مگر بہت سے شعرا اپنے اسی طرز عمل پہ قائم رہے یہاں تک کہ رذالت ان میں عام ہو گئی اور ان کو لوگوں کے مال کا چسکہ پڑ گیا حرص و آز بڑھ گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگوں کے آگے جھکے اور ذلت کے اس مقام پہ آن ٹھہرے جہاں لوگ ان سے بے زار ہو گئے۔ تاہم اکثریت شعرا کی حالت یہ تھی کہ انھوں نے اپنے ذاتی وقار کو قائم رکھا اور اپنی قدر و قیمت کو پہچانا اور اپنے دامن کو مرتے دم تک ان علائق سے آلودہ نہ ہونے دیا جو شان مردانگی کے خلاف ہوں۔ انھوں نے اپنی آبرو کی حفاظت کی اِلا یہ کہ وہ عاجز آ جائیں اور اس مقام تک پہنچیں جہاں مردار بھی حلال ہو جائے۔ رہے وہ لوگ جنھیں قوت لایموت حاصل تھی تو ان کے لیے شاعری کو ذریعہ گداگری بنانے کی کوئی وجہ اور جواز موجود نہ تھا اور عربوں کے شعرا کے بیان میں یہ ہے کہ ان کا تذکرہ اتنا بسیط ہے کہ ہم اس تک نہیں پہنچ سکتے اس لیے ہم یہاں عرب کے صرف چند مشہور شعرا کا تذکرہ کرنے پہ ہی اکتفاء کریں گے۔

شعرائے عرب

کچھ نام لفظ جن کے قیدی تھے، کچھ لوگ جو آبروئے لفظ تھے۔

اہل عرب فصاحت و بلاغت کے اس مقام پہ تھے کہ ان کی باتوں سے دانش ٹپکتی تھی ان کے اعمال سے سخاوت اور ان کی آنکھوں سے ان کی دلیری جھانکتی تھی۔ بادیہ نشینی نے عربوں کے ہاں اس اسلوب کو جنم دیا جسے لوگ سادگی کہتے ہیں۔ مگر دراصل وہ ان کی بے نیازی تھی جو انھوں نے دنیا سے روا رکھی۔ زبان و ادب میں اپنی ماعصر اقوام پہ ان کی برتری سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے کسی بھی پہلو سے ناآشنا نہ تھے بلکہ انھوں نے ارادی طور پہ ایسا سماج وضع کر رکھا تھا جس میں دنیا سے رغبت اور بے نیازی دونوں پائی جاتی تھیں۔ عرب کے شدید موسموں نے ان کے مزاج کو بے ساختہ ڈھال دیا تھا جس میں ایک مخصوص اخلاقی رفعت پائی جاتی تھی۔ اور اسی کی ایک جھلک ہم نے عرب شعرا کے کلام میں بھی پائی۔ عرب کی تاریخ لکھنے والے اماموں نے بیان کیا ہے کہ عربوں میں ہزاروں شاعر ہو گزرے ہیں مگر بڑے شاعر چار ہی ہیں۔ امراؤ القیس جو حیرہ کا شہزادہ تھا اور اسی کو عربوں کا سب سے بڑا شاعر بھی کہا جاتا ہے۔ پھر زہیر بن ابن اسلمی ہے، پھر نابغہ ذبیانی ہے اس کے بعد اعشیٰ کو عربوں کا اعلیٰ شاعر مانا جاتا ہے علامہ محمود شکری آلوسی "**بلوغ الادب**" میں لکھتے ہیں کہ امراؤ القیس بہترین شعر کہتا ہے جب وہ سوار ہو، زہیر تب عمدہ شعر کہتا ہے جب اس کی کوئی آرزو پوری ہو، نابغہ خوف کا شاعر ہے جب وہ کسی امر سے خوفزدہ ہو جائے تو اس سے بہترین شعر آورد ہوتے ہیں۔ رہا اعشیٰ تو وہ جب شراب اس کے دماغ کو الٹ

دے تب ہی وہ اچھا شعر کہتا ہے۔ تاہم یہ ایک اختلافی امر ہے کہ عربوں کا سب سے بڑا شاعر کون تھا اس لیے کہ یہ فیصلہ بجائے خود ایک مشکل امر تھا کہ کس کو عرب شاعروں کا سردار کہا جائے تاہم اللہ کے نبی چونکہ خصوصی علم کے حامل ہوتے ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے امراؤالقیس کو عربوں کا امیر الشعرا کہہ دیا تو کہ قضیہ خود ہی ختم ہو گیا اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے اسی موقع پر امراؤالقیس کو جہنمی بتایا تھا۔ قبل ازیں جب ابھی لبید ابن ربیعہ العامری نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تو کسی نے اس سے سوال کیا کہ عربوں کا سب سے بڑا شاعر کون ہے تو اُس نے کہا؛ گمراہ بادشاہ جس سے اس کی مراد امراؤالقیس سے تھی، پھر کہا اس کے بعد طرفہ بن عبید ہے، پھر کہا اس کے بعد کھونٹے والا ہے یعنی ابو عقیل اور یہ خود ابن لبید ہی کی کنیت تھی۔ دوسری طرف ابن العربی کا دعویٰ ہے کہ زہیر ہی عربوں کا سب سے بڑا شاعر ہے اس کا پورا خاندان شاعر تھا۔ زہیر مختصر الفاظ میں جہان معنی کو آباد کر دیتا ہے وہ بیہودہ گوئی اور فضول باتوں سے اپنے کلام کا معیار گرنے نہیں دیتا بلکہ اُس کے پیش نظر ہمیشہ اعلیٰ مقاصد ہی رہے۔ مدح کے میدان میں زہیر کا ثانی کوئی نہ تھا اور وہ مدح میں سب سے زیادہ مبالغہ کرنے والا تھا۔ زہیر بن اسلمیٰ کے بیٹے کعب بن زہیر نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں بانت سعد جیسا عالی شان قصیدہ کہا۔ جب کہ زہیر بن اسلمیٰ نے حرم بن سنان کے متعلق ایک شاندار قصیدہ لکھا۔ کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ زہیر ایک ماہ میں ایک قصیدہ نظم کرتا مگر وہ اس کی اصلاح میں پورا سال لگا دیتا تھا۔ زہیر عربوں کا بہت ہی صاحب دانش آدمی تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی ایک روز اُس نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا مجھے اس بات کا احساس ہونے لگا ہے کہ عرب کی اس زمین میں کوئی بڑا انقلاب آنے والا ہے یا شاید اللہ اپنے کسی رسول کو یہاں بھیجے تو جب اللہ کا وہ پیغمبر خود کو ظاہر کر دے تو اُن پر ایمان لانے میں دیر نہ کرنا۔ یاد رہے کہ یہ انھی دِنوں کی بات ہے جب رسول اللہ ﷺ غار حرا میں تکوین عالم پر تدبر کرنے کے لیے گوشہ نشین رہا کرتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب اپنی بعثت کا اعلان کیا تو زہیر بن اسلمیٰ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ایک سال بھی پورا نہ ہوا تھا۔

خود زہیر بن اسلمیٰ کو بھی یہ احساس تھا کہ شاید وہ کسی بہت بڑی نعمت سے محروم رہ جائے گا۔ جب زہیر بن اسلمیٰ کے بیٹے کعب بن زہیرؓ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لے آئے تو انھوں نے بیان کیا ایک روز مجھے میرے باپ زہیر نے بتایا کہ آج رات میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک بہت ہی چمکدار رسی آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے اور لوگ اسے پکڑنے کے لیے دوڑ رہے ہیں میں نے بھی اس رسی کو پکڑنے کا ارادہ کیا مگر میں جونہی رسی کے قریب جاتا ہوں وہ آسمان کی طرف اس قدر اُٹھ جاتی ہے کہ وہ میری نظروں کے سامنے رہتی ہے مگر میری پہنچ سے دور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حقیقت میں بھی ایسا ہی ہوا کہ اعلان نبوت سے پہلے ہی زہیر بن اسلمیٰ خاک نشین ہو گیا جو ایک عہد ساز شاعر تھا۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ زہیر بن اسلمیٰ اُن لوگوں میں شامل تھا جو زمانہ جاہلیت میں بھی جاہلیت سے ایک فاصلے پر رہے ۔ چنانچہ زہیر کے کلام سے اس امر کا احساس پختہ ہو جاتا ہے کہ روز قیامت پر یقین رکھتا تھا۔ اُس کا ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ

وہ نہ صرف خود عربوں کا سب سے بڑا شاعر تھا بلکہ اُس کا پورا خاندان ہی اعلیٰ درجے کا شاعر تھا۔ زہیر کا باپ بھی شاعر تھا ،خود زہیر تو عرب شعرا کا سردار تھا تو اُس کے بیٹے کعب بن زہیر اور بجیر بن زہیر بھی اعلیٰ درجے کے شاعر تھے، زہیر بن اسلمٰی کی بہن سلمٰی بھی شاعرہ تھی، اُس کی دوسری بہن خنسا بھی اپنے زمانے کی عمدہ شاعرہ تھی پھر اُس کا پوتا المضرب بن کعب بھی اعلیٰ درجے کا شاعر تھا پھر المضرب کا بیٹا مضرب بن العوام بھی عمدہ شاعر تھا۔

چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ عرب کے جاہلی معاشرے میں عمدہ شعر کہنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی جنھوں نے اپنے اشعار سے لوگوں کے ذہنوں کو رونق بخشی اور زندگی کے ہر ہر پہلو پر اپنی رائے کچھ اس انداز سے دی کہ وہ امر ہو کر رہ ضرب المثل بن گئی اور رہتی دنیا تک اپنے خالق کے نام کو زندہ رکھنے کا باعث ہوئی۔ عرب شعرا بے پناہ ہیں اور ان کی شاعری بے انت اس لیے ہم نے نہایت اختصار سے عرب شعرا کا تعارف پیش کیا ہے۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب "**الشعر للشعرا**" میں لکھا ہے کہ عرب شعر و ادب ایک ایسا سمندر ہے جس میں ڈوب کر پھر سے ابھرنا ایک ناممکن کام ہے۔ عرب کے شاعروں کا کلی علم تو ممکن نہیں تاہم جن کو ہم جانتے ان کے نام درج کئے دیتے ہیں تا کہ اس خلا کو کسی حد تک پورا کیا جا سکے جو طوالت کے خوف سے اس مضمون میں رہ گیا ہے۔ اوس بن حجر الاسدی، طرفہ بن العبد، بشر بن ابی حازم، الاخواہ الودی، عبید بن الابرص، المرقش، مہلہل ،الاسود بن یعفر ،ابوداواہ الایادی، لقیط بن معبد الایادی، حاتم الطائی، عمرو بن کلثوم، عنترہ بن شداد، شداد العبسی ، جریر بن عبد المسیح، طفیل الغنویؒ الاضبط بن قریع السعدی ، عدی بن زید العبادی، الحارث بن حلزۃ یشکری، قیس بن ساعدہ الایادی، عائذ بن محصن ،المغرق العبدی، عبد قیس بن خفاف، الشنفری، عروۃ بن الورود، افنون التغلبی، قیس بن الحطیم، جمیمہ بن الجلاح، عامر بن طفیل، ابوطمحان القینی ،کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی، العلاء بن الحضری، النمر بن تولب العقلی ، نابغہ جدی، الحطیئہ، ابوذویب الہذلی، المتنخل الہذلی، ابوصخر الہذلی، تمیم بن مقبل، عبدۃ بن الحبیب، حمید بن ثور، مہتم بن نویرہ، درید بن العصمہ ،سوید بن ابی کامل، النجاش الحرثی الشماخ بن ضرار، عمرو بن معدیکریب، عمرو بن الاہتم ، سحیم بن عبد الحساس، ابومحجن الثقفی ،کعب بن سعد، معن بن اوس، کعب بن جعیل ، زیاد بن زید العذری، ابوالاسود الدئلی ، زفر بن الحارث، عبداللہ قیس الرقیات، المتوکل اللیثی کا شمار بھی عرب کے مقبول شعرا میں ہوتا تھا اور ان لوگوں کے کلام نے اہل عرب کی زبان و ادب میں برتری کو ثابت کیا۔

امراؤالقیس

ایک آوارہ گرد،ایک شہزادہ،ایک ماہر شمشیر زن،ایک شاعر!

امراؤالقیس بلاشبہ عہدِ جاہلیت کا سب سے بڑا شاعر تھا۔جس پہ عربوں کو بجا طور پہ ناز تھا۔اس نے اپنا بچپن اور جوانی عیش وعشرت میں گزارے۔وہ ایک شہزادہ تھا اور اس کی زندگی گزارنے کا طریق بھی شہزادوں جیسا ہی تھا۔امراؤالقیس نے عرب شاعری کو نئی جہتیں عطا کیں اور اہلِ عرب کو قصیدہ سے روشناس کرایا۔وہ بہادر اور شہ سوار بھی تھا مگر اس کی زندگی عام طور پہ جنگ وجدل سے عاری اور شعروسخن سے مزین نظر آتی ہے۔شعرا کے بیان میں اس کا تذکرہ سب سے پہلے کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ واقعتاً دنیا کا سب سے بڑا شاعر تھا اور مجھے اس بات پہ اتنا ہی یقین ہے جتنا کی سورج کے نکلنے اور ڈوبنے پہ یقین ہے اور اس یقین کی وجہ یہ ہے کہ عرب تو اسے اپنا سب سے بڑا شاعر مانتے ہی تھے مگر نبی اکرم ﷺ نے بھی اسے امیر الشعراء قرار دیا تھا اس لیے کہ ایک دفعہ جب خیرالانبیاء سیّدالصفحا محمد ﷺ کی مجلس میں اس کا ذکر چلا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کا دنیا میں تو بہت نام تھا مگر آخرت میں اس کو بالکل فراموش کر دیا جائے گا اور جب یہ قیامت کے دن حاضر ہوگا تو اس کے ہاتھ میں شعرا کا علم ہوگا اور یہ شعرا کی قیادت کرتے ہوئے انھیں لے کر جہنم میں اتر جائے گا۔روایت ہے کہ نبی

پاک ﷺ کی زبان مبارک سے ان الفاظ کے ادا ہونے کے بعد عرب کے دوسرے شاعر امراؤالقیس سے حسد کیا کرتے کہ کاش روزِ محشر شعرا کے سردار وہ ہوتے چاہے اس کے بدلے انھیں جہنم میں ہی جانا پڑتا اور راوی نے اس سلسلے میں حضرت لبیدؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کا نام بھی لیا ہے کہ انھوں نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں میں شعرا کی قدر و منزلت کس قدر زیادہ تھی اور وہ لوگوں میں کس قدر قابل عزت تھے۔ جاہلیت کے شعرا کے برعکس امراؤالقیس نے لمبی بحر کی نظمیں کہیں اور لوگوں کے قصائد لکھے۔ یاد رہے کہ امراؤالقیس ہو یا کوئی اور عرب شاعر ان کا کلام طویل اور بے پناہ ہوتا جس کو بیان کرنا استطاعت سے باہر ہے اس لیے ہم مختصر انتخاب پہ ہی اکتفاء کریں گے تاکہ عرب شعرا کے رجحانات ان کے مضامین اور ان کی ذہنی پختگی سے واقفیت حاصل کر سکیں۔ امراؤالقیس رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے ٹھیک پچاس سال پہلے وفات پا گیا تھا۔

امراؤالقیس کی شاعری سے کچھ انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

اَلْبِرُّ اَنجَحُ مَا طَلبَسْتَ بِہٖ
وَا لْبِرُّ خَیْرُ حَقِیْبَۃِ الرَّحْلِ

سب سے زیادہ کارگر چیز جس کی مدد سے تو کسی چیز کا خواہاں ہو وہ نیکی ہے اور نیکی ہی انسان کا بہترین ذخیرہ ہے۔

اور اس کی مشہور ضرب المثال میں سے ایک اس کا وہ شعر ہے جس میں اس نے یہ بیان کیا ہے کہ جب مال کثیر کا ملنا دشوار ہو جائے تو انسان کو چاہیے کہ وہ تھوڑے مال پہ ہی راضی ہو جائے۔

اِذَا مَا لَمْ تَکُنْ اِبِلٌ فَمِعْزًی
کَاَنَّ قُرُوْنَ جِلَّتِھَا العَصِیُّ

اور جب اونٹ نہ ہوں تو بھیڑ بکریاں ہی سہی جن میں سب سے بڑی بکریوں کے سینگ لاٹھیوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔

فَتَمْلَا بِيْتَنَا اَقِطاً وَ سَمْنًا
وَحَسْبُکَ مِنْ غِنىً شِبْعٌ وَرِىٌّ

تاکہ یہ ہمارے گھر کو پنیر اور گھی سے بھر دیں تمہارے لیے سیر ہو کر کھانا کھا لینا اور سیر ہو کر پینا کافی مالداری ہے۔

تاہم امراؤالقیس کے مندرجہ ذیل اشعار ایک شاعر کا ذہنی تضاد بیان کرتے ہیں کہ ان میں اس کی خواہش بالکل بدل کے رہ گئی ہے اور اس میں وہ بلند ہمتی اور بڑے اہداف کی طرف بڑھنے کی دعوت و ترغیب دیتا نظر آتا ہے۔

فَلَوْ اَنَّ مَا اَسْعٰی لِاَدْنٰی مَعِيْشَةٍ
كَفَانِىْ وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِنَ الْمَالِ

اگر میں معمولی زندگی کے لیے کوشاں ہوتا تو مجھے تھوڑا سا مال کافی تھا اور پھر میں ملک حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتا۔

وَ لٰكِنَّمَا اَسْعٰی لِمَجْدٍ مُؤَثَّلٍ
وَقَدْ يُدْرِكُ الْمَجْدَ الْمُؤَثَّلَ اَمْثَالِىْ

لیکن میں تو مضبوط جڑوں والی بزرگی حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہوں اور میرے جیسے لوگ کبھی ایسی بزرگی پا بھی لیتے ہیں۔

وَقَا هُمْ جَدُّ هُمْ بِبَنِی اُبَیْهُمْ

وَبِا لَا شْقَیْنِ مَا حَلَّ الْعِقَا بُ

اور بنو اسد کو ان کی خوش بختی نے بنو کنانہ کے ذریعے جو انھیں کے باپ کی اولاد تھے بچا دیا اور عذاب بد بخت بنو کنانہ پہ نازل ہو گیا۔

اَرَ اھُنَّ لَا یُحْبِبْنَ مِنْ قَلَّ مَا لُہٗ

وَلَا مِنْ رَاَیْنَ الشَّیْبَ فِیْہِ وَقَوَّسَا

اور میں دیکھتا ہوں کہ عورتیں کم مال والے شخص کو پسند نہیں کرتیں اور نہ ہی اس شخص کو پسند کرتی ہیں جو بوڑھا ہوا اور کمان کی طرح کبڑا ہو چکا ہو۔

اَلَا اِنَّ بَعْدَ الْعُدْمِ لِلْمَرْءِ قَنْوَۃً

وَبَعْدَ الْمَشِیْبِ طُوْلَ عُمْرٍ وَمَلْبَسَا

یاد رکھو کہ متاجی کے بعد انسان مالدار بھی ہو جاتا ہے اور انسان بوڑھا ہو جانے کے بعد بھی دیر تک زندہ رہتا ہے اور لباس پہنتا ہے۔

وَقَدْ طَوَّفْتُ فِی الْاٰفَا قِ حَتّٰی

رَضِیْتُ مِنَ الْغُنِیْمَۃِ بِالْاِ یَابِ

میں نے دنیا میں خوب چکر کاٹے ہیں اور بالآخر گھر واپس آنے ہی کو غنیمت جانا اور اسی پہ راضی ہو گیا۔

إِذَا المَرْءُ لَمْ يَخْزِنْ عَلَيهِ لِسَانَهُ
فَلِيْسَ عَلَى شَئيٍ سِواهُ بِخزَّان

اور جب انسان اپنی زبان یعنی اپنے رازوں کو محفوظ نہیں رکھ سکتا تو پھر وہ کسی چیز کو بھی محفوظ نہیں رکھ سکتا۔

فَاَنَّکَ لَمْ یَفْخَرْعَلَیْکَ کَفَاخِرٍ
ضَعِیْفٍ وَلَمْ یَغْلِبْکَ مِثْلُ مُغَلَّبٍ

تمہارے خلاف کمزور انسان کی شیخی کسی نے نہ بگھاری ہوگی اور تم پہ مغلوب سے بڑھ کر کسی نے غلبہ نہ پایا ہوگا۔

وَلَیْلٍ کَموجِ البَحْرِاَرخَیٰ سُدُوْلَہُ
عَلَیَّ با نواعِ الھُمُوْمِ لِیَبْتَلِیْ

اور کتنی ہی راتیں سمندر کی موجوں کی طرح ہولناک تھیں جنھوں نے مجھے آزمانے کے لیے قسم قسم کے غم ساتھ لے کر مجھ پر اپنے تاریک پردے ڈال رکھے تھے۔

فَقُلْتُ لَہٗ لَمَّا تَمَطّٰی بِصُلْبِہٖ
وَاَرْدَفَ اعجازاً وَنَاءَ بِکَلْکلِ

جب یہ رات اپنے سینے یعنی ابتدائی حصے کو لے کر اٹھی پھر پیٹھ یعنی درمیانی حصے کو لمبا کیا اور پچھلے حصے کو پیچھے کی طرف نکالا تو میں نے اس سے کہا کہ،

اَلَا اَیُّھَا اللَّیْلُ الطّوِیْلُ اَلَا انْجِلِیْ

بِصُبْحٍ وَمَا اِلَا صُبَاحَ مِنْکَ بِاَمْثَلِ

اے لمبی کالی رات کیا تو صبح میں تبدیل نہ ہوگی؟ مگر صبح بھی کیا ہے کہ وہ بھی تیری ہی طرح ہے کہ عاشق کی صبح فرقت بھی شب فرقت سے کم سیاہ نہیں ہوا کرتی۔

اَفَا طِمَ مَھْلَا بَعْضَ ھَذاّ التَدَلّلِ

وَاِنْ کُنْتِ قَدْاَزمَعْتِ صَرْمِی فَاَجْمِلِی

اے فاطمہ (شاعر کی محبوبہ) یہ ناز و انداز ذرا ٹھہر ٹھہر کے دکھا اور اگر تو نے سمجھ سے قطع تعلق کر لیا ہے تو

ذرا اچھے طریقے سے کر۔

وَاِنْ کُنْتِ سَاءَ تْکِ مِنّی خَلِیْقَۃٌ

فَسُلّی ثِیَا بِیْ مِنْ ثَیَا بِکِ تَنْسُلِ

اگر تجھے میری کوئی خصلت بری معلوم ہوئی ہے تو میرے دل کی محبت اپنے دل سے نکال دے تب تو مجھ سے جدا ہو سکے گی۔

وَمَا ذَرَفَتْ عَیْنَا کِ اِلاّ لِتَضْرِیْ

بِسَھمَیْکَ فِیْ اَعْشَارِ قَلْبٍ مُقتَّلِ

تیری دونوں آنکھوں سے صرف اس لیے آنسو بہے تھے کہ تو ان دونوں تیروں کو میرے خستہ و خراب دل کے دسوں ٹکڑوں کو حاصل کرنے کے لیے دے مارے۔

ہزار سال سے زیادہ وقت گذرا کہ یہ تخیل سفر کرتا ہوا ہمارے ہاں پہنچا اور غالب نے اسی خیال کو اس طرح بیان کیا۔

(تیری طرح کوئی تیغ نگاہ کو آب تو دے)

كَانَّ قُلُوْبَ الطَّيْرِ رَطْبًا وَ يَا بِسًا

لَدَىٰ وَكْرِهَا الْعُنَّابُ والحَشَفُ البا لِیْ

اس عقاب کے گھونسلے میں پرندوں کے سوکھے ہوئے دل پرانی اور بوسیدہ کھجوریں اور تازہ دل عناب معلوم ہو رہے تھے۔

كَانَّ عُيُوْنَ الوَحْشِ حَوْلَ خِبَا ئِنَا

وَاَرحُلِنَا الجَزْعُ الذّی لَمْ يُشَقَّبِ

کثرت شکار کی وجہ سے ہمارے خیموں اور پالانوں کے گرد جنگلی جانوروں کی آنکھیں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے وہ بید سلیمانی کے مہرے ہوں[*11]

چنانچہ عربوں کے آوارہ گرد شہزادے اور مشہور شاعر امراؤالقیس کو جب اس کے باپ کے قتل کی خبر دی گئی تو اس وقت وہ شراب پی رہا تھا۔ امراؤالقیس کی اپنے باپ کے ساتھ کبھی نہ بنی تھی اس کا باپ حجر اس کی شعر گوئی کو ناپسند کرتا تھا اور اس لیے اس نے مدتوں سے امراؤالقیس کو اپنے گھر سے نکال رکھا تھا۔ پھر جب امراؤالقیس کا ایک دوست الاعور العجلی اس کے پاس اس کے باپ کے قتل کی خبر لے کے آیا تو امراؤالقیس شراب کے نشے میں بہک رہا تھا۔ یہ خبر سن کر اس نے کہا میرے باپ نے میرا بچپن تو ضائع کر ہی دیا تھا اب جب کہ میں جوان ہوا ہوں تو میرے کندھوں پہ اپنے خون کا بوجھ لا دیا

ہے۔لہٰذا آج تو میں شراب پیوں گا اور جی بھر کے پیوں گا اور کل سے اس بھاری پتھر کو اٹھانے کی کوشش کروں گا جو میرے باپ نے میری خواہش کے برعکس مجھ پہ لاد دیا ہے۔آج تو میں کسی صورت ہوش میں نہیں رہنا چاہتا مگر کل سے یہ مستی نہ رہے گی۔چنانچہ اس نے سات بڑے بڑے ساغر شراب کے پیے اور مدہوش ہو رہا۔ہوش میں آنے کے بعد خود کو ملامت کی اور جام توڑ کے پرے پھینک دیا اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ اپنے باپ کے قتل کا بدلہ نہیں لے لیتا نہ جام اٹھائے گا نہ اپنے سر کو دھوئے گا اور اس کا حلت الی الخمر کہنے کا یہی مقصد تھا اور عرب اس مفہوم کو عرصے سے ادا کرتے چلے آئے ہیں تاہم اسماعیل بن عبداللہ موصلی نے اپنی کتاب" **الاوائل** "میں لکھا ہے کہ امراؤالقیس ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حلت الی الخمر کی اصطلاح کو اپنے اشعار میں استعمال کیا اگر چہ لوگ اس سے قبل بھی خود پہ شراب حرام کرتے چلے آئے ہیں۔

چنانچہ اگلے دن عرب رواج کے مطابق امراؤالقیس نے اپنے ماتھے پہ سرخ رنگ کا کپڑا باندھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس کے ارادوں کی خبر اس کے باپ کے قاتلوں کو ہو جائے اور عرب پشت پہ وار کرنے کو ہیچ تصور کرتے تھے اور مقابل کو حملے سے پیشتر ہی آگاہ کرتے اور اسی کو وہ مردانگی تصور کرتے تھے۔چند دنوں میں امراؤالقیس نے ان تمام لوگوں کو اپنے گرد اکھٹا کر لیا جو اس کی عظمت کے قائل تھے اور اس کی خاطر جان تک قربان کرنے کو تیار تھے۔اس کے علاوہ اس نے حمیر اور دیگر قبائل سے مدد بھی طلب کی اور بہت سے غنڈوں اور مفت خوروں اور ڈاکوؤں کو بھی اپنے ساتھ ملایا اور بنو اسد پہ چڑھائی کر دی۔بنو اسد امراؤالقیس کی طرف سے اتنے سخت حملے کی توقع نہ کر رہے تھے وہ امراؤالقیس کو ایک ملوک سا نوجوان تصور کرتے تھے جو صرف لفظوں سے کھیلنا جانتا ہے۔مگر امراؤالقیس کے حملے نے ان کی اس خوش فہمی کو دور کر دیا حقیقت یہ ہے کہ امراؤالقیس ہر عرب کی طرح نہ صرف غیرت مند تھا بلکہ تلوار کا بھی دھنی تھا۔اس لیے دن کے پہلے پہر تو بنو اسد کے جوانوں نے ناچار اس حملے کا مقابلہ کیا مگر دن کے پچھلے حصے میں امراؤالقیس کے حملہ کا بے پناہ دباؤ برداشت کرنا ان کی استطاعت سے باہر ہو گیا تو وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔اب بنو اسد آگے آگے بھاگ رہے تھے اور امراؤالقیس کے ساتھی ان کے پیچھے تھے سامنے پہاڑ تھا جس پہ چڑھتے ہوئے بنو اسد کے اونٹ ہانپ رہے تھے اور ان کے گھوڑے تھک چکے تھے۔ابھی دن پوری طرح نہ ڈوبا تھا جب امراؤالقیس نے ان کو جا لیا اور جلد ہی ان پہ قابو پا لیا۔امراؤالقیس نے ان کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اپنے باپ کے قاتل حملہ بن اسد کو ہلاک کیا اور اس کے دونوں بیٹوں عمرو اور کاہل کو نہ صرف قتل کیا بلکہ ان کی لاش کا مثلہ بھی کیا اور ناک کان کاٹ لیے۔

امام کلبی نے کندہ کے شیوخ سے روایت کی ہے کہ امراؤالقیس نے ان کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھرائیں اور زرہوں کو تپا کر ان کو پہنایا اور ان پہ جو ظلم اس سے بن پڑا اس نے ڈھایا اور ابو سعید عسکری نے بھی اسی قسم کی باتیں بیان کی ہیں جن میں یہ بھی ہے کہ امراؤالقیس نے ان کے بہت سے لوگوں کو پہاڑ کی چوٹی پہ ہلاک کیا اور ان کا خون بہہ بہہ کر پہاڑ کے دامن تک پہنچتا تھا۔چنانچہ اپنی اس فتح کے خمار میں چاہے کوئی عام عرب ہوتا شعر ضرور کہتا اور وہ تو عربوں کا ایسا شاعر تھا جس کی مثل تلاش کرنا ممکن نہ تھی وہ لب گزیدہ کیسے رہ سکتا تھا۔چنانچہ امراؤالقیس نے اس موقع پہ قصیدہ کہا اور کیا خوب کہا

جس کا ذکر کئے بغیر یہاں سے گزرنا امر دشوار ہے۔لہٰذا اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس قصیدے کے چند منتخب اشعار پیش کئے جاتے ہیں اس لیے کہ یہ پورا قصیدہ تو سینکڑوں اشعار پہ مشتمل ہے جس کو بیان کرنا یہاں ممکن نہیں۔

فَادَّرَکْنَاَ الثَّارَ مِنھُم وَلَمَّا

یَنْجُ مِلحِیَّیْنِ اِلاَّ اَلاَقَلَّ

ہم نے ان سے خون کا بدلہ لے لیا اور ان دونوں قبیلوں میں سے چند آدمیوں کے سوا کوئی نہ بچا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

قُوْلَا لِدُوْدَنَ عَبِیْدِ العَصَا

مَا غَرَّکُمْ بِالاَسَدِ البَاسِلِ

قبیلہ دودان سے جو لاٹھی کے بندے ہیں کہ تم نے بہادر شیر جیسے میرے باپ کو قتل کرنے کی جرأت کیسے کی۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اَتَسْقِنِیْ الخَمْرَ اِنْ لَمْ یَرَوْا

قَتْلِی ٗفِسئا مَا بِاَبِیْ السفَاضِلْ

جب تک تم مجھے اپنے صاحبِ فضیلت باپ کے بدلے میں گروہ در گروہ قتل کرتے ہوئے نہیں دیکھ لیتے مجھے شراب پیش مت کرنا۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

حَتّٰی اُبِیْرَ الحَیَّ مِنْ مَالِكٍ
فَتْلاً وَمِنْ یَشْرُفُ مِنْ کَاھِلِ

تا آنکہ میں مالک کے قبیلے کو قتل کر کے تباہ نہ کرلوں اور ان کے قبیلے شرفاء کو ذلیل نہ کرلوں۔

وَمِنْ بَنِیْ غَنْمِ بِنْ دُوْدَانَ اِذْ
نَقْذِفُ اَعْلَا ھُمْ علی السَّافِلِ

اور بنی غنم بن دودان کے قبیلے کو بھی تباہ نہ کرلوں اور جب تک ہم ان کی لاشوں کو پہاڑ کی چوٹی سے نیچے نہ پھینک لیں۔

نَعلُوْھُمْ بِالبِیْضِ مَسْنُوْنَةً
حَتّٰی یُرَوْا کَالْخَشَبِ الشا ئل

اور ہم انہیں تیز تلواروں سے مار رہے ہوں یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر بلند کی ہوئی لکڑیاں نہ معلوم ہونے لگیں۔

حَلَّتِ الخَمْرُ وکُنْتُ امْرَءًا
عَنْ شُرْبِھَا فِی شُغلٍ شَا غِلِ

اس وقت شراب حلال ہو چکی ہوگی اور اس کے پینے سے میں کئی ضروری کاموں سے غافل ہو چکا ہوں گا۔

فَا لْیَوْمَ اَشْرَبْ غَیْرَ مُسْتَحْقِبٍ
اِثْمًا مِنَ اللّٰہِ وَلَا وَاغِلٍ

لہٰذا آج میں شراب پیوں گا اور نہ تو اللہ کا گناہ کرتے ہوئے اور نہ ہی میں شراب پینے والوں کے پاس بن بلایا جاؤنگا۔

حَلَّتِ الْخَمْرُ وَکَانَتْ حَرَاماً
وَ بِلَائِیٍ مَا اَلَمَّتْ تَحِلُّ

اب شراب حلال ہوگئی ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ مجھ پہ حرام تھی اور یہ ایک مدت کے بعد حلال ہو کے مجھ سے آن ملی ہے[12*]‘‘۔

چنانچہ لوگوں نے بیان کیا کہ جوئے میں عربوں کے خیال میں جو فائدے تھے ان میں ایک یہ تھا جب کڑاکے کی سردی پڑتی اور سختی کا زمانہ ہوتا تو عربوں میں مالدار اور سخی لوگ تیروں کے ساتھ جوا کھیلا کرتے اور جیتنے والا جو کچھ جیتتا وہ اسے ضرورت مندوں میں بانٹ دیتا۔اس طرح تنگی کی اس حالت میں اونٹ ذبح کئے جاتے اور جو بھی چاہتا اس گوشت سے اپنی ضرورت پوری کرتا اور کوئی اس کو روکنے والا نہ ہوتا۔اہل عرب کے شاعروں نے جوئے کی مفاخرت میں اتنے شعر کہے جن کا بیان یہاں ممکن نہیں اس لیے امراؤالقیس کے صرف چند شعر پیش خدمت ہیں۔

وَاِذَا تَعَذَّرَتِ الْوَّاعِدُ وَالْتَوَتْ
جَالَ الْمُغَدَّی وَسْطَھَا الْمَضْبُوْحُ

اور جب دودھ کا ملنا مشکل ہوجائے تو ان کے درمیان جھلسا ہوا تیر دوڑنے لگتا ہے۔

اَقُولُ لَهُمْ بِا لشِعبِ اِذْ يَيْسِرُوْ نَنِیْ
اَلَمْ تَعلَمُوْا اَنِّی ابنُ فَارِسِ زهْدَم

جب وہ گھاٹی میں مجھے آپس میں تقسیم کر رہے تھے تو میں نے انہیں کہا کیا تم نہیں جانتے کہ میں زہدم کے سوار کا بیٹا ہوں۔

اَعْلٰی بِہٖ رِخْوُ الْاِزارِ مُعَذَّلٌ
فَغَدَا يُمَارُ لَہٗ دَمٌّ مَسْفُوْحٌ

اور اس تیر کے ذریعے ایک نرم طبیعت والا انسان بہت سے حصے لے لیتا ہے اور اس کے لیے بہایا جانے والا خون بہایا جاتا ہے“۔

يُو دل مَا قَوْمِیْ عَلَی اَنْ تَرکْتِهِيْمْ
سُلَيْمٰی اِذا هَبّتْ شِمَالٌ وَ رِيْحُهَا

تمہارے بت کی قسم جب بادِشمال اور اس کی ہوا چلے تو اے سلیمٰی میری قوم تو ایسی نہ تھی کہ تو ان کو چھوڑ کر چلی جائے۔

اِذَا لنَّجْمُ اَمُیَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ رَابِئاً
وَلَمْ يَكُ بَرْقٌ فِی السَّمَاءِ يُلِيْحُهَا

اور جب ثریا ستارہ سورج کے غروب ہونے کی جانب بلند ہو اور کسی قسم کی بجلی آسمان پر نہ چمک رہی ہو تو۔

وَغَابَ شُعَاعُ الشَّمْسِ فِی غَیْرِ جُلْبَۃٍ
وَلَا هَبْوَۃٍ اِلَّا وَشِیْكٌ مَصُوْحُهَا

اور جب سورج کی شعاع بغیر بادل اور بغیر غبار کے غائب ہو جائے پھر یہ غبار جلدی سے چلا جائے گا۔

وِهَاجَ غَمَامٌ مُقْشَعِرٌ كَاَنَّهٗ
نَقِیْلَۃُ نَعْلٍ بَانَ مِنْهَا سَرِیْحُهَا

اور ایک ایسا بادل اٹھے گا جس میں کوئی پانی نہ ہو اور وہ یوں معلوم ہو رہا ہو جیسے وہ ایک پرانی جوتی کا چیتھڑا ہے جس سے اس کا تسمہ علیحدہ ہو چکا ہو۔

اِذَا عَدِمَ المَحلُوْبُ عَادَتْ عَلَیْهِمْ
قُدُوْرٌ كَثِیْرٌ فِی القُدُوْرِ قَدِیْحُهَا

اور جب دودھ معدوم ہو جائے تو ان کی طرف بہت سی ہنڈیاں لوٹ کر آتی ہیں جن کی تہہ میں باقی ماندہ سالن ابھی پڑا ہوتا ہے۔

یَثُوْرُ اِلَیْهَا كُلُّ ضَیْفٍ وَجَانِبٍ
سَمَائِرُ دُّدَهْدَاۃَ القَلَاصِ نَضِیْحُهَا

ہر مہمان اور اجنبی آدمی ان کی طرف اس طرح جوش سے آتا ہے جس طرح حوض چھوٹے اونٹوں کو دھکیل دیتا ہے۔

بِا یُدیِھِمُ مَقْرُوْمَۃٌ وَ مَغَالِقٌ
یَعُوْدُ بَا رَزْاق العِبَادِ مَنِحُھَا

اوران (عرب سرداروں) کے ہاتھوں میں علامت والے تیر ہوتے ہیں اوران کے علاوہ اور تیر بھی ہوتے ہیں اوران تیروں میں سے عطا کرنے والا بھی ہوتا ہے جولوگوں کا رزق ان کی طرف لے کرآتا ہے

یَا بَیَّتَ آلِ ھِشَامٍ ھَل عَلِمُتَ اِذَا
اَمُسَی المَرَاضِیُعُ فِی اَعنَا قِھَا خَضَعٌ

اے آلِ ہشام کے گھرانے کیا تجھے معلوم ہے کہ جب کمینوں کی گردنیں نیچے کو جھک جاتی ہیں۔

اِنّی اُتَمِّمُ اَیَسُارِیْ بِذِی اَوَدٍ
مِنْ فَرعِ شُوحَطَ ضَاحٍ لِیُطُہٗ قَرَعٌ

اورایسی حالت میں تو ایک ٹیڑھے تیر کے ذریعے جوشوحط کی شاخ سے بنایا گیا ہواوراس کی بیرونی چھال ننگی ہوچکی ہو اپنے جواریوں کی تعداد کو پورا کر دیتا ہو۔

یَحدُوُ فَتَا ئِلہ بیِض غَطَارِ فَۃٌ
شُمُّ اَلا نُوفِ مَغَالِیُق الضُحٰی خَلَعٌ

جس کے مشابہ تیروں کو سفید سردار چلاتے ہیں اور یہ لوگ بلند ناکوں والے داؤ کو بند کر دینے والے اور لوگوں کا مال لوٹ لینے والے ہیں۔

اُلُوالوفاءِ وَلَو اَدّوا قِدَاحَهُمُ
وَلَا يَزَالُ لَهُم مِنْ لَحمِهَا قَنَعُ

اور یہ وفا کرنے والے ہیں خواہ انہیں اپنے تیر ہی کیوں نہ دینے پڑیں اوران کے یہاں ہر وقت گوشت کی کثرت رہتی ہے۔

اَعْدَاءِ كُوْمِ الذُّرىٰ تُرْغُوْ اَجِنَّتُهَا
عِنْدَ المَجَازِرِ بِيْنَ وَ الْحَجَرِ

اور (یہ لوگ) بڑی اور بلند کوہان والی اونٹنی کے دشمن ہیں (جن کو گابھن ہونے کی حالت میں ذبح کر دیا گیا ہو اور) جن کے پیٹ سے نکلے ہوئے بچے مذبح کے پاس قبیلے اور پتھروں کے درمیان بلبلاتے رہتے ہیں مگر کوئی کی ان کی پرواہ تک نہیں کرتا۔

لَا يَفْرَحُوْنَ اِذَا مَا فَازَ فَائِزُهُمُ
وَلَا يَضِيْقُ عَلَيْهِمِ اِزْبَةُ الْعُسُرِ

جب ان میں سے کوئی شخص کامیاب ہوتا ہے تو وہ اس پر اتراتے نہیں اور کسی تنگ دست کی تنگی ان کے لیے عار کا باعث نہیں ہوتی۔

هُمُ الْخَضَارِمُ والاءِ يَسَارُ اِنْ نُدِبُوْا
اِذْ لَا تُجِيْلُ قِدَاحاً رَا حَتَا يَسَرِ

اور جب انہیں (ایسی قحط سالی کے زمانے میں) کہ کوئی جوئے بازی کے تیر نہ چلاتا ہو جوا کھیلنے کے لیے بلایا جائے تو ایسے عالم میں بھی صرف یہی لوگ جوا کھیل سکتے ہیں اور سخاوت کرتے ہیں۔

وَجُزُوْرِ اَیْسَارٍ دَعَوتُ اِلَی النَّدِی
وَ نِیَاطِ مُقْفِرَۃٍ اَخَافُ ضَلَالَھَا

اور قمار بازوں کی کتنی ہی اونٹنیاں تھیں (جن کو ذبح کرنے کے لیے میں نے اپنے ساتھیوں کو) نرم زمین کی طرف دعوت دی اور کتنے ہی بیابانوں کی دور کی مسافت تھی جسے میں نے طے کیا اگرچہ مجھے رستہ بھول جانے کا خطرہ تھا[13*]"۔

زھیر بن ابی سلمیٰ

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہی عربوں کا سب سے بڑا شاعر تھا!

زہیر کا شمار عرب کے نامور شعراء میں کیا جاتا ہے۔ مورخین نے اس کو شعرا کی صف اول میں جگہ دی ہے۔ اس بات میں سب مورخ متفق نظر آتے ہیں کہ زہیر کا کلام اس پائے کا ہے کہ اسے لوگ رہتی دنیا تک یاد رکھیں۔ عربوں میں عام طور پہ اس بات پہ اتفاق کبھی نہ ہوا کہ وہ کس شاعر کو پہلے اور کس کو دوسرے یا تیسرے نمبر پہ رکھیں اس لیے کہ صف اول کے شعرا کا تعلق جن قبائل سے تھا انھوں نے لامحالہ اپنے ہی شاعر کو اہل عرب کا سب سے بڑا شاعر قرار دیا۔ تاہم وہ سب اس بات پہ متفق تھے کہ عرب بھر میں بہترین شاعر چار ہیں۔ یعنی امراؤالقیس جس کا ذکر ابھی گذرا ہے، پھر زہیر بن ابی اسلمٰی، پھر نابغہ اور پھر اعشیٰ ہیں۔ تقریباً سبھی عرب ان ناموں سے واقف تھے اور ان کی شاعری کو عرب بھر میں پذیرائی بھی حاصل تھی۔ چنانچہ وہ کہا کرتے کہ امراؤالقیس بہترین شاعر ہیں، سواری کے عالم میں اور زہیر بہترین شاعر ہیں تمنا براری کے عالم میں اور نابغہ جب اس پہ خوف طاری ہو اور اعشیٰ جب وہ سرشاری کے عالم میں ہو۔ عرب قبائل کا یہ خیال کہ ان کے شاعر کا عرب میں کوئی ثانی نہیں اپنی جگہ مگر غیر جانبدار یا عجمی محققین نے بہرحال اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے اور ان کے مطابق امراؤالقیس عربوں کے شعرا میں پہلے نمبر پہ ہے۔ پھر زہیر پھر نابغہ اور پھر اعشیٰ کا نام آتا ہے۔ تاہم مورخین نے اس بارے میں زیادہ اصرار سے کام نہیں لیا اور یہی درست طرز عمل ہے۔ اس لیے کہ کسی کلام کو کسی دوسرے کلام پہ سبقت

دینا کوئی اتنا آسان کام نہیں۔ پھر یہ بات بھی مدنظر رہے کہ یہ شعرا ہم عصر شعرا نہ تھے اس لیے ان کو مختلف حالات اور مختلف زمانے ملے جو یقیناً ان کی سوچ اور فکر پر بھی اثر انداز ہوئے ہوں گے اس لیے ان کے کلام میں طبعی طور پہ فرق آنا لازم تھا۔ چنانچہ ہم نہیں جانتے کہ عربوں کا کونسا شاعر پہلے یا دوسرے نمبر پہ ہے بلکہ ہم ان کے حالات اسی طرح بیان کریں گے جس طرح کہ سابقین کا طریق رہا ہے۔ پھر یہ بھی دیکھیں کہ یہ دورِ جاہلیت کے شاعر تھے جبکہ اسلام میں حضرت ابولبیدؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ کا ڈنکا بجتا تھا اور کوئی ان کا ہم سر نہ تھا۔ مسلمانوں نے انھی شعرا کو عرب کا بہترین شاعر قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ دورِ جاہلیت کے شعرا کے مقابل ہم ان کو طبعی طور پہ زیادہ پسند کرتے ہیں اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ دورِ جاہلیت کے بھی مختلف ادوار میں مختلف شعرا لوگوں کی آنکھ کا تارا بنے رہے۔ جیسا کہ زہیرابن اسلمیٰ کے زمانے میں نہ صرف یہ کہ زہیر کا عرب بھر میں کوئی ثانی نہ تھا بلکہ زہیر کا پورا خاندان شاعروں کا خاندان تھا۔ چنانچہ ابن الاعرابی لکھتا ہے کہ زہیر کو شاعری میں وہ مقام حاصل ہے جو عرب میں اور کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ اس لیے کہ اس کا باپ شاعر تھا، اس کی ہمشیرہ سلمیٰ عربوں کی شاعرہ تھی، اس کی دوسری بہن خنساء کے کلام کو بھی عرب میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی، اس کے بیٹے شاعر تھے۔ کعب اور بجیر جن کا نام عرب شعرا میں لیا جاتا ہے۔ اور اس کا پوتا الضرب بن کعب بھی نہ صرف پائے کا شاعر تھا بلکہ ادیان عالم پہ بھی اس کی گہری نظر تھی۔ چنانچہ عربوں میں غالباً وہ پہلا شخص تھا جس نے دنیا بھر کے علوم حاصل کئے اور مذاہب عالم کو تقابلی نظر سے دیکھا۔ اس نے الہامی کتابوں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا اس لیے وہ جانتا تھا کہ عرب میں دنیا کا نجات دہندہ ﷺ نمودار ہوگا اور نبی اکرم ﷺ کی پیدائش سے پہلے کعب نے وجہ کائنات سرور عالم سیّد دو جہاں محمد عربی ﷺ کی مدح میں اشعار لکھے۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کی خدمت میں اپنا وہ قصیدہ بھی پیش کیا جسے اس نے آپ کی بعثت سے پہلے لکھا تھا اور آپ ﷺ پہ ایمان بھی لایا۔ مگر زہیر ایمان سے محروم رہا کہ جس سال نبی اکرم ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا اس سے چند ماہ قبل اسی سال زہیر کا انتقال ہوا۔

زہیر بن سلمیٰ کے کلام سے کچھ انتخاب پیش خدمت ہے۔

وَمَنْ لَمْ يُصَانِعْ فِيْ اُمُوْرٍ كَثِيْرَةٍ
يُضَرَّسْ بِاَنْيَابٍ وَيُوْطَاْ بِمَنْسِمٍ

جو شخص بہت سے معاملات میں مدارات سے کام نہیں لے گا اسے لوگ دانتوں سے خوب کاٹیں گے اور پاؤں تلے روندیں گے۔

وَمَنْ يَجْعَلِ الْمَعْرُوفَ مِنْ دُونِ عِرْضِهِ
يَفِرْهُ وَمَنْ لَا يَتَّقِ الشَّتْمَ يُشْتَمِ

اور جو شخص اپنی عزت کو بچانے کے لیے لوگوں پہ احسانات کرے گا وہ اپنی عزت کو محفوظ رکھے گا اور جو گالیوں سے نہیں بچے گا اسے گالی ضرور دی جائے گی۔

وَمَنْ لَمْ يَذُدْ عَنْ حَوْضِهِ بِسِلَاحِهِ
يُهَدَّمْ وَمَنْ لَا يَظْلِمِ النَّاسَ يُظْلَمِ

اور جو شخص ہتھیاروں کی مدد سے اپنے حوض کو مضبوط نہیں رکھے گا اس کا حوض گرا دیا جائے گا اور جو لوگوں پر زیادتی نہیں کرے گا اس پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔

وَمَنْ يَغْتَرِبْ يَحْسِبْ عَدُوًّا صَدِيقَهُ
وَمَنْ لَا يُكَرِّمْ نَفْسَهُ لَا يُكَرَّمِ

اور جو مسافرت میں ہوگا وہ دشمن کو بھی دوست سمجھے گا اور جو خود اپنی عزت نہیں کرے گا اس کی عزت نہیں کی جائے گی۔

وَمَنْ يَكُ ذَا فَضْلٍ فَيَبْخَلْ بِفَضْلِهِ
عَلَى قَوْمِهِ يُسْتَغْنَ عَنْهُ وَيُذْمَمِ

اور جو شخص مالدار ہوگا اور اس مال کو اپنی قوم پہ خرچ کرنے سے بخل کرے گا تو لوگ اس سے مستغنی ہو جائیں گے اور اس کی مذمت کی جائے گی۔

وَمَهْمَا تَكُنْ عِنْدَ امْرِيٍ مِنْ خَلِيْقَةٍ
وَاِنْ خَالَهَا تَخْفَى عَلَى النَّاسِ تُعْلَمِ

انسان کے جیسے بھی اخلاق ہوں ان کا لوگوں کو ضرور پتا چل جاتا ہے خواہ وہ یہ خیال کرے کہ اس کا احوال لوگوں سے مخفی ہے۔

وَهَلْ يُنْبِتُ الخَطِّیَّ اِلاَّ وَشِيْجُهٗ
وَتُغْرَسُ اِلاَّ فِی مَنَابِهَا النَّخْلُ

اور وشیج کے درخت سے ہی خطی نیزے پیدا ہوتے ہیں اور کھجور کا درخت وہیں لگایا جاتا ہے جہاں وہ اُگ سکے۔

وَالِسّتْرُدُوْنَ الْفَا حِشَا تِ وَلَا
يَلْقَاكَ دُوْنَ الخِيْرِ مِنْ سِتْرِ

پردہ بداعمالیوں پہ ڈالا جاتا ہے اور تو کبھی نہیں دیکھے گا کہ کوئی نیک کام کو چھپا رہا ہو۔

تَرَاهُ اِذَا مَا جِسْتَبْهُ مُتَهِلّلا
كَاَنَّكَ تُعْطِيْهِ الَّذِیْ اَنْتَ سَا ئِلُهٗ

جب تو سوالی بن کے اس کے پاس آئے گا تو اسے خندہ جبیں پائے گا اور تجھے یوں معلوم ہوگا گویا تو اس سے کچھ مانگنے نہیں بلکہ اسے کچھ دینے آیا ہے۔

يُؤَخَّرْ فَيُوْدَعْ فِیْ كِتَابٍ فَيُدَّخَرْ
لِيُوْمِ الحِسَابِ اَوْ يُعَجَّلْ فَيُنْقَمِ

اعمال کی جزا کو موخر کر کے نامہ اعمال میں رکھ دیا جائے گا اور یوم حساب تک جمع رکھا جائے گا یا یہ کہ اللہ جلدی کرے اور اس دنیا میں ہی گناہوں کی سزا دے دے۔

تَنَازَعَهَا المَهَا شَبَهًا ودُرُّ
النُّحُورِ وَشَاكَهَتْ فِيْهَا الظِّبَاءُ

میری محبوبہ کی جنگلی گائے سے مشابہت ہے اس کے سینے کے موتیوں کی سی صفائی اور خوبصورتی اور ہرنیوں کی سی لمبی گردن پائی جاتی ہے۔

فَاَمَّا مَا فُوَيْقَ العِقْدِ مِنْهَا
فَمِنْ اَدْمَاءَ مَرْتَعُهَا الخَلَاءُ

چنانچہ اس کے جسم کا وہ حصہ جو ہار سے ذرا اوپر ہے وہ تو سفید رنگ کی ہرنی کا سا ہے جو کھلی جگہ میں چرتی رہتی ہو۔

قَدْ جَعَلَ المُبْتَغُوْنَ الْخَيْرَ فِیْ هَرَمٍ
وَالسَّائِلُوْنَ اِلَى اَبْوَابِهٖ طُرُقًا

ھرم کے ہاں مال طلب کرنے والوں اور سائلوں نے اس کے دروازے تک آنے کے لیے کئی راستے بنا لیے تھے۔

مَنْ يَلْقَ يُوْمًا عَلَى عِلاَّتِہٖ هَرَمًا
يَلْقَ السَّمَا حَةَ مِنْهُ وَالنَّدَى خُلُقًا

جو شخص کسی دن بھی ہرم کو ملے گا وہ باوجود اس کی مجبوریوں کے اس کی عادت سخاوت سے ضرور ثمر پائے گا۔

هٰذَا زهيرُكَ لاَ زُهَيْرُ مُزَيْنَةٍ
وَا فَا كَ لاَ هَرِمًا عَلَى عِلاَّتِہٖ

یہ قبیلہ مزنیہ کا زہیر نہیں بلکہ تمہارا زہیر ہے وہ تمہارے پاس آیا ہے ہرم کی مجبوریوں کے باوجود ہرم کے پاس نہیں آیا۔

دَعْهُ وَحُوْلِيَّاتِہٖ ثُمَّ اسْتَمِعْ
لِزُهَيْرِ عَصْرِكَ حُسْنَ لَيْلِيَّاتِہٖ

اسے اور اس کی حولیات قصائد کو رہنے دو پھر اپنے زمانے کے زہیر سے اس کے للیات کی خوبصورتی سنو[*14]"۔

نابغہ الذبیانی

عربوں میں ایک بلند مقام رکھنے والا شاعر!

نابغہ ذبیانی بھی عرب شعرا میں صف اول کا شاعر تھا۔ جاہلی عرب معاشرے میں اس کا بہت مقام تھا۔ اس کا نام زیاد بن معاویہ تھا اور اس کی کنیت ابو امامہ اور ابوعقرب تھی۔ عقرب اس کی بیٹی تھی اور اس کو نابغہ اس لیے کہا گیا کہ اس نے کہن سالی میں اس سفرِ شعر کا آغاز کیا۔ عرب مورخین نے نابغہ کے بارے میں یہ بیان کیا ہے کہ نابغہ ہی سے عربوں نے معیاری شعر کہنے سیکھے اور نابغہ ہی سے اہل عرب نے وہ نثری اسلوب سیکھا جو شعر کی ایک نئی جہت تھی۔ نابغہ کا کلام دیگر شعرا کے مقابلے میں زیادہ بارونق ہے اور اس کا اسلوب نثریہ ہے۔ اس کے اشعار میں تکلف نہیں پایا جاتا اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کے بہترین اشعار وہ ہیں جو اس نے نعمان بن منذر سے معذرت کے وقت کہے تھے۔ عربوں میں نابغہ نام کے بہت سے شعرا گذرے ہیں جیسے کہ نابغہ بن ذبیان نابغہ جدی، نابغہ شیبانی، نابغہ الدیان، نابغہ غنوی، نابغہ عدوانی، نابغہ تغلبی اور نابغہ بنی جدیلہ اور بعض نے نابغہ جدیلہ کے بجائے ایک اور نابغہ ذبیانی کا نام بھی لیا ہے جس کا نام ابن قتال بن یربوع تھا۔ مگر اس کے کلام کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ تاہم ان میں خاص طور پہ صرف نابغہ ذبیانی ہی جاہلی معاشرے میں مقبول تھا۔ نابغہ ذبیانی بھی امراؤالقیس کی طرح قصیدہ گو شاعر تھا اور عرب بادشاہوں کے ہاں اس کی بہت پذیرائی کی جاتی تھی خاص طور پہ حیرہ کے بادشاہ نعمان اور غسانہ کی مملکت میں نابغہ کے اشعار بہت پسند کئے جاتے تھے۔ شروع میں نابغہ نعمان بن منذر کے پاس رہا

مگراس کے حاسدوں نے بادشاہ کے کان بھرے اوراس سے پہلے کہ بادشاہ اس کے خلاف کوئی کاروائی کرتا نابغہ وہاں سے نکل گیااور شاہ غسان کے پاس پناہ لی۔حضرت عمرؓ کونابغہ کے اشعار بہت پسند تھےاور وہ انھیں اکثر گنگنایا کرتے۔ نابغہ الذبیانی کے اشعار سے کچھ انتخاب پیش ہے۔

فَاِنَّکَ کَا للَّیْلِ الَّذِیْ ھُوَ مُدْرِکِی

وَاِنْ خِلْتُ اَنَّ الْمُنْتَایٰ عَنْکَ وَاسِعُ

وہ تو اس رات کی طرح ہے جو ہر صورت میں مجھے آن لے گی خواہ میں یہ کیوں نہ سمجھتا رہوں کہ تجھ سے دور بھاگ جانے کے لیے وسیع سرزمین موجود ہے۔

نُبِّئتُ اَنَّ اَبَا قَابُوْسَ اَوْعَدَنِی

وَلَا مَقَامَ عَلَی زَارٍ مِنَ الاسَدِ

اور مجھے خبر دی گئی کہ ابوقابوس نعمان نے میرے بارے میں دھمکی دی ہے اب ظاہر ہے کہ شیر کی چنگھاڑ کے سامنے کون ٹھہر سکتا ہے۔

حَلَفْتُ وَلَمْ اَتْرُكَ لِنَفْسِکَ رِیْبَۃً

وَلَیْسَ وَرَاءَ اللّٰہِ لِلْمَرْءِ مَذْھَبُ

جو کچھ کہا اللہ کی قسم کھا کے کہا ہےاور تمہارے لیے شک کی گنجائش نہیں رکھی ظاہر ہے کہ انسان اللہ سے آگے جا بھی کہاں سکتا ہے۔

لَئِنْ کُنْتَ قَدْ بُلِّغْتَ عَنِّیْ جِنَایَۃً
لَمُبْلِغُکَ الوَاشِیْ اَغَشُّ وَاَکْذَبُ
اور اگر آپ کو میری نسبت کسی جرم کی اطلاع ملی ہے تو اس کا پہنچانے والا چغل خور خائن اور دروغ گو ہے۔

فَلَسْتَ بِمُسْتَبْقٍ اِخًا لَا تَلُمُّہٗ
عَلَی شَعْثٍ اَیُّ الرِّجَالِ المُھَذَّبُ
اگر تو اپنے کسی بھائی کو کسی خرابی کی بنا پر معاف کر کے اس کی دوستی کو برقرار رکھنے والا نہیں تو مجھے بتا کہ دنیا میں ایسا کون شخص ہے جو ہمہ تن مہذب ہو اور اس میں کوئی عیب نہ ہو۔

فَاِنَّکَ شَمْسٌ والمُلُوكُ کَوَاکِبٌ
اِذَا طَلَعَتْ لَمْ یَبْدُ مِنْھُنَّ کَوْکَبٌ
تو سورج ہے اور دیگر بادشاہ ستارے ہیں تو جانتا ہے کہ جب سورج نکلتا ہے تو ستارے غائب ہو جاتے ہیں۔

فَاِنْ یَّکُ عَامِرٌ قَدْ قَالَ جَھْلًا
فَاِنَّ مَظِنَّۃَ الجَھْلِ الشَّبَابُ
اور اگر عامر نے کوئی جہالت کی بات کہہ دی تو کوئی عجیب بات نہیں کہ جوانی مقام بدگمانی ہے۔

وَکُنْتَ اَمِینَہٗ لَوْلَمْ تَخُنْہٗ

وَلٰکِنْ لَا اَمَا نَۃَ لِلْیُمَا نِی

اورتو اس کا امین تھا اور اب بھی ہوتا اگر تو نے خیانت نہ کی ہوتی لیکن یمانی کبھی امین نہیں ہوسکتا۔

الِرّفْق یُمْنٌ وَالا ءِ نَاَۃ سَعَا دَۃٌ

فَا سْتَا نِ فِی اَمْرِ تُلَا قِ نَجَا حَا

نرم خوئی میں برکت ہے اور بردباری میں سعادت ہے لہذا تو بردبار بن جا کامیابی تیرے قدموں تک چل کے آئے گی[15*]''۔

الاعشیٰ

جس کی شراب نوشی نے اسے ایمان لانے سے روک دیا!

اعشیٰ کا اصل نام میمون بن قیس تھا۔اعشیٰ کو اس کے اشعار کی فنی کثرت کی بنا پر اہل عرب نے " **صنتاجة العرب** " کے لقب سے نوازا۔جیسا کہ پہلے ذکر گذر چکا ہے کہ اعشیٰ کا شمار عرب کے ان چار شعرا میں ہوتا ہے جن کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ یہ عربوں کے بہترین شعرا تھے۔اعشیٰ جاہلی شعرا کے آخر میں اور مخضرین شعرا کا پیش رو ہوا ہے۔اس نے بعثت نبوی ﷺ کا زمانہ پایا ہے۔اس نے نبی اکرم ﷺ کی مدح میں اشعار بھی کہے مگر اسلام کی دولت سے محروم رہا۔جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اپنے وطن سے اسلام قبول کرنے کی نیت سے مکہ پہنچا۔تب رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے بعد واپس مدینہ تشریف لے جا چکے تھے۔اعشیٰ مکہ میں اپنے ایک قریبی دوست کے ہاں سکونت پذیر ہوا جس پہ اعشیٰ نے اپنا ارداہ ظاہر کیا کہ وہ اسلام قبول کرنے کے لیے مکہ پہنچا ہے۔اس کے دوست نے اعشیٰ کو بتایا کہ تم تو شراب کے بغیر ایک لمحہ نہیں گزارتے اور اسلام میں شراب حرام ہے۔تب اعشیٰ نے اس سے کہا کہ اب وہ ایک سال تک جی بھر کے شراب پئے گا اس کے بعد اسلام قبول کرے گا۔مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا اور اعشیٰ وہ سال پورا ہونے سے پہلے ہی یمامہ کی ایک بستی میں گمنامی کی موت مر گیا۔

اعشیٰ کے کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

وَکاسٍ شَرِبْتُ عَلَی لَذَّۃٍ
وَاُخرٰی تَدَاوَیْتُ مِنھَا بِھَا

میں نے کئی پیالے لذت کے لیے پیے، پھر کئی اور پیالے پیے جن سے ان کے خمار کی تکلیف کا علاج کیا۔

لِکَیْ یَعْلَمَ النَّاسُ اَنِّی امْرُؤٌ
اَتَیْتُ المُرُوْءَۃَ مِنْ بَا بِھَا

تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں وہ انسان ہوں جو مردانگی تک صحیح طریق سے پہنچا ہے۔

تَبِیْتُوْنَ فِی المَشْتیٰ مِلَاءً بُطُوْنَکُمْ
وَجَا رَاتکُمْ غَرْثیٰ یَبِتْنَ خَمَا ئِصا

تم قحط سالی میں پیٹ بھر کے رات بھر پڑے رہو جب کہ تمہاری پڑوسنیں بھوکی اور خالی پیٹ رات گزارتی ہے۔

وَاِنَّ الْقَرِیْبَ مَن یُقرِبُّ نَفْسَہٗ
لَعَمْرُاَبِیْکَ الخَیْرِ لَا مَن تَنَسَّبَا

قریبی وہی ہے جو اپنے آپ کو قریب رکھے تمہارے اچھے باپ کی قسم وہ قریبی نہیں ہے جو تمہارا ہم نسب ہونے کا دعویٰ کرے۔

وَمَنْ يَغْتَرِبْ عن قَوْمِهِ لَا يَزَلْ يَرىٰ

مَصارِعَ مَظْلُوْمٍ مَجَرًّا مَسْحَبَا

جو شخص اپنی قوم سے دور چلا جائے گا اسے ہمیشہ ایسے مقامات دیکھنے پڑیں گے جہاں مظلوموں کو گھسیٹ کر لایا جائے گا۔

وَتُدْفَنُ مِنْهُ الصَّا لِحَاتُ وَاِنْ يُسِئٌ

يَكُنْ مَا اَسَا ءَ النَّا رَفِی رَاسِ كَبْكَبَا

اس شخص کے نیک اعمال کو دفن کر دیا جاتا ہے اور اگر اس سے کوئی برائی سرزد ہو جائے تو اس کی اس طرح شہرت ہو جاتی ہے جیسے کبکب پہاڑ پہ دور سے جلتی ہوئی آگ دکھائی دیتی ہے۔

اَلَسْتَ مُنْتَهِيًا عَنْ نَحْتِ اَثْلِتَنَا

وَلَسْتَ ضا ئِرَهَا مَا اَطَّتِ الْاَبِلُ

کیا تو ہمارے حسب میں طعن کرنے سے باز نہیں آئے گا یہ جان لے کہ تو ہمارے حسب کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

عَوَّدْتَّ كِنْدَةَ عَادَةً فَاصْبِرْ لَهَا

اِغْفِرْ لِجَا هِلِهَا وَرَوِّ سِبحَا لَهَا

تمہاری اور ہماری مثال تو اس پہاڑی بکرے کی سی ہے جو دن بھر چٹان کو اکھیڑنے کی نیت سے ٹکر مارتا رہا ہو مگر وہ چٹان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکا ہو اور اس نے اپنے ہی سینگ کو نقصان پہنچایا ہو۔

اَؤكُنْ لَهَا جَمَلَا ذَلُولَاً ظَهْرُهٗ

وَاحْمِلْ فَاَنْتَ مُعَوَّدٌ تِحْمَا لَهَا

یا ان کے لیے ایسا اونٹ بن جا جو اپنی پیٹھ پر آسانی سے سوار ہونے دیتا ہے اور لوگوں کو اٹھا کر کیونکہ تو ان کو اٹھانے کا عادی بن چکا ہے[16*]''۔

لبید بن ربیعہ العامریؓ

جن کے شعروں پہ قوم نے ان کو سجدہ کیا!

سب جانتے ہیں کہ حضرت لبیدؓ کا شمار عرب کے بزرگ شعرا میں ہوتا ہے۔ان کا اصل نام لبیدؓ بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب تھا۔آپ صحابی رسول ﷺ ہیں اور آپ نے طویل عمر پائی۔حضرت لبیدؓ شیریں گفتار اور نازک کلام تھے۔حضرت لبیدؓ نے زمانہ جاہلیت میں ایسے اشعار کہے جن میں توحید کی طرف میلان پایا جاتا تھا۔عرب کہتے ہیں کہ صحیح ترین بات جو کسی شاعر نے کہی وہ لبیدؓ کے اشعار میں تلاش کرنی چاہیے۔اگرچہ حضرت لبیدؓ نے بہت بعد میں اسلام قبول کیا مگر اللہ نے انھیں ایمان کی دولت اور بزرگی سے خوب نوازا۔حضرت لبیدؓ جب آنحضرت ﷺ کے پاس اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری دانش کی وجہ سے توقع کر رہا تھا کہ تم بہت جلد اسلام قبول کر لو گے مگر تم اتنی دیر سے آئے۔تو اس پہ حضرت لبیدؓ مسکرائے اور کہا کہ جہاں تک اقرار کا تعلق ہے تو وہ میں بہت پہلے ہی کر چکا ہوں اور میں اہل قریش اور آپ ﷺ کی جنگ کے فیصلے کا منتظر رہا اور آج تو محض میں رسم پوری کرنے اور آپ ﷺ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں ورنہ میرے دل نے تو آپ ﷺ کی صداقت کی گواہی اسی وقت دے دی تھی جب میں نے اللہ کا کلام سنا تھا۔ اہل عرب نے سوائے حضرت لبیدؓ کے کسی اور شاعر کو اس کے کلام کی بنا پہ سجدہ نہیں کیا اور حضرت ابو لبیدؓ کے قصیدے در کعبہ آویزاں رہتے جو ایک ایسا اعزاز تھا جو عرب کے بہت ہی کم شعرا کو حاصل ہوا۔کسی نے بشار بن برد سے

پوچھا کہ کیا وہ عربوں کے بہترین کلام کو جانتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ عربوں کا بہترین کلام تو لبید ہی کا ہے جس میں دانش اور صراحت پائی جاتی ہے اور ابن درید نے بیان کیا ہے کہ حضرت لبیدؓ نے طویل عمر پائی تھی۔ انھوں نے نوے سال تو جاہلیت میں گزارے پھر اسلام قبول کرنے کے بعد بھی وہ پچپن سال تک زندہ رہے اس طرح ان کی عمر ایک سو پینتالیس سال بنتی ہے۔ وہ حضرت امیر معاویہؓ کے عہد تک زندہ تھے جس کا ثبوت موجود ہے۔ بیان کیا گیا کہ ایک دفعہ جب حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت لبیدؓ کا وظیفہ کم کرنا چاہا تو حضرت لبیدؓ نے ان سے کہا کہ دراصل تو وہ ان کی عزت کم کرنا چاہتے ہیں مگر اللہ کا شکر ہے کہ وہ اس پہ قادر نہیں اور میری آنکھیں اس سے قبل ہی بند ہو جائیں گی جس کا فیصلہ حضرت امیر معاویہؓ نے کیا ہے۔ چنانچہ حقیقت میں ایسا ہی ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کا وظیفہ آدھا کر دیا مگر وہ اس کو وصول کرنے سے بیشتر ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حسب روایت حضرت ابن لبیدؓ کے کلام سے کچھ انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

اَلَا کُلُّ شیٔی مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ
وَاکُلُّ نَعِیْمٍ لَا مَحَالَۃَ زَائِلٌ

اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور ہر نعمت لامحالہ زائل ہونے والی ہے۔

سِوَی جَنَّۃِ الفِردَوْسِ اِنَّ نَعِیْمَھَا
یَدُوْمُ وَاِنَّ المَوْتَ لَا بُدَّ نَازِلٌ

سوائے جنت الفردوس کے کہ اس کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی اور موت بالضرور نازل ہو کے رہے گی۔

وَجَلَاالسُّيُوْلُ عَنِ الطُّلُوْلِ كَاَنَّهَا
زُبُرٌ تُجِدُّ مُتُوْنَهَا اَقْلَامُهَا

اور سیلابوں نے محبوبہ کے کھنڈرات کو یوں واضح کر دیا جیسے یہ کھنڈرات کتابیں ہوں جن کے متون کو قلموں نے پھر سے تازہ کر دیا ہو۔

يَعْلُمُو طَرِيقَةَ مَتْنِهَا مُتَوَاتِر
فِىْ لَيْلَةٍ كَفَرَ النُّجُوْمَ غَمَامُهَا

ایسی رات میں جب کہ بادلوں نے ستاروں کو ڈھانپ رکھا تھا مسلسل بارش اس کی پیٹھ پر پڑ رہی تھی۔

اَكْذِبِ النَّفْسَ إِذَا حَدَّثْتَهَا
إِنَّ صِدْقَ النَّفْسَ يُزْرِى بِالاَ مَلْ

جب تو اپنے نفس سے گفتگو کرے تو اس کی باتوں کو جھوٹی قرار دے کیونکہ نفس کو سچا کہنا امیدوں کو عیب دار کر دیتا ہے۔

وَ إِذَا رُمْتَ رَحِيْلاً فَا رْتَحِلْ
وَاعْصِ مَا يَا مُرُ تَوْصِيْمُ الْكَسَلْ

جب تو کوچ کا ارادہ کرے تو کوچ کر جا اور سستی کی وجہ سے جو اعضاء شکنی ہوتی ہے اس کی نافرمانی کرو۔

وَمَا الْمَالُ وَالاَ هْدُ وْنَ اِلاَّ وَدَ ئِعٌ

وَلَابُدَّ يُوْمًا اَنْ تُرَدَّ الوَادَ ئِعُ

مال اور بیوی بچے امانتیں ہیں ایک نہ ایک دن یہ امانتیں ضرور واپس کرنی پڑیں گی۔

وَمَا المَرْءُ اِلاَّ كا لِشهَا بِ وَضَوْئِه،

يَحُوْرُرَمَا دًا بَعْدَ اِذ هُوَ سَا طِعُ

انسان تو شعلے اور اس کی روشنی کی طرح ہے جو بلند ہونے کے بعد راکھ ہو جاتا ہے۔

اَلَيْسَ وَرَائِی اِن تَرَا خَتْ مَنِيّتِیْ

لَزُوْمُ العَصَا تُحنٰی عَلَيهْ الاَ صَا بِعٌ

اور اگر میری موت ملتوی ہو جائے تو کیا میرے سامنے لاٹھی سے چمٹا رہنا نہیں ہے جسے انگلیوں کو ٹیڑھا کر کے پکڑا جاتا ہے۔

اُخَبِرُّ اَخبار القُرُون الِتی مَضَتْ

اَدِبُّ کَاَنِیّْ کُلَّمَا قُمْتُ رَاکِعً

میں گذشتہ صدیوں کی خبریں بتاتا ہوں اور اس طرح رینگ کر چلتا ہوں کہ جب اٹھوں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ میں رکوع میں ہوں۔

لَعَمْرُكَ مَا يَدْرِى المُسَا فِرهُل لَهُ
نَجَاحٌ وَلَا يَدْرِىْ مَتٰى هُوَرَاجِع

تمہاری جان کی قسم مسافر کو یہ معلوم نہیں کہ آیا وہ کامیاب ہوگا یا نہیں اور نہ ہی اسے معلوم ہے کہ وہ کب لوٹے گا۔

اَتَجْزَع ُمِمَّا اَحْدَ ثَ الدَّ هْرُبِا لفَتَى
وَاَىُّ كَرَيْمٍ لَمْ تُصِبْهُ قَوَا رِع

کیا تو ان نئی باتوں سے گھبراتا ہے جو زمانہ انسان کے لیے پیدا کرتا ہے اور کونسا شریف انسان ہے جس پر مصیبتیں نہیں آتیں[*17]''۔

حضرت حسان بن ثابتؓ

مصرہ اٹھانے میں ملائکہ جن کی مدد کرتے تھے!

حضرت حسان بن ثابتؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے شعر کی دولت سے نوازا تھا اور اہل عرب خصوصاً مسلمانوں کے ہاں ان کا بہت رتبہ تھا۔ حضرت حسانؓ دربار نبوی سے متصل تھے اور نبی اکرم ﷺ کی مدافعت کیا کرتے۔ آپ ﷺ نے بارہا اللہ سے حضرت حسانؓ کے لیے کامیابی فلاح اور جنت کی دعا مانگی۔ آپ ﷺ حضرت حسانؓ سے کہا کرتے کہ مشرکین قریش کی ہجو کئے جاؤ جبرائیل تمہارے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم تمہارے شعر اُن کو اِن تیروں سے بھی زیادہ دکھ دیتے ہیں جو تاریکی میں ان پہ آن پڑتے ہیں۔ حضرت حسانؓ نبی اکرم ﷺ کی مدح کے لیے قصائد لکھا کرتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے کہ اس نے انھیں اس قابل بنایا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی کفار سے مدافعت کرتے ہیں۔ دورِ جاہلیت میں حسانؓ بنو جفنہ یعنی غسان کے بادشاہوں کی مدح کیا کرتے تھے۔ پھر اللہ نے ان کے دل میں اسلام کی روشنی اور نبی اکرم ﷺ کی محبت ڈال دی جسے حضرت حسانؓ اپنا سب سے بڑا سرمایہ بیان کیا کرتے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ کے کچھ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

إِذَا مَا الْأَشْرِبَاتُ ذُكِرْنَ يَوْمًا
فَهُنَّ لِطَيِّبِ الرَّاحِ الْفِدَاءُ

جب کسی روز مشروبات کا ذکر کیا جائے تو یہ سب کی سب اس عمدہ شراب پہ فدا کر دی جائیں گی۔

وَنَشْرَبُهَا وَتَتْرُكُنَا مُلُوكًا
وَأُسْدًا مَا يُنَهْنِهُنَا اللِّقَاءُ

ہم اسے پیتے ہیں اور یہ ہمیں بادشاہ بنا دیتی ہے اور شیر بنا دیتی ہے کہ جنگ بھی ہمیں پیچھے نہیں دھکیل دیتی۔

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَأَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللّٰهِ فِي ذَاكَ الْجَزَاءُ

اور تو نے محمد ﷺ کی ہجو کہی اور میں نے اس کا جواب دیا ہے اور مجھے اس کی جزا اللہ کے ہاں سے ہی ملے گی۔

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

میرا باپ اور میرے باپ کا باپ اور میرا نفس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کریں گے۔

اَتَھجُوہُ وَلَسْتَ لَہُ بِنِدٍّ

فَشَرُّ کُمَا لِخَیْرِکُمَا الفِدَاءُ

کیا تو ان کی ہجو کہتا ہے حالانکہ تو ان کا ہم پلہ نہیں ہے لہٰذا خدا کرے کہ بدترین شخص بہترین شخص پر قربان ہوجائے۔

اَوَلَادُ جفْنَۃَ حَوْلَ قَبْرِاَبِیْھِمْ

فَبْرِابْنِ مَارِیَۃَ الکرِیمُ المُفْضَلِ

جفنہ کی اولاد اپنے باپ کی قبر کے گرد بیٹھی ہے یعنی کریم اور صاحب فضیلت ابن ماریہ کی قبر کے گرد۔

بِیْض اُلوجُوْہِ نَقِیَّہٗ اَحْسَابُھُمْ

شُمُّ الاُنُوفِ مِن الطِرَازِ الاَوَّلِ

یہ لوگ روشن چہروں والے اور پاک حسب والے ہیں اونچی ناک والے ہیں اور ان کے افعال اس طرح کے ہیں جس طرح کہ ان کے آباؤاجداد تھے۔

یُغْشَوْنَ حَتّٰی مَا تَھِرُّ کِلَابُھُمْ

لَا یَسْاَلُوْنَ عَنِ السَّوَادِ المُقْبِلِ

لوگ کثرت سے ان کے پاس آتے ہیں کہ اب ان کے کتے لوگوں پر بھونکتے ہی نہیں نہ یہ پوچھتے ہیں کہ کتنی جمعیت اتری ہے۔

رُبَّ عِلْمٍ اَضَاعَهُ عَدَمُ الْمَا

لِ وَجَهْلٌ غَطٰی عَلَيْهِ النَّعِيْمُ

اورمحتاجی نے کئی عالم ضائع کردیئے ہیں اور مال ودولت نے کئی جہالتوں پہ پردہ ڈال رکھا ہے۔

مَا اَبَا لِیْ اَنَبَّ بِالْحَزْنِ تَيْسٌ

اَمْ لَحَانِیْ بِظَهْرِ غَيْبٍ لَئِيْمُ

مجھے اس بات کی پرواہ نہیں کہ پتھریلی زمین میں بکرا جوش میں آ کر بولا ہے یا کسی کمینے نے میری عدم موجودگی میں مجھے برا بھلا کہا ہے۔

وَاِنَّ امْرَاً يُمْسِیْ وَيُصْبِحُ سَالِمًا

مِنَ النَّاسِ اِلَّا مَا جَنٰی لَسَعِيْدُ

اور جو شخص لوگوں سے بچ کر صبح وشام کرتا ہے سعادتمند شخص ہے سوا اس کے کہ جو کچھ اس نے جرم کیا ہو۔

وَاِنَّ امْرًا نَالَ الْغِنٰی ثُمَّ لَمْ يَنَلْ

صَدِيْقًا وَلَا ذَا حَاجَةٍ لَزَهِيْدُ

جس شخص نے مال ودولت حاصل کرنے کے باوجود کوئی دوست حاصل نہیں کیا اور نہ ہی کسی حاجت مند کی حاجت روائی کی تو لوگ اس کی پرواہ نہیں کریں گے۔

وَإِنَّ امْرَأً قَدْ عَاشَ سَبْعِيْنَ حِجَّةً

وَلَمْ يُرْضِ فِيْهَا رَبَّهُ لَطَرِيْدُ

اور جس شخص نے ستر سال زندہ رہنے کے باوجود بھی اپنے رب کو راضی نہیں کیا تو وہ راندہ ہوا انسان ہے۔

وَإِنَّ امْرَأً عَادَىٰ أُنَاساً عَلَى الْغِنٰى

وَلَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ الْغِنٰى لَحَسُوْدُ

جو شخص مالداری کی وجہ سے ان سے عداوت رکھتا رہا ہو حالانکہ اس نے کبھی اپنے رب سے مالداری کی درخواست نہ کی وہ حاسد ہے[*19]"۔

امیہ بن ابی الصلت

جس کو زعم تھا کہ نبوت اس پہ اترنے والی ہے!

امیہ بن ابی صلت عرب کے اہل دانش میں سے ایک تھا۔ اس کے اشعار میں حکمت اور توحید کے بہت سے اشعار شامل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی کے اشعار کے متعلق فرمایا تھا اس کے اشعار تو ایک مومن کے سے ہیں مگر اس کے دل میں کفر ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ اونٹنی پر اپنے ایک صحابی کے ہمراہ کہیں جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے اپنے صحابی سے کہا کیا تمہیں امیہ بن ابی صلت کا کوئی شعر یاد ہے۔ انھوں نے کہا بہت۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا سناؤ۔ تو انھوں نے امیہ کے کچھ شعر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ۔ میں نے پھر امیہ کے کچھ شعر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور سناؤ۔ حتیٰ کہ میں نے آپ ﷺ کو امیہ کے سو سے زیادہ شعر سنائے مگر اس پہ بھی آپ ﷺ نہ اکتائے۔ اگرچہ آپ کو شعر سننے کا کوئی خاص شوق نہ تھا۔ جب میں نے امیہ کے بہت سے شعر آپ کو سنائے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص ایمان لاتے لاتے رہ گیا۔

امیہ کے کچھ شعر پیش کئے جاتے ہیں۔

اَاَذْکُرُ حَاجَتِیْ اَمْ قَدْ کَفَانِیْ
حَیَاؤُكَ اِنَّ شِیْمَتَکَ الحَّیَسا ءُ
کیا میں اپنی حاجت کا ذکر کروں یا تمہاری حیا ہی کافی ہے کیونکہ حیا تمہاری سرشت میں ہے۔

وَعِلْمُکَ بِا لْحُقُوْقِ وَاَنْتَ قَرْمٌ
لَکَ الحَسَبُ المُھَذَّبُ وَالسَّنَاءُ
تم لوگوں کے حقوق سے بخوبی واقف ہو تم عظیم المرتبہ سردار ہو تمہارے کارنامے شائستہ ہیں اور تمہیں رفعت حاصل ہے۔

کَرِیْمٌ لَا یُغَیِّرُہٗ صَبَاحٌ
عَنِ الْخُلُقِ الجَمِیْلِ وَلَا مَسَاءُ
یہ ایسا شریف انسان ہے جسے صبح و شام کی گردش اس کے اچھے اخلاق سے نہیں پھیر سکتی۔

اِذَا اَثْنیٰ عَلَیْکَ المَرْءُ یَوْمًا
کَفَاہُ مِنْ تَعَرُّضِیہِ الثَّنَاءُ
جب کوئی انسان کسی دن تمہاری تعریف کردے تو یہ تعریف ہی اپنی ضرورت و حاجت کے ذکر کرنے کی کفایت کرتی ہے۔

عَطَاؤكَ زَيْنٌ لِامرِيٍ اِنْ حَبَوْتَہٗ
بِخَيْرٍوَ مَا كُلُّ العَطَاءِ يَزِيْنُ

اگر تم کسی انسان کو مال عطا کردو تو تمہارا عطا کرنا اس کے لیے زینت کا سبب ہوتا ہے مگر ہر عطیہ زینت کا سبب نہیں ہوتا۔

وَلَيْسَ بِشَيْنٍ لَامرِيٍ بِذُلُ وَجْهِہٖ
اِلَيْکَ کَمَا بَعْضُ السُّوَالِ يَشِيْنُ

کسی انسان کے لیے تمہارے پاس آکر اپنی عزت و آبرو کا دے دینا عیب نہیں مگر بعض سوال ضرور عیب ہوتے ہیں [*19]‘‘۔

گھوڑے اور سوار

ایک تذکرہ بسیط جس کو سمیٹنا مشکل ہے!

دوسری اقوام کی طرح عربوں میں بھی یہ بات ظاہر تھی کہ ہر گھوڑا نہ تو اصیل ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے سبقت لے جانے کی توقع کی جاتی ہے۔ سبقت لے جانے والے گھوڑے تو دراصل اس اعلیٰ خاندان سے وابستہ ہوتے ہیں جن کے آباء بھی سبقت لے جانے میں چست تھے۔ چنانچہ اہل عرب اپنے سبقت لے جانے والے گھوڑوں اور ان کی نسل سے خوب آگاہ تھے اس لیے ان کے ہاں سبقت لے جانے والے گھوڑوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ گھوڑوں کے عیب و محاسن کو بہت دور تک جانتے تھے۔ عرب اپنے گھوڑوں سے اپنے بیٹوں کی طرح محبت کرتے تھے اس لیے کہ اُن کا خیال تھا کہ جس طرح بیٹا جنگ میں اُس کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اسی طرح اُس کا گھوڑا بھی دشمن کو کاری ضرب لگانے اور پھر بھاگ آنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ عربوں کے ہاں ہر شخص کے پاس اصیل گھوڑے نہ تھے بلکہ اُن کی تعداد انتہائی کم تھی۔ عربوں کے کلام سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرب اپنے اصیل گھوڑوں سے کس حد تک الفت رکھتے تھے یہ ایک تذکرہ بسیط ہے مگر ذیل میں ہم عربوں کے اصیل گھوڑوں کے بارے میں کہے گئے اشعار سے کچھ انتخاب پیش کرنا چاہتے ہیں۔

اموی عہد کے شاعر ابو النجم کے اشعار سے آغاز کرتے ہیں۔

اَشَاعَ لِلْغَرَّاءِ فِیْنَا ذِکْرَهَا
قَوَائِمٌ عُوْجٌ اَطَعْنَ اَمْرَهَا
ٹیڑھی ٹانگوں نے جنھوں نے غرا کا حکم مانا اور عربوں میں غرا نامی گھوڑی کا نام مشہور کر دیا''۔

وَمَا نَسِیْنَا بِالطَّرِیْقِ مُهرَهَا
حَتّٰی نَقِیْسَ قَدْرَہٗ وَقَدْرَهَا
اور ہم راستے میں اس کے بچھیرے کو نہیں بھولے تاکہ ان دونوں کے اندازے کا قیاس کر سکیں''۔

وَصَبرہَ اِذا عَدَ او صَبْرُهَا
وَالمَاءُ یَعْلُو نَحْرَہٗ ونَحرُهَا
نیز یہ کہ اِن دونوں کے صبر کا بھی اندازہ لگالیں گے جب کہ پانی دونوں کے سینوں تک چڑھ رہا تھا''۔

مَلْمُومَۃٌ شَدَّ المَلِیْکُ اَزْرَهَا
اَسْفَلَهَا وَ بَطْنَهَا وَظَهْرَهَا
اس کا جسم گھٹا ہوا ہے اور اللہ نے اس کو قوی بنایا تھا خواہ اس کا نچلا حصہ ہو، خواہ پیٹ، خواہ پیٹھ''۔

فَکُدْ گَاد ھَاِیُھا یکون شَطْرھَا

اس کی گردن اس قدر لمبی ہے کہ اس کے تمام جسم کا آدھا حصہ معلوم ہوتی ہے“۔

عباسی خلیفہ ہارون رشید کے گھوڑے زبید کے بارے میں یہ اشعار ابن حزرہ نے کہے تھے۔

وَاَقَبُّ کَا لّسِرْحَانِ تُمِّ لہ

مَا بَیْنَ ھَا مَتِہٖ الی النَّسْرِ

وہ ایک ہلکے پیٹ والا بھیڑیے کی طرح کا گھوڑا ہے جس کے جسم کے تمام اعضاء سر سے لے کر پاؤں تک مکمل ہیں“۔

رَحُبَتْ نَعَا مَتُہٗ وَوَفَّرَفَرخُہٗ

وَتمکَّنَ الصُّرَدَانِ فِیْ النَّحْرِ

اس کے سر کے اوپر کی کھال فراخ اور دماغ مکمل ہے اور زبان کے نیچے کی دونوں رگیں سینے میں اپنی جگہ کو مضبوط پکڑ چکی ہیں“۔

واَناف بالعُصفَورِمِنْ سَعَفٍ

ھَامِ اَثَمَّ مُوثِقِ الجَذْرِ

اور اس نے پیشانی کے پھیلے ہوئے بالوں میں ایک اونچے مضبوط جڑ والی ناک کو اونچا کیا ہوا ہے“۔

وَازْدَانَ بِالِدٍ یکَیْنِ صُلْصُلُہ'
وَنَبَتْ دَجَاجَتُہ' عَنِ الصَّدْرِ

اس کے ماتھے کی سفیدی کو کان کے پیچھے کی ابھری ہوئی ہڈی زینت بخش رہی ہے اور اس کی چھاتی کے اوپر سینے کا گوشت ایک طرف کو ہٹا ہوا ہے۔"

والنَّاهِضَانِ اُمِرّ جَلْزُهُمَا
فَکَاَنَّمَا عَثَمَا عَلٰی کَسْرٍ

اور اس کے دونوں کندھوں کا گوشت خوب اچھی طرح ہٹا ہوا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دیا گیا ہو مگر وہ پھر بھی ٹیڑھی ہی رہ گئی ہو"۔

مُسْحَنْفِرُ الجَنْبَیْنِ مُلْتَئِمٌ
مَا بَیْنَ شِیمَتِہ الَی الغُرّ

اس کے دونوں پہلو پھولے ہوئے ہیں اور اس کے نتھنوں سے لے کر پنڈلیوں کے گوشت تک کا حصہ معتدل ہے"۔

وصَفَت سُمَانَاہُ وحَافِرُہ'
واَدِیمُہ' ومنا بَت ُ الشعر

اور اس کا سمانی (ایک پرندے کا نام) یعنی سم اور کھال مژگان کے اگنے کی سب جگہ صاف ہیں"۔

وَسَمَا الغُرَابُ لِمَوقِعِيہ مَعًا

فَأُ بِيِنَ بَيْنَهُمَا عَلَى قَدْرِ

اس کی چوتڑ چوٹی سے لے کر کمر کے اوپر تک تمام حصہ اونچا ہے اور صحیح طور پہ ان کے درمیان فرق کر دیا گیا ہے"۔

وَاكُتَنَّ دُوْنَ قَبِيحِہٖ خُطاَّفہٗ

وَنَاَتَ سَمَا مَتُہٗ عَلَى الصَّقرِ

اس کا وہ مقام جہاں سوار کی ایڑ لگتی ہے اس کی کہنی کی ہڈی کے کنارے کے پیچھے چھپی ہوئی ہے اور اس کی گردن کا درمیانی حصہ نمدے کے پچھلے حلقے سے دور ہے"۔

وَتَقَدّمَتْ عنہ الفَطَاۃ لَہٗ

فَنَاَتْ بِمُوْقَعِهَا عَنِ الحُرّ

اس گھوڑے کا وہ مقام جہاں ردیف بیٹھتا ہے آگے کو بڑھا ہوا ہے لہٰذا اس کا موقع کان کے بیرونی حصے کی سیاہی سے دور ہے"۔

وُشِمَا علَى نقَوِيۂ دُوْنَ حَدَاتہ

خَرَبستَانِ بَيْنُهما سَدَى الشِبْرِ

اس کی گردن کے اگلے حصے کو چھوڑ کر اس کے چوتڑوں کی دونوں ہڈیوں پر دو دائرے ہیں جن میں ایک بالشت کا فاصلہ ہے"۔

يَدَعُ الرَّضِيْمَ إِذَا جَرَى فِلَقًا

بِتَوائِمٍ كَمَوَاسِمٍ سُمْرٍ

جب یہ چلتا ہے تو اپنے سموں سے جو مٹیالے رنگ کے داغنے والے آلے کی طرح سخت ہیں پتھروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے"۔

رُكِّبْنَ فِىْ مَحْصِ الشَّوَى سَبِطٍ

كَنفْتِ الْوُثُوْبِ مُشَدَّدِ الاَسْرِ

اور یہ سم کم گوشت والی، لمبی، تیزی سے اچھلنے والی اور مضبوط بنی ہوئی ٹانگوں میں لگے ہوئے ہیں"۔

قَدْ أَطرُقُ الحَىَّ عَلَى سَابِحٍ

اَسْطَعَ مِثْلِ الصَّدَعِ الاُجْرِدِ

میں ایک تیز رفتار، لمبی گردن والے، چھوٹے چھوٹے بالوں والے گھوڑے پر جو بارہ سنگے کی طرح معلوم ہوتا ہو سوار ہو کر رات کے وقت قبیلے کے پاس جاتا ہوں"۔

لَمَّا اَتَيْتُ الَحَّىَّ فِى مَتْنِهِ

كَاَنَّ عُرْجُوناً بِمَثْنَى يَدِىْ

جب میں اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر قبیلے کے پاس آیا تو یوں معلوم ہو رہا تھا کہ کھجور کا ٹیڑھا خوشہ میرے دونوں ہاتھوں میں ہے"۔

اَقْبَلَ يَخْتَا لُ وَفِی شَا وِدٍ

يَضْرِبُ فِی اَلْاَقْرَابَ وَالْاَبْعَدِ

وہ گھوڑا اکڑ کر چلتا ہوا آیا اور وہ دوڑتے ہوئے قریب وبعید سب کو مار رہا تھا"۔

کَاَنَّہٗ سَکْرَانُ اَوْ عَابِسٌ

اَوابْنُ رَبٍّ حَدَثُ الْمَوْلِدِ

یوں معلوم ہو رہا تھا کہ یہ گھوڑا مست ہے یا اس کے تیور چڑھے ہوئے ہیں یا یہ کسی بادشاہ کا نوخیز بیٹا ہے"۔

اَمَّا اِذَا اسْتَقْبَلْتَہٗ فَکَاَنَّہٗ

جِذْعٌ سَمَا فَوْقَ النَّخِیْلِ مُشَذَّبٗ

جب تو اسے سامنے کی طرف سے آتا دیکھے گا تو یہ کھجور کے اس لمبے تنے کی طرح دکھائی دے گا جو دوسرے درختوں سے اونچا نظر آ رہا ہو"۔

وَاِذَا عَرَضْتَ لَہٗ اسْتَوَتْ اَقْرَائُہٗ

وَکَاَنَّہٗ مُسْتَدْبِرًا مُتَصَوِّبٗ

اور جب تو اسے عرض یعنی پہلو کی طرف سے دیکھے گا تو اس کے پہلو ایک جیسے دکھائی دیں گے اور اگر پشت کی طرف سے دیکھے گا تو یوں معلوم ہوگا کہ یہ ڈھلان کی طرف جا رہا ہے"۔[*20]

عربوں کے ایک گھوڑے اعوج کے بارے میں یہ اشعار بشر بن ابی حازم کے ہیں کہا جاتا ہے کہ اعوج بادشاہوں کا گھوڑا تھا۔

وَبِکُلِّ اَجْرَدَ سَابِحٍ ذِیْ مَیْعَۃٍ
مُتَمَا حِلٍ فِی آلِ اَعْوَجَ یَنْتَمِیْ

ہر چھوٹے بالوں والے، تیز رفتار، نشاط والے لمبے گھوڑے کو لے کر آیا جس کی نسبت آل اعوج کے ساتھ ہے"۔

اور طفیل بن عوف کہتا ہے:

بَنَاتُ الوَجِیْہِ وَالْغُرَابِ ولَاحِقٍ
وَاَعْوَجَ تَنْمِیْ نِسْبَۃَ الْمُتَنَسِّبِ

یہ وجیہ، غراب، لاحق اور اعوج کی اولاد ہیں اور ان کی نسبت اسی طرح بیان ہوتی ہے"۔

اشقر نامی یہ گھوڑا قتیبہ بن مسلم کا گھوڑا تھا اور یہ اشعار ربیعہ بن مقدم کے ہیں۔

سَائِل کِنَانَۃَ اَیْنَ فَارِسُھَا الَّذِیْ
وَرَدَ الکَدِیْدَ رَبِیعۃ بن مُکَدَّم

ذرا بنی کنانہ سے پوچھو تو سہی کہ ان کا ربیعہ بن مقدم نامی جو کدید میں آیا تھا وہ اب کہاں ہے"۔

فَلَتُخبِرَنَّ بنو فراسٍ اَنَّہٗ
اَلْوٰی بِمُہجَۃِ جَریُ المَقْدَمِ

بنوفراس کو یہ بھی بتادو کہ ایک جرأت مندی کے ساتھ آنے والے شخص نے اس کی جان لے لی ہے"۔

لَمّا اَطا لَ عِنَا نَہٗ مُتقَصِّداً
نَحوِیْ قَصَرتُ لَہٗ عِنَا نَ الاَحْزَمْ

اس لیے کہ جب اس نے میری طرف آنے کا ارادہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کی باگ کو لمبا کیا تو میں نے احزم کی باگ کو چھوٹا کر دیا"۔

فَاَ ثِرتُ بَیْنَ ضُلُوعہ جَیَّا شَۃً
فَوھاٰءَ تَنفُثُ بالحَقِینِ وبِالدَّمِ

پھر میں نے اس کی پسلیوں کے درمیان جوش مارنے والے نیزے کے زخم کو ابھارا جس کا منہ فراخ تھا تب میں نے دیکھا کہ وہ روکے ہوئے پیشاب اور خون کو باہر پھینک رہا تھا"۔

عرب کے انھی نامور گھوڑوں میں ایک کا نام ازور تھا جس کا سوار عبداللہ بن خازم السلمیٰ بیان کیا گیا ہے وہ اپنے گھوڑے کے متعلق کہتا ہے۔

لَعمرِیْ لَقَدْ اَنْظَرتُ بکربن وَائِل
وَخِندِ فَ حَتّٰی لَمْ اَجِدْ مُتَنَظَّرا

اپنی جان کی قسم میں نے بکر بن وائل اور خندف کو اس قدر مہلت دی کہ اور انتظار کی گنجائش نہ رہی"۔

إِذَا أَكْثَرُوْا يَوْماً عَلَىَّ فَرَجْتُهُمْ

بُرمْحِىْ وَاَلْحَقْتُ الفَوَارِسَ اَزْوَرَا

جب وہ ایک دن میرے خلاف کثیر تعداد میں اکٹھے ہوکر آ گئے تو میں نے اپنے نیزے سے ان کی جماعت کو منتشر کر دیا اور گھوڑ سواروں کے ساتھ اپنے گھوڑے ازور کو جا ملایا"۔

اور انھی میں ایک بیضاء تھا جو کعب بن عتاب الحرث کا گھوڑا تھا جن کا ایک شاعر اس کے بارے میں کہتا ہے کہ:

لَوَامكَنَتْنِىْ مِنْ بشَامَةَ مُهْرَتِىْ

لَلاقَىَ كَمَا لَاقَى فَوَارِس قَعْنَبِ

کہ اگر میری بچھیری مجھے بشامہ پہ قابو پا لینے دیتی تو اس میں بھی وہی حشر ہوتا جو قنعب کے سواروں کا ہوا تھا"۔

تَمَطَّتْ بِهِ البَيْضَاءُ بَعْدَ اختِلاسِهِ

عَلَى دَهش وخِلتُنِىْ لَمْ اُكذَّبِ

اور بے خبری میں اچک لینے کے بعد بیضاء اسے لے کر دور تک چگتی رہی اور میرا خیال ہے کہ مجھے جھوٹا قرار نہ دیا جائے گا"۔

عربوں کے مشہور گھوڑوں میں ایک البریت تھا جو ایاس بن قبیصہ الطائی کا گھوڑا تھا جو نعمان بن منذر کے بعد حیرہ کا بادشاہ بنا۔ کسریٰ ایران اسے بڑی برکت والا سمجھا کرتا تھا۔ جب پرویز کے عہد میں رومی نہروان کے مقام پر اترے تو ایاس ایک عرب حکمران کے طور پہ کسریٰ ایران کا حمایتی تھا اور اسی کی فوجوں کی جانبازی نے رومی افواج کا منہ موڑا تھا۔ البریت اسی کا گھوڑا تھا جس کے متعلق حارثہ بن اوث کلبی نے یہ اشعار کہے:

وَنَجّٰی اِیَا ساّ مِنّی ُسیف مُحَنَّبٌ
تَرَا ہٗ اِذَا مَا جَدَّتِ الخَیلُ ُ یَلْعَبُ

ایاس کو مجھ سے کھلی ہوئی ٹانگوں والے گھوڑے نے نجات دلائی کہ جب اور گھوڑے بڑی کوشش سے چل رہے ہوں تو اسے تو کھیلتا ہوا دیکھے گا۔"

اَبو اُمِہّ البِرِیّتُ اَوھُو خَالُہٗ
اِلَی کُلّ عِرقٍ صَالحٍ یَتَنَسَّبُ

اور اس کی ماں کا باپ بریت ہے یا وہ اس کا خالو گھوڑا ہے بہرحال اس کی نسبت ہر عمدہ اور اصیل گھوڑے کی طرف ہے"۔

وَنَجّٰی اِیَا سَا سَابحٌ ذُوْعُلاَ لَتِر
مُلحٌ اِذَا یَعلُوا لحَزاَبِیّ یَغلُبُ

اَیاس کو تیز رفتار بار بار دوڑنے والے گھوڑے نے نجات دلائی جو دوسرے گھوڑے پر غالب آ جاتا ہے مگر جب سخت زمین آتی ہے تو وہ رک جاتا ہے"۔

ابو اُمہ العُریان اُوَھُوَ خَالُہ'

اِلٰی کُل عِرق صَالحٍ یَتَنَسَّب'

اوراس کی ماں کا باپ عریان تھا یا خالو عریان تھا بہر حال یہ ہر اصیل اور عمدہ گھوڑے کی طرف منسوب ہو تا ہے"۔

کَانَ استہ' اذا خطاتُہ' رِمَا حُنَا

وَفَا تَ ا لبُریۡتَ لِبدُہ' یَتَصَبَّبُ

جب ہمارے نیزے اس سے اچٹ گئے اور بریت پر سے اس کا نمدہ گر گیا تو اس کی دبر کی یہ حالت تھی کہ وہ پسینہ پسینہ ہو رہی تھی"۔

ذ نُابِیَ حُبَارٰی اَخطا الصَقرُاَسَہ

فَجَا دَ ت بِمَکنُونِ مِنَ السَّلح یَتۡعَبُ

اوراس کی مثال ٹیٹری کی دم کی سی تھی جس کے سر کو شکرہ پکڑ نہ سکا ہو تو اپنی پوشیدہ بیٹھ کو اس کے اوپر بہا دے"۔[*21]

◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈ ◈

عربوں کے انھی گھوڑوں میں ایک برخا تھا جس نے اپنی سرعت اور روانی کی بنا پر عربوں میں شہرت حاصل کی۔ یہ عوف بن کاہن سلمٰی کا گھوڑا تھا جس کے متعلق خود اسی کے شعر پیش خدمت ہیں۔"

نَصَبتُ لَہ وَجھی وبَرخَاء جونَۃ

اِ ذ اَ نُصِبَتۡ لِلشَرّاَ قُعَتۡ عَلَی رِجلٍ

میں نے اپنے چہرے اور سیاہ برخا گھوڑے کو اس کے سامنے کھڑا کر دیا اور جب برخا کو جنگ کے لیے کھڑا کر دیا جائے تو وہ اپنی ٹانگوں پر سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے"۔

كَاَنّ بها كُراَّث رَمْلٍ خَمِيْلَتٍ
وَلَتْ نَسبتَه ُالجُوزاءُ بالنَبْل والَوْبلً

گویا وہاں گھنے درختوں والی ریت کی گندھنا بوٹی پائی جاتی ہے اور اس کی گھاس پر جوزا برج نے نرم اور زور کی بارش برسائی ہوئی ہے"۔

تَرکتُ ابنَ بَدْرٍ وا لسِباَعُ يَعُدْنَه ُ
وَفِی النفس ومَّا يَذْكُرُالنّا س عَا ذِرْ

اور میں نے ابن بدر کو اس حالت میں چھوڑا کہ پرندے اسے نوچ رہے تھے اور میرے دل میں ان باتوں کے متعلق جو لوگ کہہ رہے تھے عذر موجود تھا کہ میں نے اسے بلا سبب قتل نہ کیا تھا"۔

قَصَرتُ لَہ ُ مِنْ صَدْرِ جِروَۃ َاِنَّھَا
تُصَا دِمُ اَحْیَانًا وَحِیْنًا تُغَادِرْ

اور میں جروہ کا سینہ اس کے سامنے تانے رکھا اور جروہ کبھی ٹکراتی اور کبھی ٹکرانا چھوڑ دیتی"۔

قَصَرتُ لَہَ مِن صَدرِھَا وکا نَّھَا
عُقَابٌ تَدَلَّت مطلع الشمس کاسِرُ

میں نے گھوڑی کا سینہ تانے رکھا اور یوں معلوم ہو رہا تھا کہ یہ گھوڑی مشرق کی جانب سے ان پر عقاب کی طرح ٹوٹ پڑی ہے[22*]. "۔

انھی گھوڑوں میں ایک الحرون بن الاثانی ہے جو عربوں کے سب سے اعلیٰ گھوڑے اعوج کی نسل سے تھا۔ عرب کے ماہر انساب نے اس کا نسب یوں بیان کیا ہے "الحرون بن الاثانی بن الخزر بن ذی الصوفۃ بن اعوج" یہ قتیبہ بن مسلم کے باپ مسلم بن عمرو الباہلی کا گھوڑا تھا۔ اسے حرون اس لیے کہا جاتا تھا کہ یہ دوسرے گھوڑوں سے بہت آگے نکل جایا کرتا تھا۔ جب یہ دوسروں سے آگے نکل جاتا تو پھر رک جاتا کہ پیچھے آنے والے گھوڑے ان فاصلوں کو سمیٹ سکیں جو اس کی تیزی رفتاری نے ان کے درمیان ڈال دیئے تھے جب وہ اس کے قریب پہنچتے تو یہ پھر سے بھاگ نکلتا اور لمحوں میں نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔ حرون کے بارے میں کسی عرب شاعر نے کہا کہ:

إِذَا مَا قُرَيْشٌ خَلَا مُلْكُهَا

فَإِنَّ الخِلَافَةَ فِي بَاهِلَه

جب قریش سے حکومت جاتی رہے گی تب خلافت قبیلے باہلہ میں ہوگی"۔

لِربِّ الحَرُوْنِ اَبِیْ صالح

وَمَا تِلْكَ بالسنة العَادِلَه

اور حرون کے مالک ابو صالح کی حکومت ہوگی اور یہ کوئی عادلانہ دستور نہیں"۔

❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂

مسلم نے اس گھوڑے کو بصرہ میں ایک بدوی سے دو ہزار درھم میں خریدا تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب وہ بدوی اس کو لے کر اندر آیا تو اس کی گردن میں رسی تھی اور اس کے بال اڑ رہے تھے مگر یہ مسلم کے نصیب تھے کہ وہ بیس سال تک اس گھوڑے کی پشت پر بیٹھ کر اسے دوڑاتا رہا مگر وہ ایک بار بھی شکست سے دوچار نہ ہوا، کامیابی ہمیشہ اس کے ہمرقاب رہی۔ بعد میں حجاج نے اسی گھوڑے کے ایک بیٹے بطین کو الولید بن عبدالملک کو بھیجا جس نے اپنے باپ کے نام کو زندہ رکھا اور عربوں کے اصیل گھوڑوں میں شامل رہا۔

اَغَرّ مِنْ خَیْلِ بَنِیْ مَیْمُوْن
بَیْنَ الحُمَیلیّاتِ وَالْبَطِیْن
حملیات اور بطین کے درمیان یہ بنی میمون کے گھوڑوں میں سے ہے اور اس کا نام اغر ہے"۔

عربوں کے نامور گھوڑوں میں ایک نام حزمہ تھا۔ جس کا ذکر اصمعی نے کیا ہے کہ مجھے ایک بوڑھے شخص نے جس کا نام ابن قتب تھا نے کہا کہ ایک بدوی جو نجد کا رہنے والا ہے ولید بن عبدالملک کے پاس آیا۔ ولید نے اپنے گھوڑے دوڑنے کے لیے خوب تیار کر رکھے تھے کہ اس بدوی نے کہا اے امیر المومنین میں اپنا گھوڑا تمھارے گھوڑوں کے ساتھ چھوڑنا چاہتا ہوں۔ ولید نے اسلیم سے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے اسلیم نے جواب دیا۔ یہ ایک حجازی گھوڑی ہے جو اگر تمھاری تربیت میں آ جائے تو خوب نام پیدا کرے۔ اس بدوی نے کہا کہ مجھے یقین ہے میری گھوڑی تمھارے گھوڑوں پہ بھاری پڑے گی۔ پھر گھوڑوں کو چھوڑا گیا اور وہ بدوی اپنے دعویٰ میں پورا اترا اور اس کی گھوڑی حزمہ سب پہ غالب آ گئی۔ ولید نے اس بدوی سے کہا کہ یہ گھوڑی تم مجھے دے دو۔ مگر اس عرب نے کہا کہ ہم سر تو دے دیا کرتے ہیں مگر سواری نہیں دیا کرتے۔ وہ بھی حزمہ جیسی۔ اس پہ ولید بن عبدالملک مسکرایا اور وہ بدوی چلا گیا۔ تب ایک مدت بعد خلیفہ کو پتا چلا کہ حزمہ کا بدوی مالک سخت بیمار ہے تو اس نے اپنے خاص طبیبوں کو اس کے علاج کے لیے روانہ کیا مگر اس کے مرض کو افاقہ نہ ہوا۔ اس موقعہ پر اس بدوی نے چند شعر کہے جو وقت کی راکھ تلے دبنے سے محفوظ رہے اور اوراق کی تہوں میں پوشیدہ تاریخ کی مسافت طے کرتے ہوئے ہم تک پہنچے جو آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں:

جَاءَ الاطِبَّاءُ مِنْ حِمْصٍ کَاَنَّھُمْ
مِنْ اَجْلِ اَنْ لا یُدَاوُوْنِیْ مَجَانِیْنُ
اور حمص سے میرے لیے طبیب آئے مگر وہ میرا علاج نہ کر سکنے کی وجہ سے دیوانہ ہو رہے تھے"۔

قَال الا طِباء ما یشفی فقلت لھم
دُخاَنُ رِمثٍ مِن ا لتَسْریْر یَشفُنی
طبیبوں نے پوچھا تجھے کس چیز سے شفاء ہوگی میں نے کہا تسریر کی رمث بوٹی کا دھواں مجھے شفایاب کرے گا"۔

ومّا یَجُرُّ اِلَی عُمْران حاطبُہ'
من الجُنَیَنة جَزْلا غیر مَمنُون'
اور یہ وہ بوٹی ہے جسے لکڑ ہارا جنینہ سے نہ ختم ہونے والا ایندھن کھینچ کر آبادی کی طرف لے جاتا ہے"۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ اس کے بیٹے اونٹوں کی چراگاہ سے یہ بوٹی لے کر جب اس تک پہنچے تو حزمہ کا وارث مر چکا تھا۔ محمد الاعرابی نے حزمہ کے مالک کا نسب بھی بیان کیا ہے جس کے مطابق وہ الاصم حکیم بن جناب بن المنیر ی تھا اور اصم اس کا پوتا تھا جس نے اپنے دادا کی گھوڑی کی وفات پہ اس کا مرثیہ کہا جس کے چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

یَا حَزْمَ قَد جَدَّ الرھَانُ با لَقَوم
لیس عَلیکَ الیومَ فِی جَرْیٍ لَوم
اے حزمہ قوم کی گھڑ دوڑ تیز ہوگئی ہے اور آج چلنے میں تجھے کوئی ملامت نہیں کرسکتا"۔

اِن اَنت جَلَّیتَ الوجوہَ ذا لیوم

وَالَولا جَزیُ حُومَلَ یوم غدر

اوراگرغدر کےدن حومل نہ دوڑتا تو ہتھیارا سےاور مجھ دونوں کو پھاڑ دیتے“۔

لَمَزَّقَنی وَاِیّا ھَا السّلاحَ

تُشِیبُ اِثَا بَۃَ العُضُود لَمَّا

اوراس نے وہی جزادی جو یغفور نامی گھوڑے نے اپنے مالک کو دی تھی جب بکھرے ہوئے بالوں والے حریص دشمن ان تک آپہنچے تھے“۔[*23]

عربوں کے نامور گھوڑوں میں سے ایک کا نام الحفار تھا جو جنگوں میں اپنے مالک کو اڑائے پھرتا اور کسی کے ہاتھ نہ آتا۔اس کے مالک کا نام سراقہ بن مالک الکنانی ہے جو اپنے گھوڑے کی شان میں رقمطراز ہے کہ:

صَبَرتُ لَھُم نَفسِی وَاَحرَزتُ جَنَّتِی

ومثل مَشَدِّی یَومَ ذٰلِکَ یُذکر

میں ان کے سامنے ڈٹا رہا اور جنت کو پالیا اور اس دن جس طرح میں نے حملہ کیا اس کا چرچا عام تھا“۔

ومَرْجَعِیْ الحَفَّارُ خَلْفَ ظُهُورِهِمْ
بِمُعْتَرِكٍ ضَنْكٍ بِهِ الضَّيمُ اعسر

اوران کے پیچھے میرا مرجع حفار تھا ایسے تنگ مقام جنگ میں جہاں کسی پر ظلم کرنا بدبختی کا سبب ہوتا ہے۔"

وَلیٰ حُمَيدٌ ولَمْ يَنْظرُفَوَارِسَه
قَبلَ الَبَيِّنِ وا لمَغرُورُ مَغرُوْرٌ

حمید بھاگ نکلا اس نے غائر نظر ڈالنے سے پہلے اپنے سواروں کو دیکھا ہی نہ تھا اور ظاہر ہے کہ وہ ایک فریب خوردہ فریب تھا"۔

مِنْ بَعْدِ مَا اَلشَقَ الِريالَ طَعنُتہ
كَاَنَّه بِعَصِيرا لوَرْسِ مكُورٌ

اور بعدازاں اس کے نیزے کے زخم نے اس کی قمیض کو رنگ دیا تھا اور وہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اسے ورس کے رنگ میں ڈبو دیا گیا ہو"۔

نَجیٰ الحسا ويّه الكبدَءَ مُبترِكٌ
مَن جَرْيِهَا وحَثِيثُ الرّكضِ مَذْعُورٌ

اور بڑے پیٹ والے حسامیہ گھوڑی کو گھٹنوں پر بیٹھ کر لڑنے والے نے چلنے سے نجات دلا دی اور تیز خوفزدہ گھوڑے نے بھی"۔

کاَ نَّمَا یَلْدَغُ الافرا بَ اِذ حَمِیَت
مِن شَدِّھَا بِحَصَی الارْضِ الزَنَابِیرُ

اور جب یہ زمین کے کنکروں پہ تیزی سے چل رہی تھی تب یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے پہلوؤں کو بھڑیں ڈس رہی ہیں [24*]''۔

عربوں کے مشہور گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا ھراوۃ تھا۔ یہ ریان بن حویص العبدی کا گھوڑا تھا[24*] جسے کوئی پکڑ نہ سکتا تھا۔ بعض لوگوں نے اس گھوڑے کے کسب کی بنا پر اس کا نام ھرواۃ الاعزاب رکھ چھوڑا تھا جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس گھوڑے کے مالک نے اسے ان نوجوانوں کے حوالے کر رکھا تھا جو کنوارے تھے۔ چنانچہ ایک کنوارہ اس پہ سوار ہو کے چھاپے مارتا اور جب وہ مالدار ہو جاتا اور شادی کے لائق مال جمع کر لیتا تو اس کو کسی اور کنوارے کے حوالے کر دیتا کہ وہ اس پہ غارت ڈالے اور خود کو شادی کے قابل بنا لے۔ اس طرح وہ باری باری اسے لیتے رہتے حتیٰ کہ یہ گھوڑا ضرب المثل بن کے رہ گیا۔ چنانچہ عربوں کا مشہور شاعر لبید اس کے بارے میں کہتا ہے کہ:

لا تَسْقِنِی بَیدَکَ اِن لَمْ اَلتَمِس
نِعمَ الضَّجُوعُ بِغَارَۃِ اَسرَاب

اگر میں تم سے نہ مانگوں تو مجھے اپنے ہاتھ سے پانی نہ پلا اور غارۃ اسراب کے مقام پر ضجوع کیا ہی عمدہ جگہ ہے''۔

تَھدِی اوا ئلَھُن کُلَّ طِمرِۃٍ
جَردَاءَ مثل ھَرَواۃ الاعزاب

کم بالوں والی تیز رفتار اونٹنی جو ھرواۃ الاعزاب کی طرح ہے ان آباء کو تحفہ دیتی رہی ہے''۔

سَقَی ُجَدَث َالریّان کل ّعَیسُیّۃٍ

مِن َالمُزْن وَکاّف العَشّی دَلُوح ُ

خدااس قبرکو جوریان میں واقع ہے ہررات زور سے بہنے والے بہت بارش برسانے والے بادل سیراب کرتے رہیں‘‘۔

اُقَامَ لِفِتیان العَشِیرۃ سَھُوۃ ً

لَھُم ُمَنکَح ُمِن جَرْیِھَا وصَبُوح ُ

اس نے قبیلے کےنوجوانوں کے لیےایک نرم رفتارگھوڑامقررکررکھاتھاجس کی رفتاران کے لیے نکاح اورعمدہ شراب کاسبب تھی‘‘۔

فِیَا مَن ُرائی مثل َالھَرَاوۃ مُنکحا

اِذَا بَل ّاِعطَا ف ُا لحَسُبَا دِ جُرُوْح ُ

جب عمدہ گھوڑوں کے پہلوخون سے تر ہو جائیں تواسے میں کیاکسی نے بھی ایسا گھوڑانہ دیکھا ہوگا جو جوانوں کی شادی کرادینے والاگھوڑاہو‘‘۔

وذی اِبل لولا ا لھراوۃ لَم یَثُب ُ

لَہ ُالمال ُما انشَقّ الصباح یُلُوح ُ

بہت سے اونٹوں والےایسے ہیں کہ اگرھراوۃ نہ ہوتا توجب تک صبح پھٹ کرچمکتی رہے انھیں کبھی مال حاصل نہ ہوتا‘‘۔[26*]

عرب شہ سوار

کچھ عرب شہ سواروں کا تذکرہ اور اُن کے متعلق اشعار!

جہاں عربوں میں عمدہ گھوڑوں کی کمی نہ تھی وہیں ان میں شجاع شہ سواروں کی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ اس لیے کہ عرب جاہلیت کے زمانے میں حملہ کرنے پیچھے ہٹنے اور جنگ کرنے میں مشغول رہتے تھے۔ انھوں نے عزت حاصل کرنے اور وقار بلند کرنے کی غرض سے اپنی جانوں کو سستا کر رکھا تھا۔ اگر انھیں کوئی عیب لگ جاتا یا ذلت کی کوئی بات انھیں داغدار کر دیتی تو پھر ان کے لیے زندہ رہنا دوبھر ہو جاتا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان میں شہ سواروں اور جگر داروں کی کمی نہ تھی بلکہ ان کے اکثر نوجوان جنگل کا شیر ہوا کرتے۔ اور یہ بات کہنے والا کوئی غیر نہیں خود انھیں عربوں کا ایک سردار تھا جس کی شاعری کی اِک عالم میں دھوم تھی جس کا نام نابغہ جدی تھا۔ یہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں شامل تھے اور اُن کا اصل نام قیس بن عبداللہ بن عدس بن ربعیہ بن جعدہ تھا۔ ان کی کنیت ابولیلیٰ تھی اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت بھی کی ہے اور آپ کی مدح بھی کہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی درازی عمر کی دُعا کی۔ چنانچہ نابغہ جدی کی عمر جب دو سو سال تھی تب بھی ان کے منہ سے ایک دانت تک نہ گرا تھا۔ انھوں نے دو سو بیس سال کی عمر پائی۔

وہ عرب شہ سواروں کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ:

وإنّا لَقومٌ مَا نُعَوِّدُ خَيلَنَا
إذَا مَا التَقَيْنَا اَن تَحِيدَ و تَنَفرَا

اورہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گھوڑوں کو اس بات کا عادی نہیں بنایا کہ جب جنگ ہوتو وہ ایک طرف کو ہٹ جائیں یا میدان چھوڑ کر بھاگ نکلیں"۔

وَنُنكِرُ يَومَ الرَّوْعِ اَلْوَانَ خَيلِنَا
مِنَ الطَّعْنِ حتَى نَحسِبُ الجَوْنَ اَشْقَرَا

جنگ کے دن ہم اپنے گھوڑوں کے رنگوں کو نیزے کے زخموں کی وجہ سے پہچان نہیں سکتے یہاں تک کہ ہم سیاہ رنگ کے گھوڑے کو سرخ رنگ کا خیال کرنے لگ جاتے ہیں"۔

وَلَيْسَ بِمَعْرُوفٍ لَنَا اَنْ نَرُدَّهَا
صِحَاحًا وَلَا مُستَنكراً اَن تُعَقَّرا

اور ہمارا یہ دستور نہیں کہ ہم انھیں صحیح وسلامت واپس لے آئیں اور نہ ان کے زخمی ہو جانے کو عجیب بات سمجھتے ہیں"۔

حَسِبْنَا زَمَاناً كُلَّ بَيْضَاء شَحمةً
لِيَالِيَ إِذْ نَغزُو جُذَامًا و حِمْيَرَا

اور ہم ایک زمانے تک غلطی سے ہر سفید چیز کو چربی سمجھتے رہے اور یہ وہ زمانہ تھا جب ہم حمیر اور جذام سے جنگ کر رہے تھے"۔

اِلَی اَن لَقِینَا الحیّ بکرّ بن وائلٍ
ثَمَا نِینَ اَلفاً دَارِ عَینَ وَ حُسَّرَا
تا آنکہ ہماری جنگ قبیلہ بکر بن وائل سے ہوئی جن کی تعداد اسی ہزار تھی اور ان میں کچھ زرہ پوش تھے اور کچھ بغیر زرہ کے"۔

فَلَمَّا قَرَعنَا النبعَ بَا لنَبعِ یَعضَہَ
بِبَعضٍ اَبَت عِیدَ انہ ان تکسَّرَا
پھر جب ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ نیزے ٹکرائے تو ان کی لکڑیوں نے ٹوٹنے سے انکار کر دیا"۔

سَقَینَا ھُم کَاسًا سَقَونَا بِمِثلِھا
وَلٰکِنَنَّا کُنَّا عَلَی المَوتِ اَصبَرَا
اور ہم نے انھیں موت کا پیالہ پلایا اور انھوں نے بھی ہمیں ایسا ہی پیالہ پلایا مگر ان کے مقابلے میں ہم مرنے کے لیے زیادہ آمادہ تھے"۔[27*]

عرب کے شہ سواروں کا تذکرہ بہت طویل ہے اس لیے ہم بساط بھر اہل عرب کے ان شہ سواروں کا احوال بیان کریں گے جو حملہ کرنے اور حملہ سہنے میں مقبول تھے اور جن کے قدم میدان جنگ میں اس طرح جم جاتے جیسے وہ اسی میدان کا کوئی درخت ہوں اور عرب اپنے بعض شہ سواروں کو ہزار سواروں کے برابر قرار دیتے تھے اس لیے کہ وہ دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں راسخ تھے اور ان کے قدم میدان میں جمے رہتے۔

حضرت زید الخیرؓ

زید الخیر عرب کا مشہور شہ سوار تھا۔ "**استیعاب**" کے مصنف کے مطابق اس کا نام زید بن مہلہل بن زید بن الطائی تھا[28*] انھیں اللہ تعالیٰ نے ۹ ہجری میں اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ جب وہ قبیلہ طے کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تب نبی اکرم ﷺ نے اس کا نام زید الخیل کی بجائے زید الخیر رکھا اور فرمایا ۔تمھارے سوا جاہلیت میں جس کسی کا بھی ذکر مجھ سے کیا گیا اور پھر میں نے اسے عہد اسلام میں دیکھا تو محسوس کیا کہ وہ اپنے تذکرے سے کم ہی ہے مگر میں نے تم میں وہ تمام اوصاف موجود پائے ہیں جن کا تذکرہ تمھاری غیر موجودگی میں کیا گیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تکریم کی اور انھیں بیٹھنے کے لیے اپنی چادر بچھا کے دی۔ زید الخیر کی کنیت ابو منکف تھی اور زید الخیر کو نبی اکرم ﷺ نے اپنے علاقے میں ایک جاگیر بھی عطا کی۔ زید الخیرؓ بننے سے پہلے ان کا نام زید الخیل تھا جو انھیں اس وجہ سے عطا کیا گیا کہ ان کے پاس بہت سے اصیل گھوڑے تھے اور اِن دِنوں جب کہ عربوں کے ہاں ایک دو ہی اصیل گھوڑے ہوا کرتے تھے تب زید الخیل کے پاس بہت سے اصیل گھوڑے موجود تھے۔ زید کے اپنے اشعار میں اس کے پانچ بہترین گھوڑوں کے نام ملتے جو کہ یہ ہیں ، الھطال، الکمیت، الورد، ذوول اور لاحق ،خود زید الخیر بھی عرب کے بہت خوبصورت جوان تھے وہ بہت جسیم اور بہت لمبے تھے وہ اپنے قد آور گھوڑے پر سوار ہوتے تو بھی ان کی ٹانگیں لٹکتی رہتیں اور یوں محسوس ہوتا کہ آپ کسی گدھے پہ سوار ہیں۔

زید الخیر کے دو بیٹے تھے۔ جن کے نام مکنف اور حریث تھے۔ دونوں نہایت پختہ مسلمان تھے وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی قیادت میں مرتدین کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ ان کے باپ زید الخیرؓ نہایت عمدہ شاعر تھے۔ عربوں کے فصیح و بلیغ خطیب تھے بہادر اور شریف سردار تھے۔ انھوں نے کعب بن زہیر کی ہجو بھی لکھی کیونکہ کعب نے ان پر تہمت لگائی تھی کہ انھوں نے اس کا گھوڑا چرا لیا ہے۔ ایک اور معرکہ میں انھوں نے عربوں کے سردار عامر بن طفیل کو گرفتار کر لیا تھا تاہم بعد میں اس کی پیشانی کے بال کاٹ کر بطور احسان اس کو چھوڑ دیا تھا۔ بنی اسد کے ایک شخص مزید کو زید الخیرؓ کے ساتھ الجھنے کی خواہش تھی جس کا اظہار وہ گاہے بگاہے کرتا رہتا تھا۔ مگر جب اس کا سامنا زید الخیرؓ سے ہوا تو اس نے جانا کہ وہ ان سے مقابلے کا اہل نہیں۔ جب ان کا مقابلہ ہوا تو وہ زید الخیر کے نیزے کے دو وار بھی نہ سہہ سکا اور بھاگ نکلا۔ پھر قبیلہ غطفان

کا ایک شخص جابر بھی ان کے سے مقابلے کی خواہش رکھتا تھا یہاں تک کہ ایک صبح زید ان کے علاقے میں جا نکلا۔ جابر کی بیوی نے انھیں دیکھا تو اپنے خاوند کو اکسایا کہ وہ جس سے مقابل ہونے کی خواہش تیرے اندر پائی جاتی ہے آج تیری دسترس میں ہے نکل اور اس کے مقابلے پہ آ۔ تب جابر زید الخیرؓ کے مقابلے پہ اترا دونوں نے اپنے اپنے نیزوں سے ایک دوسرے پہ وار کیے جو کارگر ثابت نہ ہوئے اس لیے کہ دونوں سواروں نے زرہ پہن رکھی تھی۔ پھر جابر نے ایک زبردست وار زید الخیرؓ پہ کیا مگر اس کا نیزہ زید الخیرؓ کی زرہ سے کمزور ثابت ہوا اور مڑ کر ٹوٹ گیا۔ تب زیدؓ نے اس پر اپنے نیزے سے وار کیا تو وہ اچھل کر دور جا گرا اور اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ جابر کی بیوی نے اسے اٹھایا اور کہا جس کے مقابلے کی خواہش تو کرتا تھا وہ ایک پُر اعتماد شخص ہے۔ اگرچہ تو نے خوب مقابلہ کیا اس کے بعد اس سے قبل کہ زید الخیرؓ اسے قتل کرتے اور عرب میں مقابل کو قتل کرنے ہی کا رواج تھا۔ اس کی بیوی نے اپنے شوہر کی جان بخشی کی درخواست کی جسے حضرت زید الخیرؓ نے قبول کر لیا اور خاموشی سے وہاں سے ہٹ گئے۔ ۱ زید الخیرؓ جب اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے وطن لوٹے تو ان کو شدید بخار نے آ گھیرا جس کے باعث انکی موت واقع ہوگئی اور اسلام لانے کے بعد وہ بہت کم عرصہ تک زندہ رہے۔

ان کے چند شعر پیش خدمت ہیں:

تَمَنّٰی مِزْیَدٌ زَیدا ً فَلَاقٰی

اَخَا ثِقَۃٍ اِذَا اخْتَلَفَ الْعَوَالِیْ

مزید نے زید سے جنگ میں ملاقات کرنے کی خواہش کی پھر جب وہ اسے ملا تو ایک خود اعتماد شخص تھا جس کا مقابلہ کرنا دشوار تھا اگرچہ نیزے دونوں طرف سے ہی چلے''۔

کَمُنْیَۃِ جَابِرٍ اِذْ قَالَ لَیْتَنِیْ

اُصَادِفُہٗ وَاُتْلِفُ بَعْضَ مَسَالِیْ

اور یہی آرزو بنو غطفان کے جابر کے سینے میں بھی لہریں لیتی تھی جب اس نے کہا کہ کاش میں زید کو پا لیتا اور اس خواہش کے لیے میں اپنا مال خرچنے کو بھی تیار ہوں''۔

تَالَا فَیۡنَا فَمَا کُنَّا سَوَاءً

ولکِن خَرَّعَن حَالٍ لِحَال

مگر جب ہم ایک دوسرے سے ملے تو ہم برابر نہ تھے کہ وہ تو کچھ دیر بعد ہی یک دم گھوڑے کی پشت سے نیچے گر پڑا‘‘۔

ولَولَا قُولُہ یَا زَیۡد قَدۡنِی

لَقَد قامَت نُوَیۡرَۃ بِا لماَ لمِی

اگر وہ یہ نہ کہتا کہ زید: بس تو نویرہ کی بیوی کھڑی ہو کر اس کا ماتم کرنے ہی والی تھی‘‘۔

شَککۡت ثِیَابَہ لَمَّا التقَینَا

بِمُطَّرَدِ ائمَھزۃِ کالخِلَا ل

جب ہم ملے تو میں نے اس کے جسم کو مسلسل حرکت کرنے والے خلال کی طرح نیزے سے پرو دیا‘‘۔

[*29]

عمرو بن معدیکرب

عمرو بن معدیکرب عرب کا ایک اور شجاع شہ سوار تھا جس کا نسب بتاتا ہے کہ اس کا تعلق اہل سبا کے اس خاندان سے تھا جنھوں نے سد مارب بنایا اور سرزمین یمن میں صدیوں تک خوشحالی اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کی۔ عمرو بن معدیکرب کے نام کے کئی معنی عربوں نے روایت کیے ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے کہ یہ لفظ عدوان سے مشتق ہے اور کرب کا معنی ہوسکتا ہے کہ سخت غم کے ہوں اور یہ لفظ قارب کے ہم معنی ہو اور بعض نے کہا کہ کرب کنویں سے پانی نکالنے والے ڈول کے دونوں سروں پہ بندھی رسی کو بھی کہتے ہیں۔ ابن جنی نے کہا کہ ثعلب نے معدی الکرب کے معنی یہ کیے ہیں کہ غم اسے چھوڑ کر آگے نکل گیا۔ "**الروض الانف**" کے مصنف امام سہیلیؒ نے معدی کرب کا مفہوم "وجہ فلاح" کیا ہے۔ عمرو کی کنیت ابو ثور تھی۔ ابوثور نے جاہلیت اور اس کے بعد اسلام میں کئی بار غارت گری کی اور جنگیں لڑیں۔ "**الاستیاب**" کا مصنف کہتا ہے کہ عمرو نو ہجری میں اور بقول واقدی دس ہجری میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بنی زبید کے وفد کے ساتھ حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ عمرو بن معدیکرب ایک مدت تک مدینے میں رہنے کے بعد اپنی قوم کے پاس واپس چلے گئے۔

عمرو کی قوم کا حاکم فروۃ بن مسیک تھا اور جب نبی ﷺ نے وصال فرمایا تو عرب بھر میں فتنے سر اٹھانے لگے جن میں ایک فتنہ جھوٹی نبوت کا بھی تھا۔ چنانچہ یہ عمرو بن معدیکرب [29*] اسود عنسی کے گروہ کے ساتھ ہو گیا اور مرتد ہو گیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے ایک لشکر ان فتنوں کی سرکوبی کے لیے ترتیب دیا گیا اور حضرت خالد بن سعیدؓ اس کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا سامنا عمرو بن معدیکرب سے ہوا۔ خالد نے اس کے کندھے پہ تلوار کا ایک بھرپور وار کیا اور معدیکرب بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت خالد نے اس کی سواری اور تلوار اپنے قبضے میں لے لی۔ ادھر معدیکرب نے دیکھا کہ اسلامی فوجوں کو خلیفہ کی کمک پہنچ گئی ہے تو اس نے پھر سے اسلام پہ قائم ہونے کا اعلان کر دیا۔ عربوں کے دستور کے مطابق کسی سے امان حاصل کیے بغیر مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہوا تو مسلمانوں نے اسے رسیوں سے جکڑ کر ایک طرف ڈال دیا اور اسے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں مدینہ روانہ کر دیا۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو دیکھا تو اس سے مخاطب ہو کے کہا تجھے شرم نہیں آتی کہ آئے دن کبھی تو ہزیمت اٹھاتا ہے اور کبھی قید میں ہوتا ہے۔ اگر تو اپنے دین کو مضبوط کرتا تو اللہ تعالیٰ تیرے لیے آسانی پیدا کر دیتا۔ تب اس نے خلیفۃ المومنین سے معذرت کی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسے پھر سے رہا کر دیا۔ پھر یہ اپنی قوم کی طرف چلا گیا مگر اب اس کے دل سے میل کچیل ڈھل چکی تھی۔ اور اب وہ پکا مسلمان بن چکا تھا۔ بہت دن اپنی قوم کے پاس گزارنے کے بعد اس کے دل میں جہاد کا شوق جاگا تو یہ اپنی سواری پہ بیٹھا اور مدینہ پہنچا۔ اپنے دل کی خواہش حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے

پیش کی۔اس نے کہا کہ میں عربوں کا شہ سوار تھا نہ جانے کیوں اتنا عرصہ میرے بازوؤں میں زنگ لگا رہا آپ مجھے جہاد کی اجازت دیں۔حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسے شام کی طرف بھیج دیا۔وہاں ایرانیوں سے جنگ در پیش تھی ۔جنگ یرموک میں عمرو بن معدیکربؓ نے خوب دادِ شجاعت دی اور ثابت کر دیا کہ وہ واقعتاً عربوں کے بڑے شہ سوار ہیں۔جنگ یرموک میں عمرو بن معدیکربؓ کی ایک آنکھ جاتی رہی۔مگر اس کے باوجود ان کے دل میں جہاد کا شوق موجود رہا۔اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے انھیں عراق کی طرف روانہ کیا جہاں جنگ قادسیہ میں ایک بار پھر انھوں نے اپنے بازوؤں کے جوہر دکھائے اور اسلام کی سربلندی کی خاطر خوب جنگ کی۔قادسیہ کی جنگ کو ہاتھیوں کی جنگ بھی کہا جاتا ہے کہ اس میں ایرانی پہلی دفعہ عربوں کے مقابل ہاتھیوں کا لشکر لے کر اترے تو عرب پریشان تھے اس عظیم الجثہ جانور کا کیا علاج کریں۔ اسی دوران عمرو بن معدیکربؓ نے ایک ہاتھی کی سونڈھ پہ تلوار ماری اور ہاتھیوں کا لشکر الٹے منہ پھر گیا اور اپنی ہی فوج کو روندنے لگا۔عمرو بن معدیکربؓ کے ایک ہی وار نے جنگ کا فیصلہ کر دیا اور عربوں کو فتح اور ایرانیوں کو شکست ہوئی۔عمرو بن معدیکربؓ نے ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔عرب دستور کے مطابق عمرو بن معدیکربؓ بھی ایک عمدہ شاعر تھا۔اس کے چند شعر پیش خدمت ہیں۔

وَلَمَّا رَاَیْتُ الْخَیْلَ زُوراً کَاَنَّهَا
جَدَاوِلُ زَرْعٍ اُرْسِلَتْ فَاسْبَطَرَّتِ

جب میں نے دیکھا کہ گھڑ سواروں کے سینے نیزوں کے زخم کھا کھا کر ایک طرف ہٹ رہے ہیں حالانکہ دشمن نے اپنے گھوڑے ہم پر چھوڑ رکھے تھے اور وہ یوں معلوم ہو رہے تھے گویا کھیتوں کی نہروں کا پانی چھوڑ رکھا ہو‘‘۔

فَجَاشَتْ اِلَیَّ النَّفْسُ اَوَّلَ مَرَّةٍ
فَرُدَّتْ عَلَی مَکْرُوهِهَا فَاسْتَقَرَّتِ

چنانچہ پہلے پہل تو کلیجہ منہ کو آ گیا مگر پھر اسے ناپسند چیز یعنی جنگ کی طرف لوٹا دیا گیا اس پہ جی کو قرار آ گیا‘‘۔

عَلَامَ تَقُولُ الرُّمحُ يثقل عَاتِقِی

إِذَا أَنَّا لَمْ أَطعَنْ إِذَا الْخَيْلُ كَرَّتِ

تو یہ کس لیے کہہ رہا ہے کہ نیزے نے میرے کندھے کو بوجھل کر رکھا ہے درآنحالیکہ سواروں نے مڑ کر حملہ کیا ہے اور میں نے ابھی نیزے کو حرکت بھی نہیں دی"۔

لَحَى اللّٰهُ جَرْماً كُلَّمَا ذَرَّشَارِقٌ

وُجُوهَ كِلَابٍ هَارَشَتْ فَازْبارَّتِ

خدا جرم قبیلے کو رسوا کرتا رہے جب تک کہ سورج طلوع ہوتا رہے میری مراد ان کتوں کے سے چہروں والوں سے ہے جو ایک دوسرے سے طیش میں آتے ہیں اور پھر چڑھ دوڑتے ہیں"۔

فَلَمْ تُغْنِ جَرْمٌ نَهْدَهَا إِذْ تَلَاقَيَا

وَلٰكِنَّ جَرْمًا فِي اللِّقَاءِ ابْذَعَرَّتِ

جرم قبیلے نے نہد قبیلے کا کچھ نہیں بگاڑا جب دونوں جنگوں میں مقابل آئے بلکہ جرم تو جنگ سے بھاگ ہی گئے"۔

ظَلَلْتُ كَأَنِّي لِلرِّمَاحِ دَرِيئَةٌ

أُقَاتِلُ عَنْ أَبْنَاءِ جَرْمٍ وَفَرَّتِ

دن بھر میری حالت یہ تھی کہ میں نیزوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا میں جرم کے بیٹوں کی طرف داری میں لڑتا رہا حالانکہ وہ خود بھاگ گئے تھے

فَلَوْاَنَّ قَوْمِیْ اَنطَقَتْنِی رِمَا حُھُمْ

نَطَقْتُ وَ لِکنَّ الرِّحَ اَجَرَّتِ

اگر میری قوم کے نیزے مجھے بولنے کا موقع دیتے تو میں ضرور ان کی مدح میں کچھ نہ کچھ کہتا مگر ان کے نیزوں نے تو میری زبان ہی بند کردی تھی‘‘۔[*31]

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

ربیعہ بن مقدم

ربیعہ بن مقدم کا شمار بھی عرب کے معروف شہ سواروں میں ہوتا تھا۔ ربیعہ کا تعلق بنو فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ سے تھا۔ عہدِ جاہلیت میں ربیعہ بن مقدم کی قبر پہ اونٹ ذبح کیے جاتے تھے جب کہ کسی اور کی قبر پہ ایسا نہ کیا جاتا تھا۔ یہ اس کی عزت و تکریم کی دلیل تھی جو اس کے وارثوں کے دلوں میں نقش تھی۔ بنو فراس بن کنانہ اہل عرب میں سب سے دلیر جنگجو مانے جاتے تھے ان کا ایک آدمی دیگر قبائل کے دس آدمیوں پہ بھاری تصور کیا جاتا تھا۔ انھی کا ذکر کرتے ہوئے ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اہل کوفہ سے کہا تھا کہ جس کے پلے تم پڑ گئے وہ ناکام رہا۔ خدا میرے عوض تمہیں ایسا شخص دے جو تمھارے لیے برا ہو اور تمھارے بدلے میں اللہ مجھے وہ لوگ عطا کرے جو تم سے بہتر ہوں۔ اللہ کی قسم میں چاہتا ہوں کہ تم سب کے بدلے حالانکہ تم ایک لاکھ ہو میرے پاس بنو فراس کے صرف تین سو آدمی ہوں۔ بعد میں بنو فراس کے کسی شاعر نے حضرت علیؓ کے اس خیال کے جواب میں کہا کہ:

هُنَالِکَ لَو دَعَوْتَ اَتَاكَ مِنْهُم
فَوَارِسُ مِثْلُ اَرْمِيَةِ الحَمِيْمِ

کہ اس وقت اگر تو پکارتا تو ان میں سے سوار گرمیوں کے بادلوں کی طرح تیزی سے امڈتے۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

ایک دفعہ جب حضرت حسان بن ثابتؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ربیعہ بن مقدم کی قبر کے پاس گزرے تو انھوں نے اس کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح کیا۔ صرف چند شعر پیش خدمت ہیں:

نَفَرَتْ قُلُوصِی مِنْ حِجَارَةِ حَرَّةٍ
بُنِيَتْ عَلَى طَلْقِ الْيَدَيْنِ وَهُوبٍ

میری اونٹنی حرہ کے ان سیاہ پتھروں سے بدک گئی جو سخی اور بہت عطیہ دینے والے کی قبر پہ رکھے ہوئے تھے“۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

لَا تَنْفِرِیْ یَا نَاقُ مِنْہُ فَإنَّہٗ

شِرِّیْبُ خَمْرٍ مِسْعَرٌ لِحُرُوْبٖ

اے میری اونٹنی تو نہ بدک کیونکہ یہ صاحب قبر تو بہت شراب پینے والا اور جنگوں کو خوب بھڑکانے والا تھا“۔

لَوْلَا لِسَفَا رُوَطُولُ قَفْرٍ مَهْمَہٍ

لَتَرَكْتُهَا تَحْبُوْعَلَى الْعَرْقُوبٖ

اور اگر سفر اور دور دراز کے چٹیل بیابان نہ ہوتے تو میں تیری کونچیں کاٹ دیتا اور تجھے گھٹنوں کے بل رینگتا چھوڑ کے چلا جاتا[31*]“۔

عنترہ بن شداد العبسی

کلبی کہتا ہے کہ شداد عنترہ کا باپ نہ تھا بلکہ اس کا دادا تھا۔ مگر وہ اس کے باپ کے طور پہ مشہور ہو گیا تھا۔ کسی اور کا قول ہے کہ شداد عنترہ کا چچا تھا جس نے اس کے باپ کی وفات کے بعد اس کی پرورش کی۔ چنانچہ وہ اسی کی جانب منسوب ہو گیا۔ مگر دوسرے مورخین نے مستحکم دلائل کی بنا پر اس خیال کی نفی کی ہے اور بتایا کہ اصل حقیقت یوں ہے کہ چونکہ عنترہ کے باپ نے اسے ایک مدت مدید کے بعد اپنا بیٹا تسلیم کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ عنترہ اس کی ایک سیاہ لونڈی کے بطن سے پیدا ہوا تھا جس کا نام زبیبہ تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں لوگ لونڈی سے پیدا ہونے والے بیٹے کو غلام ہی تصور کیا کرتے تھے ۔عنترہ کی ماں کے کئی اور بیٹے بھی عنترہ ہی کی طرح غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر عنترہ شجاع اور بہادر تھا۔ اس لیے ایک دفعہ جب عنترہ اپنے باپ کی اونٹنیوں کا دودھ دھو رہا تھا۔ تب ایک عرب قبیلے نے اس کے باپ کے قبیلے یعنی بنو عبس پہ غارت ڈال دی۔ انھوں نے بنی عبس سے ان کے اموال اور عورتیں چھین لیں۔ اگر چہ بنی عبس کے لوگوں نے ہتھیار اٹھائے اور ان کے مقابلے پہ جم گئے مگر غارت گر ان پہ بھاری پڑ رہے تھے۔ عنترہ چپ چاپ یہ سب کچھ دیکھتا رہا اور اپنے کام میں مشغول رہا۔ تب اس کے باپ نے اسے پکارا عنترہ اُٹھ اور ان لوگوں پر حملہ کر۔ اس پہ عنترہ نے جل کے جواب دیا۔

ایک غلام کیا حملہ کرے گا وہ تو بس دودھ دوھنا اور اونٹنیوں کے پستان باندھنا جانتا ہے۔ عنترہ کے باپ نے کہا: نہیں تو غلام نہیں بلکہ آزاد ہے اور میرا بیٹا ہے۔ تب عنترہ اٹھا اور سوار ہوا۔ اس نے جلد ہی اپنی شجاعت اور دلیری کے وہ جوہر دکھائے کہ غارت گر لوٹا ہوا مال اور ان کی عورتیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد اس کے باپ نے اس کو بیٹے کے طور پہ تسلیم کر لیا اور عنترہ عرب کے تین سیاہ فام غلاموں سے ایک تھا۔ دوسرے کا نام خفاف تھا جس نے عہدِ نبوی پایا اور اسلام کی دولت سے اپنے دامن کو سجایا۔ انھوں نے بہت سی جنگوں میں دادِ شجاعت دی۔ تیسرا سیاہ فام غلام سلیک تھا جس کی تیز رفتاری کے قصے عربوں میں مقبول تھے وہ اتنا تیز دوڑتا تھا کہ گھوڑ سوار اس تک نہ پہنچ سکتے اور وہ ہوا کی طرح منظر سے غائب ہو جاتا اور وہ ایک لٹیرا تھا۔ رہا عنترہ [32*] جس کا بیان یہاں مقصود ہے تو وہ عربوں کا بہادر ترین شخص تھا اور اس قدر سخی تھا کہ جو کچھ اس کے پاس ہوتا لوگوں پہ لٹا دیتا۔ عنترہ نے عربوں کی بہت سی جنگوں میں حصہ لیا اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ وہ داعس اور غبرہ کی مشہور جنگوں میں بھی شامل تھا اور ان جنگوں کے تمام قابل تعریف واقعات میں اس کا نام لیا گیا اس نے اپنے مقابل قبائل کے اہم سرداروں کو قتل کیا جن میں ضمضم المری ابوالحصین بن ضمضم بھی شامل تھا۔ نیز اس

کے بھائی اور باپ کو بھی اسی نے قتل کیا جس کا نام ھرم تھا۔ان معرکوں کا ذکر عنترہ نے اپنے اشعار میں کیا ہے:

وَلَقَدْ خَشِیْتُ بِاَنْ اَمُوت وَلَمْ قَدُرْ
لِلْحَرْبِ دَائرَۃٌ عَلَی ابْنِی ضَمْضَمِ
مجھے ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مرجاؤں اور ضمضم کے دونوں بیٹوں پہ جنگ کی چکی ابھی نہ چلی ہو"۔

الشَّاتِمِی عِرْضِیْ وَلَمْ اَشْتِمْهُمَا
وَا لنآ ذِرَیْنِ اِذَا لَمْ اَلْقَهُمَا دَمِیْ
وہ دونوں مجھے برا بھلا کہتے ہیں حالانکہ میں نے ان کے خلاف اپنے لب کبھی نہ کھولے تھے اور وہ دونوں نجانے کیوں میرے خون کے پیاسے تھے حالانکہ میں کبھی ان سے ملا تک نہ تھا"۔

اِن یَفْعَلَا فَلَقَدْ ترکتُ اَبَا هُمَا
جَزَرَ السِبَاعِ وکُلِ نّسنْرٍ فَشْعَمِ
اوراب اگر وہ دونوں ایسا کرگزریں تو کوئی عجیب بات نہ ہوگی کیونکہ میں نے ان کے باپ کو درندوں اور بوڑھی گدھوں کی خوراک بنادیا تھا"۔

ابوعبید نے عنترہ کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ جبلہ کی مشہور عالم جنگ کے بعد جب بنوعبس نے بنوغطفان کے ہاں پناہ لی اور سارے خون بہا ادا کردیئے گئے تب عنتر محتاج ہوگیا تھا حالانکہ وہ بہت لوٹ مار کرنے والا شخص تھا۔مگر اب بڑھاپے کی وجہ سے عاجز آگیا تھا اس نے اپنے اچھے دنوں میں بنوغطفان کے ایک آدمی پہ احسان کیا تھا وہ اس شخص سے اس

احسان کے بدلے کوئی سوال کرنے کی غرض سے روانہ ہوا مگر راستے میں ہی مر گیا۔ تاہم ایک دوسرے مورخ نے لکھا ہے کہ قبیلہ طے کے ایک شخص الاسد الرھیص نے عنترہ بن شداد کو قتل کیا تھا۔ اور مجھے یہی قول مستحکم محسوس ہوتا ہے جس کی دو وجہ ہیں۔ ایک تو یہ کہ عہدِ جاہلیت کی شاعری میں اس بات کے ثبوت دستیاب ہیں کہ عنترہ کو بنو طے نے قتل کیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اہل عرب کے معروف شہ سوار عام طور پہ کم ہی طبیعی موت کا شکار ہوتے تھے بلکہ وہ قتل کرتے تھے یا قتل ہو جاتے۔ چنانچہ قبیلہ طے کے الاسد نے کہا کہ:

إِنَا الاسدُ الرهيص ُقَتَلْتُ عمرواً
وَعَنْتَرَ ةَ الفَوَارِس قَدْ قَتَلْتُ

میں ہی اسد رھیص ہوں اور میں نے ہی تو عمرو اور عنترہ الفوارس کو قتل کیا تھا"۔

معاذ بن صرم الخزاعی

معاذ بن صرم الخزاعی قبیلہ خزاعہ کا مشہور شہسوار تھا۔اس کی والدہ کا تعلق قبیلہ عک سے تھا۔معاذ بن صرم کو اپنے ماموؤں سے بڑی محبت تھی اور وہ اکثر و بیشتر اپنے ماموؤں کے پاس ہی رہتا تھا۔ایک بار جب یہ اپنے ماموں کے گھوڑے پہ سوار اپنی قوم کے پاس آ رہا تھا تو راستے میں اسے کسی عرب قبیلے کے ایک سوار نے روکا جس کا نام جحیش بن سودہ تھا۔جحیش نے معاذ کو للکارا اور اس کے گھوڑے کی تعریف کی۔ہر چند کہ خود جحیش کے پاس بھی اصیل گھوڑا تھا۔جحیش نے معاذ سے کہا کیا وہ اس کے ساتھ اس شرط پہ گھوڑا دوڑانے کو تیار ہے کہ جو جیت جائے وہ دوسرے کا گھوڑا لے لے۔معاذ نے اس کو منظور کر لیا انھوں نے گھوڑے دوڑا دیئے۔معاذ کا گھوڑا آگے نکل گیا اور وہ شرط میں جحیش کا گھوڑا جیت گیا۔جحیش نے اپنی شکست تسلیم کر لی اور اپنا گھوڑا معاذ کے حوالے کر دیا۔جحیش نے معاذ سے کہا کہ یہ اصیل گھوڑا ہے اور اسے اصیل گھوڑوں کی طرح ہی رکھنا۔معاذ کو جحیش کی یہ بات بری لگی اور اس نے کہا تم سمجھتے ہو کہ ہم اصیل گھوڑوں کو پالنا نہیں جانتے پھر اس نے کچھ توقف کیا اور جحیش کو چڑانے کے لیے اپنی تلوار جحیش کے گھوڑے کی کمر پہ دے ماری اور زمین گھوڑے کے خون سے رنگنے لگی۔اس پہ جحیش نے معاذ کو طعن کیا اور کہا افسوس ہے اے شخص تم پہ۔تم نے ایک ایسا گھوڑا گنوا دیا ہے جو تجھ سے اور تمھارے ماں باپ سے بھی زیادہ قیمتی تھا۔اس بات پہ معاذ سیخ پا ہو گیا اور اس نے جحیش پہ حملہ کر دیا۔جحیش نے مقدور بھر اس کا مقابلہ کیا مگر معاذ اس سے بہتر تھا اس لیے جلد ہی اس نے جحیش کو قتل کر دیا۔اس کے بعد وہ اپنی قوم کے پاس جانے کی بجائے اپنے ماموؤں کے پاس جا اترا۔جحیش کے قبیلے کو جب اس کے قتل کی اطلاع ملی تب سے انھوں نے معاذ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا کہ عربوں کے ہاں قاتل کو معاف نہیں کیا جاتا تھا۔پھر ایک دن ایک پہاڑ کے دامن میں جحیش کے بھائی اور اس کے ایک چچا زاد نے معاذ کو گھیر لیا۔کچھ دیر ان دونوں کے درمیان لڑائی جاری رہی مگر حقیقت میں معاذ ایک بہترین سوار اور عمدہ جنگجو تھا اس لیے اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان کے باقی ساتھی اپنی جان بچا کے بھاگ گئے۔

اس واقعہ کے متعلق معاذ بن صرم نے جو اشعار کہے ان میں سے کچھ پیش خدمت ہیں:

قَتَلْتُ جُحَيْشاً بَعْدَ قتْلِ جَوَادِہٖ
وَكُنْتُ قَدِيمًا فِی الحَوَادِثِ ذا فَتْكٖ

میں نے جحیش کے گھوڑے کو قتل کرنے کے بعد جحیش کو بھی مار ڈالا اور میں عرصہ دراز سے حادثات کے معاملے میں بہادر چلا آ رہا ہوں"۔

قَصَدتُّ لِعَمْرٍو بَعْدَ بَدْرٍ بِضَرْبَةٍ
فَخَرَّ صَرِيْعًا مِثْلَ عَائِرَةِ النَسْكِ

میں نے بدر کے بعد عمرو کو تلوار مارنے کا ارادہ کیا تو وہ یوں زمین پر گر پڑا جیسے ذبح کیا ہوا اونٹ گرتا ہے"۔

لِكَیْ يَعْلَمَ الاَقْوامُ اَنّیَ صَارِمٌ
خُزَاعَةُ اَجْدَادِی وَانمِی اِلَی عَكٍّ

تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں ایک قاطع تلوار ہوں اور خزاعہ میرے اجداد ہیں اور میری نسبت قبیلہ عک کی طرف ہے"۔

فَقَدْ ذُقْتَ يَا جَحْشُ بن سوْدَةَ ضَرْبَتِی
وَجَرَّبْتَنِی اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلُ فِی شَكٍّ

اے جحش بن سودہ اگر تو اس سے پہلے شک میں تھا تو اب تو نے میری تلوار کا مزہ چکھ لیا ہے اور مجھے آزما لیا ہے"۔

تَرکتُ جُحَیْشاً ثاوِیاً ذا نُوَیْحِ
خَضِیبُ دَمٍ جارَاتُہ حَوْلَہ تَبکی

میں نے جحیش کو مردہ چھوڑا اور نوحہ کرنے والیاں اس کا نوحہ کررہی تھیں اس کی لاش خون سے لت پت تھی اور اس کی پڑوسنیں اس کے گرد رو رہی تھیں"۔

یَرِنُّ عَلَیْہِ اُمُّہ بِانْتِحَابِھَا
وتَقْشِرُ جِلْدَیْ مُحْجِرَیْھَا مِنَ الحَکِّ

اس کی ماں روتے روتے چلانے لگتی تھی اور اپنی آنکھوں کو کھجلاتی کھجلاتی چھیل ڈالتی تھی"۔

لِیَرْفَعَ اَقوَامٌ حُلُولِی فِیھِم
وَیُزْرِیْ بِقَوْمٍ اِنْ تَرَکْتُھُمْ تَرْکِی

میں نے یہ فعل اس لیے کیا کہ میں جن لوگوں میں اتروں ان کو میرے اترنے سے بلندی حاصل ہو اور جن کو میں چھوڑ کر چلا جاؤں انھیں میرا چھوڑ دینا دنیا میں رسوا کر دے"۔

وحِصْنِیْ سَرَاۃُ الطِّرفِ وَالسَّیفُ مَعْقِلِیْ
وَعَطْرِیْ غُبَارُ الحَرْبِ لَا عَبَقُ المِسْکِ

گھوڑے کی پیٹھ میرا قلعہ ہے اور تلوار میری جائے پناہ ہے، جنگ کا غبار میرا عطر ہے نہ کہ کستوری کی مہک"۔

تَتُوفُ غَدَاةَ الرَّوعِ نَفْسِی اِلَی الوَغٰی
کَتَوُّقِ القَطا نَسْمُوْ اِلَی الوَشَلِ الرَّكِ

خوف کے دن میرا نفس جنگ کی خواہش کرتا ہے جس طرح بھٹ تیتر خواہش کرتے ہیں اور کم ٹپکنے والے پانی کی طرف چڑھ کر چلے جاتے ہیں

وَلَسْتُ بِرِعدِ یْدٍ اِذَ اراَعَ مُعْضِلٌ
وَلَا فِیْ نَوَادِیْ القَوْمِ بِا لضَیّقِ المُسْكِ

جب کوئی مصیبت لوگوں کو خوف زدہ کر دے تو اس وقت میں بزدلی نہیں دکھاتا اور نہ میں قوم کی مجالس میں کم عقل تصور کیا جاتا ہوں"۔

وَکَمْ مَلِکٍ جَدّ لْتُہٗ بِمُھَنَّدٍ
وَسَابِغَۃٍ بَیْضَاءَ مُحکَمَۃِ السَّكِ

بہت سے بادشاہوں کو میں نے تلوار کے وار سے زمین پہ دے مارا میں نے اس وقت چمکدار وسیع اور تنگ حلقوں والی زرہ پہن رکھی ہوتی تھی [34*]"۔

پھر بہت سا وقت گزر گیا اور معاذ بن صرم اپنے ماموؤں کے پاس ہی رہتا رہا۔ اب اس کے ماموؤں کے بیٹے بھی جوان ہو چکے تھے کہ ایک دن وہ اپنے نوجوان ماموں زاد بھائیوں کے ساتھ شکار کو نکلا تو معاذ نے ایک خوگر پہ حملہ کیا۔ تب اس کا ایک ماموں زاد اس کے سر پہ آ پہنچا اور معاذ سے کہا خوگر کو چھوڑ دے۔ معاذ نے اس بات کا برا مانا اور اس سے کہا کہ مجھے تمھاری خاطر ہاتھ آیا شکار چھوڑنا منظور نہیں اور تم اپنی اوقات میں رہو۔ معاذ کی اس بات اور اس کے تند لہجے نے اس کے ماموں زاد کو بھی بھڑکا دیا جس کا نام غضبان تھا اور اس نے کہا:

اے معاذ یاد رکھ:
اللہ کی قسم اگر تجھ میں کوئی خوبی ہوتی تو تُو اپنی قوم کو چھوڑ کے نہ چلا آتا اور نہ ہی تیری قوم نے کبھی تیری کمی محسوس کی ہے۔
معاذ کو اپنے ماموں زاد کے یہ الفاظ تیر کی طرح لگے اور اس کو زخمی کر گئے۔
تب اس کی زبان سے نکلا:

زُرْ غِبّاً تَزْدَدْ حُبّاً

"کہ قدر کھو دیتا ہے روز کا آنا جانا" اور اس کی زبان سے نکلے یہ لفظ عربوں کے لیے ضرب المثل بن کے رہ گئے۔ عربی سے یہ محاورہ اردو زبان میں منتقل ہوا اور عام استعمال میں بولا جاتا ہے۔
معاذ اسی شکار سے اپنی قوم کی طرف لوٹا۔ ہر چند کہ وہاں کئی دشمن اس کا انتظار کر رہے تھے۔ مگر اس نے جانا کہ عزت و تکریم انسان کو اپنے ہی گھر میں حاصل ہوتی ہے اور کسی غیر کا گھر آخر ایک دن اپنا آپ دکھا کے رہتا ہے۔ معاذ نے اپنی قوم کے کئی افراد کو قتل کر رکھا تھا اس لیے وہ لوگ اس کو قتل کرنا چاہتے تھے مگر قوم کے بڑے بوڑھے معاذ کو جانتے تھے کہ وہ عربوں کا ایسا شہ سوار ہے جس سے قبیلوں کو تقویت ملتی ہے۔ چنانچہ انھوں نے مقتولین کے وارثوں سے کہا کہ یہ تمہارا شہ سوار ہے اسے قتل کر کے تم قبیلے کو کمزور بنا دو گے اگر تم دیت قبول کر لو تو اس سے تمہیں بھی تقویت پہنچے گی اور تمھارا قبیلہ بھی مضبوط ہو گا۔ چنانچہ مقتولین کے وارثوں نے دیت قبول کر لی اور معاذ بن صرم ایک مدت تک ان کی حفاظت کرتا رہا۔ جو ضرب المثل اوپر معاذ کے حوالے سے بیان ہوئی ہے اسی طرح کا بیان نبی اکرم ﷺ سے بھی منقول ہے اور عرب کے جاہلی شعرا کے ہاں بھی اس کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔

چنانچہ کسی عرب شاعر نے کہا کہ:

إِذَا شِئْتَ أَنْ تُقْلَى فَزُرْ مُتَوَاتِراً
وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَزْدَادَ حُبّاً فَزُرْ غِبّاً

اگر تو چاہے کہ لوگ تجھ سے دشمنی رکھیں تو روزانہ ان کو ملنے کے لیے آ اور اگر تم کسی سے محبت بڑھانا چاہتے ہو تو ناغہ ڈال کے آ"۔

عربوں کا ایک اور شاعر کہتا ہے کہ ;

عَلَیْکَ بِاغْبَابِ الزِّیَارَۃَ اِنَّھَا
اِذَا کَثُرَتْ کَانَتْ اِلَی الھَجْرِ مَسْلَکا

تو وقفے کے ساتھ لوگوں سے ملنے جایا کر کیونکہ جب ملاقات زیادہ ہو جائے تو وہ جدائی کا سبب بن جاتی ہے"۔

اَلَمْ تَرَاَنَّ القَطْرَ یُسْامَ دائِباً
وَیُسْالُ بِالاَیَدِیْ اِذَا ھُوَ اَمْسَکَ

کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب بارش مسلسل ہوتی رہے تو لوگ اس سے اکتا جاتے ہیں مگر جب رک جاتی ہے تو آنکھ اٹھا اٹھا کر اس کی راہ دیکھتے ہیں اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر اس کے لیے دعا کرتے ہیں[35*]'۔

الحرث بن عباد

الحرث بن عباد بن ضُبیعہ بن قیس بن ثعلبہ کا تعلق قبیلہ ربیعہ سے تھا اور الحرث کا شمار حاکموں اور شہ سواروں میں ہوتا تھا۔ الحرث بن عباد ایک شریف سردار تھا اور عربوں کی باہمی خونریزی کو پسند نہ کرتا تھا اس لیے جب بنی وائل کی جنگ ہوئی تو وہ اپنی اولاد اپنے بھائیوں اور اپنے اقارب کو ساتھ لے کر ایک طرف ہو گیا اور جنگ سے علیحدگی اختیار کی کیونکہ اس کے خیال میں جنگ کا جواز نہ بنتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی کمان کی تندی کھول ڈالی اور اپنے نیزے کی بھال الگ کر دی جس سے اس کی اولاد اور اس کا قبیلہ سمجھ گیا کہ وہ اس جنگ میں شامل نہیں ہونا چاہتا اس لیے انھوں نے بھی اپنے سردار کی پیروی کی اور جنگ سے ایک طرف ہٹ گئے۔ بنو کلب اور بنو وائل کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی۔ الحرث بن عباد اپنے قبیلے کے ساتھ اس جنگ کو دیکھتا رہا مگر وہ اس میں شامل نہ ہوا۔ پھر جنگ ختم ہو گئی تب الحرث بن عباد کا بھتیجا بجیر بن عمرو بن عباد اپنے بھاگے ہوئے اونٹوں کی تلاش میں نکلا۔ ادھر مہلہل اپنے سواروں کے ساتھ بکر بن وائل پہ حملہ کرنے کے لیے گھوم رہا تھا کہ اس کا سامنا بجیر بن عمرو بن عباد سے ہوا جو اپنے اونٹوں کی تلاش میں نکلا تھا۔ اسی دوران اشراف عرب کا ایک اور سردار موقعہ پر پہنچ گیا جس کا نام امراؤالقیس بن ابان بن کعب بن زہیر تھا۔ یہ بنی تغلب کا سردار تھا اور ایک عرصہ تک ان کا سپہ سالار بھی رہا تھا۔ اس نے مہلہل کو کہا کہ وہ بجیر بن عمرو بن عباد کے قتل سے باز رہے اللہ کی قسم اگر تو نے اسے قتل کر ڈالا تو اس کے بدلے میں تیرے کئی سردار قتل ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ اگرچہ اہل ربیعہ اس جنگ سے علیحدہ رہے ہیں مگر وہ کمزور ہرگز نہیں۔ تاہم مہلہل نے امراؤالقیس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ اسے ضرور قتل کرے گا۔ پھر اس نے اپنا نیزہ بجیر بن عمرو کے سینے میں گاڑ دیا اور اسے قتل کر دیا اور قتل کرنے کے بعد کہا کہ میں نے اسے کلیب کے جوتے کے تسمے کے بدلے قتل کیا ہے

امراؤالقیس نے مہلہل سے کہا کہ تو نے ایک ظلم کا کام کیا ہے اور اپنی اس سرکشی اور ظلم کو حقیر مت جاننا اور قبیلہ ربیعہ کی طرف سے جواب کی تیاری کر لے۔ امراؤالقیس نے مہلہل کے اس فعل اور بجیر بن عمرو بن عباد کے قتل کی خبر اس کے چچا الحرث بن عباد کو دی جو ایک متحمل مزاج انسان تھا۔ چنانچہ اپنے اس طبعی حلم ہی کی بنیاد پہ اس نے مہلہل کی طرف اپنا قاصد روانہ کیا کہ ہمارا مقتول کیا ہی اچھا ہے کہ اگر اس کے قتل کی بدولت عرب کے دو قبیلوں کے درمیان لگی ہوئی آگ بجھ جائے۔ تاہم مہلہل نے الحرث بن عباد کے قاصد سے برا سلوک کیا اور اسے کہا کہ اس نے کسی سے صلح کرنے کے لیے جبیر بن عمرو کو قتل نہیں کیا بلکہ اس نے کلیب کے جوتے کے تسمے کے بدلے میں اسے قتل کیا ہے۔ اب قبیلہ ربیعہ کی قوت برداشت ختم ہو چکی

تھی۔ چنانچہ الحرث بن عباد نے اپنا مشہور گھوڑا نعامہ منگوایا اور اس پہ سوار ہونے سے قبل اس کی پیشانی اور دم کے بال کاٹ دیئے جس کا مقصد یہ تھا کہ اب وہ جب تک اپنے مقتول کے قتل کا بدلہ نہیں لے لیتا گھوڑے کی پشت سے نہ اترے گا۔ پھر اس موقع پر اس نے یہ شعر کہے کہ:

قَرِّبَا مَرِبطَ ا لنَّعا مَةِ مِنّیْ
لَقِحَت حَرْبُ وَائِلٍ عَنْ حِيَالِ

نعامہ باندھنے کی جگہ میرے قریب کردو کہ وائل کی جنگ بانجھ ہونے کے بعد پھر سے حاملہ ہو گئی ہے"۔

لَا بُجَيْرٌ اَغْنٰى قَتِيلًا وَلَا رَهْطُ
كُلَيْبٍ تَزَجَرُوْا عَنْ ضَلَالِ

نہ بجیر نے قتل ہو کے کوئی فائدہ دیا اور نہ ہی کلیب کے قبیلے نے گمراہی سے اپنے آپ کو روکا"۔

لَمْ اَكُنْ مِنْ جُنَاتِهَا عَلِمَ اللّٰهُ
وَاِنّی لِجَمْرِهَا الْيَوْمَ صَالِی

اللہ جانتا ہے کہ میں اس جنگ کو چھیڑنے والوں میں سے نہ تھا مگر اب میں اس جنگ کی آگ کو خوب سینکوں گا (کیونکہ انھوں نے ایک بے گناہ کو قتل کیا ہے)۔"

قَرِّبَا مَرِبطَ النَّعَا مَةِ مِنِّیْ
اِنَّ قَتْلَ الغُلَامِ بالشِّسْعِ غَالِیْ

نعامہ کو باندھنے کی جگہ کو میرے قریب کر دو، انھیں میرے جوانوں کو تسمے کے بدلے قتل کرنا بہت مہنگا پڑے گا"۔

اپنے شعر میں الحرث بن عباد نے جو یہ لفظ (**لَقِحَتْ**) استعمال کیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ جب نر اونٹ اونٹنی سے جفتی کرے مگر وہ حاملہ نہ ہو۔ اور یہ ایک مثل ہے جو اس نے بیان کی ہے۔ کیونکہ جب اونٹنی ایک بار جفتی کرنے کے باوجود حاملہ نہ ہو تو نر کے دوبارہ جفتی کرنے سے وہ یقیناً حاملہ ہو جاتی ہے اور یہاں الحرث کی مراد یہ ہے کہ وہ اس جنگ سے علیحدہ تھے مگر جب دوبارہ ان کو دعوت دی گئی تو وہ منہ موڑنے سے انکار نہ کر سکے۔ وہ جنگ کی اہمیت بیان کر رہا ہے کیونکہ جنگوں کے بیچ وہ معاملات پیدا ہو جاتے ہیں جن کی توقع نہیں کی جا رہی ہوتی۔ جیسا کہ اس جنگ میں بجیر بن عمرو بن عباد کا قتل، اس کے بعد الحرث بن عباد اپنی قوم کو لے کر دشمن کی طرف روانہ ہو گیا یہاں تک کہ بکر بن وائل کی ایک جماعت کے ساتھ جا اترا۔ بکر بن وائل کا سردار الحرث بن ہمام تھا جس نے ان کی خوب پزیرائی کی۔ چنانچہ الحرث بن ہمام نے الحرث بن عباد کو کہا کہ یہ لوگ ہماری قوم کو حقیر سمجھ رہے ہیں اور ان کے حوصلے بھی بہت بڑھ گئے ہیں۔ لہٰذا تم عورتوں کو ساتھ لے کر ان سے لڑو۔ الحرث بن عباد نے اس سے پوچھا کہ عورتوں کی لڑائی کیا ہوتی ہے۔
اس نے جواب دیا کہ اپنے پیچھے اپنی عورتوں کی صف بناؤ اس سے تمہیں پیچھے ہٹنا گوارا نہ ہوگا اور تمھارے جوان خوب دل سے لڑیں گے اور ہر عورت کے گلے میں پانی کا ایک برتن لٹکا دو اور ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں دے دو اور تم اپنے مردوں کو کوئی نشان دے دو تا کہ وہ اپنے آدمیوں کی دشمن سے الگ پہچان کر سکیں۔ چنانچہ الحرث بن عباد نے اپنے جوانوں کے سر منڈوا دیئے اور دشمن کے سامنے صفیں باندھ لیں۔ جب جنگ ہوئی تو ان کی عورتوں نے ان کی فتح میں اہم کردار ادا کیا۔ اس لیے کہ جب کوئی مرد میدان میں گرتا تو عورتیں اس کی طرف لپکتیں اگر اس کے بال منڈے ہوتے تو وہ اس کو اٹھاتیں اس کو پانی پلاتیں اور اس کا حوصلہ بڑھاتیں۔ اور اگر دشمن کا کوئی آدمی ہوتا تو اس کے سر پہ لاٹھیوں سے وار کر کے اسے قتل کر دیتیں اس طرح انھوں نے دشمن کو خوب زک پہنچائی اور بنو تغلب کو ایک برے دن کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر چہ وہ طاقت اور تعداد میں بڑھے ہوئے تھے اور بکر بن وائل نے اپنے مقتول کا خوب خونبہا وصول کیا۔ اس موقع پر الحرث بن عباد نے اپنے لوگوں کو دشمن کے پیچھے جانے سے منع کر دیا۔ تو سعد بن مالک نے کسی سے کہا:

یَا بُوْسَ لِلْحَرْبِ الَّتِی

وَضَعَت اَرَاھِط فاستَرَاحُوا

اس جنگ کے مصائب پہ افسوس ہے جسے کچھ لوگوں نے ترک کر دیا اور جنگ کی تکلیف سے منہ موڑا"۔

امیہ بن حرث الکنانی

امیہ بن حرثان کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا سلسلہ نسب مضر تک جاتا تھا۔ امیہ اپنی قوم کے سرداروں اور شہسواروں میں سے تھا۔ اس نے کئی ایک جنگیں لڑیں تھیں جن کی یاد لوگوں کے دلوں میں باقی اور چرچا عام تھا۔ اس کے بیٹے کلاب بن امیہ نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا پھر اس نے اور اس کے باپ دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر یہ لوگ ہجرت کر کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مصنف الاغانی نے اپنی سند سے جو زہری تک جاتی ہے عروہ بن الزبیر سے روایت کی ہے کہ کلاب بن امیہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے دورِ خلافت میں ہجرت کر کے مدینے چلا آیا اور ایک مدت تک وہیں قیام کیا۔ اس کے بعد ایک دن اس کی ملاقات طلحہ بن عبداللہؓ اور زبیر بن العوامؓ سے ہوئی تو اس نے ان سے دریافت کیا کہ ایمان لانے کے بعد کسی مسلمان کا سب سے افضل فعل کون سا ہے تو ان دونوں نے جواب دیا کہ جہاد۔ اس پر حضرت امیہ بن کلابؓ نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی تو انھوں نے اسے فوج کا دستہ دے کر جہاد کو روانہ کر دیا۔ اس عرصہ میں امیہ بن حرثانؓ کافی بوڑھا ہو چکا تھا اور جب ایک طویل مدت تک کلابؓ جہاد میں مصروف رہا اور امیہ کی نگاہوں سے اوجھل رہا تو اس نے اس کی جدائی میں یہ شعر کہے:

لِمَنْ شَيْخَانِ قَدْ نَشَدَا كِلَابَا

كِتَابَ اللّٰهِ لَوْ قَبِلَ الْكِتَابَا

یہ دو بوڑھے والدین کس کے ہیں جنھوں نے کلاب کو کتاب اللہ کا واسطہ دے کر واپس آنے کی درخواست کی ہے اگر وہ کتاب اللہ کو قبول کر لے''۔

أُنَادِيهِ فَيُعْرِضُ فِي إِبَاءٍ

فَلَا وَأَبِي كِلَابٍ مَا أَصَابَا

میں اسے بلاتا ہوں مگر وہ انکار کرتے ہوئے مجھ سے اعراض کرتا ہے اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے میری جان کی قسم وہ راستی پر نہیں ہے''۔

اِذَا سَجَعَتْ حَمَامَہ بُطْنِ وَجٍّ
عَلَی بَیْضَا تِھَا دَعَوَا کِلَابَا

جب بطن وج کی کبوتری اپنے انڈوں پر بیٹھ کر گنگناتی ہے تو یہ دونوں بوڑھے کلاب کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں“۔

اَتَاہ مُھَا جِرَانِ تکَنَّفَاہُ
فَفَارَقَ شَیْخَہٗ خَطِئًا وَخَابَا

اس کے پاس دومہاجر آئے جنھوں نے اسے گھیرے میں لے کر پھانس لیا اور اس نے اپنے بوڑھے باپ کو چھوڑ دیا اور دونوں نے غلطی کی دونوں ہارے“۔

فَلَا وَاَبِیْکِ ابنَۃَ العَامِرِ
یِّ لَا یَدّعِیْ الْقَوْمُ اَنِّی اَفِرُّ

اور پوری قوم میں اس جیسا کوئی نظر نہیں آتا جو بنی عامر کے جوانوں سے بھی زیادہ حسین ہے“۔

تَرَکْتَ اَبَاکَ مُرْعِشَۃً یَدَاہٗ
وَاُمَّکَ لَا تُسِیْغُ لَھَا شَرَابَا

اے کلاب تو نے اپنے باپ کو ایسی حالت میں چھوڑا کہ اس کے دونوں ہاتھوں میں رعشہ تھا اور تمھاری والدہ تو پانی بھی نہ پی سکتی تھی“۔

تُمَسَیّح مُہْرَہُ شَفَقاً عَلَیْہِ
وَتَجْنُبُہُ اَبَا عِرَھَا الصِّعَابَا

اس کی والدہ شفقت کرتے ہوئے اس کی گھوڑی پہ ہاتھ پھیرتی اور اسے اپنے اکھڑ اونٹوں سے فاصلے پہ رکھتی"۔

فَاِنَّکَ وَا بْتِغَاءُ الاَجْرِ بَعْدِیْ
کَسبَاغِی الْمَاءِ یَتَّبِعُ السَّرَابَا

اور مجھے اس حالت میں چھوڑ جانے کے بعد تمھارا اللہ کے ہاں اجر چاہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی سراب کے پیچھے چل رہا ہو اور تپتے صحرا میں پانی تلاش کر رہا ہو"۔

امیہ بن حرثان کے یہ اشعار حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچے مگر انھوں نے کلاب کو واپس نہ بلایا پھر امیہ بن حرثان اپنے اس غم کو لے کر ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ اس کے بعد ایک روز وہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں انصار و مہاجرین کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس نے وہیں کھڑے ہو کر یہ شعر کہے:

اعَاذِلَ قَد عَذَلْتِ بِغَیْرِ عِلْمٍ
وَمَا تَدْرِیْنَ عَاذِلَ مَا الاَقِیْ

اے ملامت کرنے والی تو نے مجھے ملامت کی ہے حالانکہ تجھے حالات کا پتا ہی نہیں اے ملامت کرنے والی تجھے کیا معلوم کہ میں جدائی کی مصیبت میں ہوں"۔

فَاِمَا کُنْتِ عَاذِلَتِیْ فَرُدِّیْ

کِلَاباًّ اِذْ تَوَجَّہَ لِلْعِرَاق

اور اگر تجھے ملامت کرنا ہی ہے تو میرے بیٹے کلاب کی کر جو عراق جہاد کرنے کے لیے گیا ہوا ہے واپس بھیج دے"۔

وَلَمْ اَقْضِ اللبَّانَۃَ مِنْ کِلَابٍ

غَدَاۃَ غَدٍو آذَنَ بِا لفِرَاق

میں نے کلاب سے ابھی اپنی آرزو حاصل نہ کی تھی کہ دوسرے دن صبح اس نے مجھے جدائی کی خبر دے دی"۔

فَتَی الفِتْیَانِ فِیْ عُسْرٍ وَیُسْرٍ

شَدِیْدُ الرُّکْنِ فِی یَوْمِ التَّلَاق

وہ تنگی اور فراغی کی حالتوں میں سخیوں کا سخی تھا اور جنگ کے دن مضبوط رکن والا تھا"۔

فَلَا وَاَبِیکَ مَا بَالَیْتَ وَجْدِیْ

وَلَا شَغَفِیْ عَلَیْکَ وَلَا اشْتِیَاقِیْ

اور معاملہ یہ ہے کہ میری جان کی قسم تو نے تو میرے غم کی میری محبت اور میرے اشتیاق کی ذرا پرواہ نہیں کی"۔

وَا بقَا ئِیْ عَلَیکَ اِذَا شَتَوْنَا
وَضَمَّکَ تَحْتَ نَحْرِی وَاِعتِنَا فِیْ
اور تُو نے تو اس بات کی بھی ذرا پرواہ نہیں کی کہ جب میں قحط سالی کے عالم میں تجھ پر کس قدر مہربان ہوتا تھا اور کس طرح تجھے چھاتی اور گلے سے لگا تا تھا"۔

فَلَوْ فَلَقَ الفُوَادَ شَدِیْدُ وَجْدٍ
لَھُمَّ سَوَادُ قَلْبِیْ بِا نْفِلَاق
اگر سخت غم دل کو پھاڑ سکتا تو میرا قلب تو جانے کب سے پھٹ جانے کو تیار ہے"۔

سَاَسْتَعدِی عَلَی الْفَارُوقِ رَبّاً
لَہُ دُفِعَ ا لحَجِیْعُ اِلَی بُسَاق
میں عمر فاروقؓ کے خلاف اپنے رب سے فریاد کروں گا جس کی خاطر حاجی بساق تک جاتے ہیں"۔

وَاَدْعُو اللّٰہ مُجتَھِداً عَلَیہِ
بِبَطْنِ الاَخْشَبَیْنِ اِلَی دُفَاق
اور ابو قبیس اور احمر پہاڑ سے لے کر وادیٔ دفاق تک میں کھڑے ہو کر زور سے اپنے اللہ کو پکاروں گا"۔

إِنِ الفَارُوقُ لَمْ يَرْدُدْ كِلَابًا
إِلَى شَيخَينِ هَا مَهُمَا زَوَاقِي

بشرطیکہ فاروق نے کلاب کو اس کے بوڑھے والدین کی طرف نہ لوٹایا جن کے الو بھی چلا اٹھنے کو ہیں''۔

راوی کہتا ہے اس پہ حضرت عمر بن خطابؓ اور اصحاب رسول ﷺ خوب روئے اور خلیفہ وقت جناب عمر فاروقؓ نے اسی وقت اپنا قاصد سعد بن ابی وقاصؓ کی طرف روانہ کیا جو کوفے میں تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے انھیں لکھا کہ وہ کلاب بن امیہ کو واپس مدینے بھیج دے۔ چند روز بعد جب کلاب مدینے پہنچا تو وہ حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق والدین سے ملنے سے پہلے ان کے پاس حاضر ہوا:

انھوں نے کلاب بن امیہ سے پوچھا؟

تو اپنے باپ سے کیا نیک برتاؤ کیا کرتا تھا: کلاب نے کہا کہ اس کے تمام کام میں خود کیا کرتا تھا اور جب دودھ دوہنے لگتا تو میں اپنے اونٹوں میں سے سب سے زیادہ دودھ دینے والی اونٹنی کو لے لیتا اور اسے شام کو گھر واپس لاتا پھر اسے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیتا تا کہ وہ آرام سے بیٹھ جائے پھر اس کے پستانوں کو دھوتا یہاں تک وہ ٹھنڈے ہو جاتے پھر اسے دھوتا اور اپنے باپ کو تازہ دودھ پلاتا۔''

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے امیہ بن حرثان کو بلایا:

وہ لڑکھڑاتا ہوا آپ کے پاس پہنچا۔''

حضرت عمرؓ نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کیسا ہے؟

امیہ نے جواب دیا کہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ میں کیسا ہوں میری بینائی کمزور اور پیٹھ کبڑی ہو چکی ہے۔''

کیا تمھاری کوئی حاجت ہے؟

حضرت عمرؓ نے امیہ بن حرثان سے سوال کیا؟

اس نے کہا: ہاں۔''

میں اپنے بیٹے کلاب کو دیکھنا چاہتا ہوں اسے سینے سے لگانا چاہتا ہوں اس کو خوب سونگھنا چاہتا ہوں۔''

حضرت عمر فاروقؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انھوں نے کہا عنقریب تو اپنی مراد کو پہنچ جائے گا۔''

اس سے قبل وہ کلاب بن امیہ سے کہہ چکے تھے کہ جس طرح وہ اپنے باپ کے لیے دودھ دھویا کرتا تھا آج بھی اس طرح کرے اور دودھ میرے پاس بھیج دے۔''

جب دودھ آیا تو حضرت عمرؓ نے دودھ کا پیالہ امیہ بن حرثان کے ہاتھوں میں دے دیا۔"
امیہ نے ایک گھونٹ پیا اور پھر کچھ سوچنے لگا تب اس نے کہا خدا کی قسم مجھے اس پیالے سے کلاب کے دونوں ہاتھوں کی خوشبو آ رہی ہے:
اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کلاب کا ہاتھ پکڑ کر اس کے باپ کے سامنے کر دیا جو ان کے پیچھے کھڑا تھا۔"
حضرت عمرؓ نے امیہ سے کہا یہ لو یہ تمہارا بیٹا ہے ہم نے اسے تمھاری خاطر بلایا ہے۔" امیہ بن حرثان کی خوشی دیدنی تھی وہ آگے بڑھے اور اپنے بیٹے کو سینے سے لگا لیا اور اسے چومنے لگے۔"
منظر اتنا رقت انگیز تھا کہ خلیفۃ المسلمین سمیت موقع پر موجود تمام لوگوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی "۔
اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کلاب بن امیہ کو حکم دیا کہ جب تک تمھارے ماں باپ زندہ ہیں تم نے ان کی خدمت کرنی ہے۔ان کے بعد جو تمھاری مرضی ہو کرنا۔حضرت عمر فاروقؓ نے ان کا وظیفہ بھی مقرر کیا اس کے بعد کئی برس تک کلاب بن امیہ کے والدین زندہ رہے اور وہ تندہی سے ان کی خدمت کرتا رہا امیہ بن حرثان کے کچھ اور شعر پیش خدمت ہیں جو انھوں دورِ جاہلیت میں کہے تھے:

وَكَمْ مَلِكٍ جَدَّ لْنَهُ بِمُهَنَّدٍ
وَسَابِغَةٍ بَيْضَاءَ مُحكَمَةِ السَّكِّ

اور ہم نے بہت سے بادشاہوں کو تلوار کی دھار دکھائی ہے جب ہم نے چمکدار وسیع اور تنگ حلقوں والی زرہ پہن رکھی ہو"

اَلَا سَائِلْ هَوَازِنَ يَوْمَ لَاقَوْا
فَوَارِسَ مِنْ كِنَانَةَ مُعْلَمِيْنَا

اور جب قبیلہ ہوازن کی مڈبھیڑ بنی کنانہ کے ان سواروں سے ہوئی جو خاص نشان لگا کر آئے تھے اس لیے تو ان سے ذرا یہ پوچھ تو سہی کہ اس روز ان پہ کیا بیتی تھی۔"

لَدَی شربِ وَقَد ُجَا شُوْاو جُشْنَا

فَا وُعَبَ فی ا لنَفِیْرِبَنُوا اَبِیْنَا

یہ شرب کے مقام کا واقعہ ہے وہ بھی خوب جوش سے لڑے اور ہم بھی جوش سے لڑے اور ہمارے باپ کی تمام کی تمام اولا د اس جنگ کے لیے میدان میں نکل آئی تھی۔‘‘[*35]

بشامہ بن حزن کا شمار بھی اہل عرب کے ان شہ سواروں میں کیا جاتا ہے جو ہر میدان میں گوئے سبقت لے جا چکے ہیں۔اس نے کئی جنگیں لڑیں جن کا تذکرہ مدتوں ہوتا رہا۔بشامہ کے کچھ شعر پیش کیے جا رہے ہیں۔

اِنَّا مُحَیُّوک یا سَلْمٰی فَحَیْنَاَ

وَاِنْ سَقَیْتِ کِرَامِ النَّاسِ فَاسْقِیْنَا

اے سلمٰی ہم تجھے سلام کرتے ہیں تو بھی کر اور اگر تو شرفاء کو شراب پلائے تو ہمیں بھی پلانا کیونکہ ہم بھی شرفاء میں سے ہیں۔‘‘

وَاِنْ دَعَوْتِ اِلَی جُلّٰی و مَکرُمَۃٍ

یَوْمًا سَرَا ۃَ کِرَامِ النَّا سِ فَادْعِیْنَا

اور اگر تو کسی بہت بڑے کام اور بزرگی کے لیے کسی دن شرفاء کے سرداروں کو پلائے تو ہمیں بھی پلانا۔‘‘

اِنَّا بَنِی نَهْشَلٍ لَا نَدَّعِيْ لِاَبٍ
عَنْهُ وَلَا هُوَبا لابْنَاء يَشْرِيْنَا

ہم اور میری مراد خاص طور پہ بنی نہشل سے ہے اور ہم اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور سے خود کو منسوب نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اور بیٹوں کے عوض ہمیں بیچ ڈالتا ہے۔"

اِنْ تُبْتَدَرْ غَايَةٌ يَوْماً لمكرُمَةٍ
تَلْقَ السَّوَابِقَ مِنَّا وَالْمُصَلِّيْنَا

اگر ہم کسی دن بزرگی حاصل کرنے کے لیے کسی غایت کی طرف دوڑ کر جائیں تو سب سے اول اور دوسرے درجے پہ آنے والے ہمیں میں سے ہوتے ہیں اور دیگر لوگ تیسرے اور چوتھے درجے میں آئیں گے۔"

وَالَيْسَ يَهْلِكُ مِنَّا سَيِّدٌ اَبَداً
اِلاَّ افْتَلَيْنَا غُلَامًا سَيِّداً فِيْنَا

اور جب کبھی ہمارا کوئی سردار مرجاتا ہے تو ہم ایک بچے کا دودھ چھڑا کر اسے سردار بنا دیتے ہیں۔"

نَكْفِيْهِ اِنْ نَحْنُ مِتْنَا اَنْ يُسَبَّ بِنَا
وَهُوْ اِذَا ذَكَرَ الآبَاءَ يَكْفِيْنَا

اور جب ہم مر جاتے ہیں تو ہم اسے اس بات سے محفوظ رکھتے ہیں کہ کہیں اسے ہماری وجہ سے گالی نہ دی جائے اور وہ بھی جب آباء کا ذکر آتا ہے تو ہماری عزتوں کو محفوظ رکھتا ہے۔"

اِنَّا لَنُرْخِصُ یَوْمَ الرَّوْعِ اَنْفُسَنَا
وَلَوْ نُسَا مُ بِھَا فِی الاَ مْنِ اُغْلِیْنَا

ہم جنگ کے دن اپنی جانوں کو سستا کر دیتے ہیں لیکن اگر امن کے زمانے میں ہم سے ان کا بھاؤ کیا جائے تو ہم بڑے مہنگے ہوتے ہیں۔"

بِیْضٌ مَفَارِقُنَا تَغْلِی مَرَاجِلُنَا
نَاسُو بِا مواِلِنَا آثَارَ اَیْدِیْنَا

ہمارے سر کی مانگیں سفید اور ہماری ہنڈیاں کھولتی رہتی ہیں اور ہم اپنے ہاتھ سے لگائے ہوئے زخموں کا علاج اپنے ہی مال سے کرتے ہیں۔"

اِنّا لَمَنْ مَعْشَرٍ اَفْنٰی اَوئِلَھُمْ
قَوْلُ الکُمَا ۃِ اَلاَ اَیْنَ المُحَامُوْنَا

اور ہم تو ان لوگوں سے ہیں جن کے آباء کو بہادروں کے ان الفاظ نے کہ حمایت کرنے والے کہاں ہیں فنا کر دیا ہے۔"

لَو کَانَ فِیْ الاَلْفِ مِنَّا وَاحِدٌ فَدَعَوْا
مَنْ فَارِسٌ خَالَھُمْ اِیَّاہُ یَعْنُوْنَا

اگر ہزار آدمیوں میں ہمارا ایک آدمی بھی ہو اور وہ کہیں کہ شہ سوار کون ہے تو وہ یہ سمجھے گا کہ ان کی مراد اسی سے ہے۔"

إِذَا الكُمَاۃ تَنَحَّوْا اَنْ يُصِيبَهُم
حَدُّ الظُّبَاۃ وَصَلْنَاهَا بِاَيْدِيْنَا

جس وقت بہادر اس خوف سے کہ کہیں تلوار کی دھار انھیں نہ لگ جائے ایک طرف ہٹ جائیں تو ہم اپنے ہاتھوں سے وہاں تک پہنچا دیتے ہیں تلوار ہاتھوں پر لے لیتے ہیں اور باہر کو ہاتھ لمبے کر کے اپنی تلوار دشمنوں تک پہنچا دیتے ہیں۔"

وَلَا تَرَاهُم وَاِنْ جَلَّت مُصِيبَتُهُم
مَعَ البُكَاۃ عَلَى مَنْ مَا تَ يَبكُونَا

خواہ ان پر کتنی بڑی مصیبت آ پڑے پھر بھی تو انھیں اپنے مردوں پر رونے والوں کے ساتھ روتا نہیں دیکھے گا۔"

وَنَركَبُ الْكُرْهَ اَحيَانًا فَيَفْرُجُه
عَنَّا الحِفَاظُ و اَسْيَافٌ تُوَاتِيْنَا

اور ہم بعض اوقات ناپسند مقام پر چڑھ جاتے ہیں تو ہماری قوت محافظت اور موافقت کرنے والی تلواریں اس مقام کو کشادہ کر دیتی ہیں [36*]۔"

اور عربوں کے شہ سواروں کا تذکرہ اتنا بسیط ہے کہ ان سب کا اس مقام پہ ذکر نہیں کیا جا سکتا عربوں نے ان موضوعات پہ بہت سی جلیل القدر کتابیں تحریر کی ہیں [37*] جو ان کے مکمل حالات سے آگاہی بہم پہنچاتی ہیں ہم نے جتنا کافی سمجھا عرب کے ان شہ سواروں کا تذکرہ کیا اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔
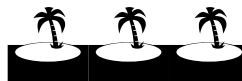
شجاع و شجاعت

ایک آوارہ گرد، ایک شہزادہ، ایک ماہر شمشیر زن، ایک شاعر!

اہل عرب کی شجاعت بے مثل تھی اوران کی بہادری کے چرچے ہر جگہ تھے۔ وہ زندگی کو موت پہ ترجیح دیتے تھے اور بستر پہ مرنے کو نامردی تصور کرتے۔ وہ تلوار کے وار کی اذیت کو لذت تصور کرتے۔ اُن کے نزدیک اُن کے قبیلے کی عصمت اُن کی جان سے گراں تھی۔ اُن کا خون پانی سے بھی کم قیمت تھا اس لیے کہ جوانی کے دنوں میں ہی اُن کی بہادری کی شہرت نہ ہوتی تو اُن کو جینے میں لطف محسوس نہ ہوتا۔ اُن کی زندگی فطرت کی سادگی کا مظہر تھی اس لیے موت کا کھیل اُن کے لیے قطعی اجنبی نہ تھا۔ چونکہ شجاعت ایک فطری صفت اور طبعی خصلت ہے اور نفس کی معنوی قوت ہے جسے انسان اس کے نشانات اور غایات ہی سے سمجھ سکتا ہے اور جس کا علم شجاعت کے مقتضیات اور علامات کے بغیر ممکن نہیں۔ وہ مقتضیات اور علامات یہ ہیں کہ جہاں اور لوگ پیچھے ہٹیں وہ آگے بڑھیں، نہ زندگی کو اہمیت دی جائے نہ موت کی پرواہ کی جائے۔ کسی قوم پہ یہ نشانات جس قدر مستحکم ہوں گے ان کا مبداء اسی قدر قوی تر اور کامل ہوگا۔ اور عربوں کے نیزے تو ہمیشہ ایک دوسرے سے الجھتے رہے اور ان کی عمریں جنگوں میں فنا ہوتی رہیں۔ اُن کی تلواریں ایک دوسرے سے ٹکراتی رہیں اور انھوں نے زندگی کی

دل پسند لذتوں سے ہاتھ اٹھائے رکھا اور اپنی عزت کو محفوظ رکھنے اور قبیلے کی عظمت کی خاطر اپنی خواہشات کے سائے میں آرام کرنے سے اعراض کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اندر اس حوصلے نے جنم لیا جس کی مثال عربوں کے ایک سردار سموال کے ان فقروں میں بدرجہ اتم محسوس کی جا سکتی ہے کہ جب کسی نے اسے خبر دی کی اس کا بھائی قتل ہو گیا ہے تو اس نے نہایت سکون سے جواب دیا کہ:

اِنْ یُّقْتَلْ فَقَدْ قُتِلَ اَبُوْہٗ وَاَخُوْہٗ وَعَمُّہٗ اِنَّا وَاللّٰہِ لَا نَمُوْتُ حَتْفًا وَلٰکِنْ قَطْعًا بِاَطْرَافِ الرِّمَاحِ وَمُوْتًا تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ۔"

کہ اگر میرا بھائی قتل ہو گیا ہے تو کیا ہوا اس سے پہلے اس کا باپ اور اس کا بھائی اور اس کا چچا بھی تو میدان جنگ ہی میں قتل ہوئے تھے بخدا ہم بستر پہ نہیں مرا کرتے بلکہ نیزوں کی انیوں سے ہمارے پرزے اڑائے جاتے ہیں اور ہم تلواروں کے سائے میں موت کا پیغام قبول کرتے ہیں۔

یہ الفاظ سموال بن غریض کے ہیں جو کاہن بن ھارون بن عمران کی اولاد تھا۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر دونوں کو کاہنان کہا جاتا تھا کیونکہ یہ اپنے دادا کاہن بن ھارون بن عمران کی طرف منسوب تھے۔ سموأل کی والدہ غسانی تھی اور عربوں کے مشہور شہر تیماء میں اسی سموال نے وہ مشہور قلعہ تعمیر کرایا تھا جس نام سموال تھا۔ سموال وفاداری میں ضرب المثل تھا اور اس کا سارا خاندان عمدہ شعر کہتا تھا۔ سموال خود بہت عمدہ شاعر تھا۔ اس کے شعر یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔ پھر اس کا باپ عمدہ شاعر تھا اور اس کا بھائی سعیہ بن غریض بھی اچھے شعر کہتا تھا۔ بیان کیا گیا کہ اہل عرب کی دلیری اور شجاعت کی داستانیں بہت طویل ہیں۔ خاص طور پہ جاہلی عرب شعرا کے ہاں ان کا تذکرہ اتنا بسیط ہے جس کا احاطہ ناممکنات میں سے ہے۔ اس لیے ہم نمونے کے طور پہ جاہلی ادب سے کچھ اشعار اور ان کی شجاعت کے صرف چند واقعات ہی پہ اکتفاء کریں گے اس لیے کہ اس بحرِ بے کراں میں اترنا آسان مگر ابھرنا نہایت دشوار ہے۔

چنانچہ عربوں کا سردار سموال اپنی قوم کے بارے میں کہتا ہے کہ:

قَوْمٌ اِذَا نَزَلَ الْغَرِیْبُ بِدَارِھِمْ
تَرَکُوْہُ رَبَّ صَوَاھِلٍ وَقِیَانٖ

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی پردیسی ان کے یہاں آ کر اترتا ہے تو یہ لوگ اسے گھوڑیوں اور لونڈیوں کا مالک بنا دیتے ہیں۔"

وَ اِذَا دَعَو تَهُمْ لِيَومِ كَرِيْهَةٍ
سَدُّوْا شُعَاعَ الشَّمْسِ بالفُرسَانِ

جب تو انھیں کسی یوم جنگ کی دعوت دے تو یہ سورج کی شعاعوں کو اپنے گھوڑوں سے روک دیتے ہیں۔"

لَا يَنكُوْنَ الاَرْضَ عِندْ سُوَالِهِمْ
لِتطَلُّبَ ا لعِلاَّتِ با لعِيْدَا نِ

جب کوئی ان سے کچھ مانگتا ہے تو یہ بہانے ڈھونڈنے کے لیے لکڑیوں سے زمین کو نہیں کریدنے لگ پڑتے۔"

بَل يُسفرُوْنَ و جُوهَهُمْ فَتَرى لَهَا
عِنْدَ السُّؤال كَأَحْسَنِ ا لا لوَانِ

بلکہ یہ اپنے چہرے روشن کر لیتے ہیں چنانچہ تو سوال کرتے وقت انھیں بہترین رنگ میں دیکھے گا۔"

عربوں کا ایک اور شاعر کہتا ہے کہ!

وَمَا مَاتَ مِنَّا سَیِّدٌ حَتفَ اَنْفِہٖ
وَلَا طُلَّ مِنَّا حیث کَانَ قَتِیْلُ

ہمارا کوئی سردار کبھی طبعی موت نہیں مرا اور ہمارا کوئی مقتول ایسا نہیں جس کے خون کا ہم نے بدلہ نہ لیا ہو خواہ وہ کہیں بھی قتل ہوا ہو۔"

تَسِیْلُ عَلَی حَدِ الظُّبَاتِ نُفُوسُنَا
وَلَیْسَتْ علی غیر السُّیوفِ تَسِیْلُ

ہمارے خون تلواروں کی دھار پر بہتے ہیں اور کہیں کم ہی انھیں بہتے دیکھا گیا ہوگا۔"

عربوں کا ایک اور شاعر کہتا ہے کہ!

وَاِنَّا لَتَسْتَحِلی المَنَا نُفُوسُنَا
ونَتْرُكُ اُخریٰ مُرَّھا فَنَذُوقُھَا

ہمارے نفس موتوں کو میٹھا خیال کرتے ہیں اور دوسری چیزوں کو کڑوی سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور انھیں چکھتے تک نہیں۔"

شنفری عربوں کا مشہور شہسوار تھا اور اس کا تعلق ازد کی شاخ بنی حجر سے تھا۔ شنفری جاہلی زمانے کا شاعر اور بہادر لٹیرا تھا۔ وہ تابط شرا کا ساتھی تھا۔ شنفری کو بچپن ہی میں قید کر لیا گیا تھا۔ اس کو بنوسلامان نے قید کیا تھا۔ اس لیے جب وہ جوان ہوا تو بھول چکا تھا کہ دراصل اس کا تعلق کس قبیلے سے ہے۔ وہ خود کو بنی سلامان ہی سے متعلق سمجھتا رہا پھر جب ایک دن اس نے بنی سلامان کے ایک آدمی کو کسی بات پہ تھپڑ مار دیا تو اس آدمی نے اس کو طعنہ دیا کہ تُو ہمارا وہ غلام ہے جس کو ہم بچپن سے ذلیل کرتے چلے آئے ہیں۔ تب شنفری نے جانا کہ اس کا تعلق تو قبیلہ ازد سے ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے قبیلے میں چلا آیا

اور بہت سے لوگوں کے سامنے قسم کھائی کہ بنی سلامان نے اس پہ جو ظلم کیا ہے اس کے بدلے وہ ان کے سو آدمیوں کو قتل کرے گا۔ چنانچہ شنفری کے پاس بہت سی تلواریں تھیں جب وہ بنی سلامان کے کسی آدمی کو قتل کرتا تو اس تلوار کو ایک جگہ رکھ دیتا۔ اس طرح وہ تلواریں گنتا رہتا کہ اس نے ابھی بنی سلامان کے کتنے لوگ مزید قتل کرنے ہیں۔ وہ لوگوں کو تلواروں کے اس ڈھیر پہ لے جاتا اور ان کو کہتا کہ مجھے بتاؤ بنی سلامان کے کتنے خون ابھی مجھ پہ واجب ہیں۔ پھر مختلف مواقعوں اور جنگوں میں اس نے بنی سلامان کے ننانوے لوگ قتل کر دیئے۔ پھر بنی سلامان ہی کے ہاتھوں خود بھی قتل ہو گیا تو لوگوں کو افسوس ہوا کہ صرف ایک قتل سے اس کی قسم رہ گئی۔ مگر قدرت کو نجانے اس کی کون سی ادا پسند آ گئی کہ اس نے وہ سبب پیدا کیا جس کی بنا پر مرنے کے بعد بھی اس نے بنی سلامان کے ایک آدمی کی جان لے لی۔ ہوا یوں کہ بنی سلامان نے اپنی شدید نفرت کی بنا پر نہ خود اس کی لاش اٹھائی اور نہ ہی اس کے وارثوں کو اس کے قریب جانے دیا۔ حتیٰ کہ جنگلی جانور اس کی لاش کو نوچ نوچ کر کھاتے رہے اور انھوں نے اس کا سر بھی اس کے جسم سے الگ کر دیا۔ ایک مدت یوں ہی بیت گئی اور شنفری کی خشک کھوپڑی اسی میدان میں پڑی رہی۔ ایک دن بنی سلامان کے کچھ لوگوں کا ادھر سے گزر ہوا تو ان میں سے ایک نے حقارت سے اس کی کھوپڑی کو پاؤں سے زور کی ٹھوکر لگائی۔ اس کھوپڑی کی نجانے کون سی ہڈی چوٹ لگانے والے اس شخص کے پاؤں میں زخم بنا گئی۔ اس نے کافی علاج کیا مگر وہ زخم بگڑتا ہی گیا۔ حتیٰ کہ اسی زخم سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ لوگوں کو اس بات کا علم تھا اس لیے انھوں نے پورے وثوق سے بیان کیا کہ بنی سلامان کا یہ شخص شنفری کا سواں مقتول تھا اس طرح اس کی قسم پوری ہو گئی۔

شنفری کے چند اشعا ر پیش خدمت ھیں۔

الَا تَدۡفِنُونِي اِنّ دَفۡنِي مُحَرَّمٌ
عَلَيۡكُم وَ لٰكِن خَامِرِي اُمَّ عَامِر

تم میرے قتل کے بعد مجھے دفن نہ کرنا اور تم پہ میرا دفن کرنا حرام ہے اور مجھے بجو کے آگے ڈال دینا تا کہ وہ مجھے کھا جائے۔"

الاَ حُملَتْ رأسِیْ وَفِی الرَاْسِ اَکْثَر ی
وَ غُو دِر َعِندَ المُلتَقَی ثُمّ سَاْئِر ی

جب میرے سر کو اٹھا کر لے جایا جا چکا ہو اور ظاہر ہے کہ میرے سر ہی میں میرا بیشتر حصہ ہے اور باقی ماندہ حصے کو میدان جنگ میں چھوڑ دیا گیا ہو۔"

هنالِك لا اَبغِیْ حَیا ۃً تَسُّرنِیْ
سَجِیْسَ اللَّیَا لِیْ مُبْسَلاً بالجَرائرِ

اور اس وقت واضح ہو جائے گا کہ میں کیوں خوش کن زندگی کا ہرگز مطالبہ نہیں کرتا اور کیوں لگاتار راتوں کو ارتکابِ جرم کیا کرتا تھا۔"

شجاعت کے ضمن میں حضرت حسان بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ!

وَلَسْنَا عَلَی الا عْقَا بِ تَدْمٰی کُلُومُنَا
وَلٰکِن علی اَقْد َامِنَا تَقْطُرُ الدِّمَا

ہم وہ نہیں کہ ہمارے زخموں کے خون ہماری ایڑیوں پر گریں بلکہ یہ ہمارے قدموں پہ گرتے ہیں۔"

اور عربوں کا ایک شاعر علوی کہتا ہے کہ:

مُحَّرمَۃٌ اکفَا لُ خَیْلِی عَلَی القَنَا
وَتَنْدَقٌ مِنْھَا فِی الصُّدُو رِ صُدوْرُھَا

میرے گھوڑوں کے چوتڑ نیزوں پہ حرام ہیں اس لیے ان کے سینے اور چھاتیاں خون آلود ہوتی ہیں۔"

حَرَامٌ علی اَرْمَا حِنَا طَعْنُ مُدْبِرٍ
وَتَنْدَقُّ مِنْهَا فِی الصُّدُوْرِ صُدُوْرُهَا

جو شخص پیٹھ دکھادے اسے نیزہ مارنا ہم پہ حرام ہے کہ ہمارے نیزوں کے اگلے حصے دشمنوں کے سینوں میں ٹوٹتے ہیں۔“

اور مہلب بن ابی صفرہ کے شعر ھیں :

وَسَائِلَةٍ بِا لْغَيْبِ عَنِی وَلَو دَرَتْ
مُقَارَعِیَ الاَبْطَالَ طَالَ نَحِيْبُهَا

ایک عورت میری غیر حاضری میں میری بابت لوگوں سے پوچھتی ہے اگر اسے بہادروں کے ساتھ جنگ کرنے کا پتا چل جائے تو وہ مدت تک روتی رہے۔“

اِذَا مَا الْتَقَيْنَا كُنْتُ اَوَّلَ فَارِسٍ
يَجُوْدُ بِنَفْسٍ اَثْقَلَتْهَا ذُنُوْبُهَا

جب ہم لوگ دشمن سے دوچار ہوتے ہیں تو میں پہلا سوار ہوتا ہوں جو اپنے اس نفس کی سخاوت کر دیتا ہے جسے گناہوں نے بوجھل کر رکھا ہوتا ہے۔

اور حصین بن الحمام المری کہتا ھے کہ:

تَاَخَّرْتُ اَسْتَبْقِی الْحَيَاةَ فَلَمْ اَجِدْ
لِنَفْسِی حَيَاةً مِثْلَ اَنْ اَتَقَدَّمَا

میں اپنی زندگی کو باقی رکھنے کے لیے پیچھے ہٹا مگر حق یہ ہے کہ میں نے اپنے نفس کی زندگی کے لیے پیش

قدمی جیسی اور کوئی شئے نہیں دیکھی۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

عمرو بن الاطنابہ الانصاری کے شعر ہیں کہ:

اَبَتْ لِیْ شِیْمَیْ وَاَبٰی بَلَائِیْ
وَاَخْذِی الحَمْدَ بِالثَّمَنِ الرَّبِیْحِ

میرے اخلاق جنگ کی آزمائش اور سودمند قیمت ادا کر کے تعریف حاصل کرنے اور۔"

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

وَقَوْلِیْ کُلَّمَا جَشَاتِ وَجَاشَتْ
مَکَانِكَ تُحْمِدِیْ اَوْ تَسْتَرِیْحِیْ

جب مارے غم کے کلیجہ منہ کو آنے لگے اور اس وقت نفس کے یہ بات کہنے نے کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا کہ اگر تو نے مار ڈالا تو تمھاری تعریف کی جائے گی اور اگر مر گیا تو آرام پائے گا۔"

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

لِاَدْفَعَ عَنْ مَاٰثِرَ صَالِحَاتِ
وَاَحْیٰا بَعْدُ عَنْ عِرْضٍ صَحِیْحِ

یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ میں اچھے کارناموں کی پاسبانی کا حق ادا کر سکوں اور اس کے بعد صحیح وسالم عزت کے ساتھ زندگی گذاروں یعنی وہ عزت جسے عیب نہ لگا ہو۔"

۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

اور یہ کچھ اشعار قطری بن الفجاۃ کے ہیں :

وَقَوْ لِیْ کُلَّمَا جَبَثَا ت لِنَفْسِی
مِنَ الْاَبْطَالِ وَیْحَکِ لَا تُرَاعِیْ

جب غم سے کلیجہ منہ کو آتا ہے تو میں اپنی جان سے کہتا ہوں کہ اے جان بہادروں سے سے نہ ڈر۔"

فَا نَّکَ لَو سَأَلْتِ حَیَا ۃ یَو مٍ
سَوَی الْاَجِلِ الذی لَکِ لم تُطَاعِیْ

کیونکہ اس مدت حیات کے علاوہ جو تیرے لیے مقرر ہے اگر تو ایک دن بھی زیادہ زندہ رہنے کی درخواست کرے گا تو تیری یہ درخواست نہ مانی جائے گی۔"

اور اب کچھ اشعار عربوں کے شہ سوار عنترہ کی جانب سے جو بزدل کو بھی بہادر بنادیں۔

بَکَرتْ تُخَوِّفُنِیْ ا لحَتُو ف کَاَنَّنِیْ
اَصْبَحْتُ عَنْ غَرَضِ الحُتُوف بِمَعْزِلِ

کہ میری بیوی صبح سویرے اٹھ کر مجھے موت سے ڈرانے لگی اور اس کی باتوں سے یوں لگتا تھا جیسے میں موت کے نشانے سے ہٹ گیا ہوں۔"

فَاَ جِبْتُھَا اِنَّ المَنِیَّۃَ مَنْھَلٌ
لَا بُدَّ اَنْ اُسْقٰی بِکَأسِ المَنْھَلِ

میں نے اسے جواب دیا کہ موت تو ایک گھاٹ ہے جہاں ہر کسی نے وارد ہونا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ میں بھی اس گھاٹ سے پیالہ پیوں۔"

فَا قْنَیْ حَیَائَکِ لَا اَبَا لکِ وَ اعْلَمِیْ
اِنِّیْ امْرُؤٌ سَاَمُوتُ اِن لَمْ اُقْتَلِ

تیرا باپ مرے: حیا کرتی رہ اور جان لے کہ آخر میں ایک انسان ہی تو ہوں اور اگر میں آج قتل نہیں ہوں گا تب بھی عنقریب ویسے ہی مارا جاؤں گا۔"

عنترہ بن شداد العبسی جس کے اشعار آپ نے ابھی پڑھے جاہلیت کا مشہور معلقہ گو شاعر اور بہادر شہسوار تھا۔ عربوں میں وہ عنترہ الفوارس کے نام سے مشہور تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ داستانِ امیر حمزہ کی طرح اس کی شجاعت کے بھی کئی افسانے عربوں میں مقبول تھے۔ اسلام آنے سے قبل ہی اس نے ۲۲ قبل ہجری وفات پائی۔ مورخین نے عربوں کی شجاعت کے بارے میں لکھا ہے کہ جنگوں میں بہادری دکھانا اور دشمن کے مقابلے میں مردانہ وار ڈٹے رہنا عربوں کی عام عادات میں شامل تھا۔ چنانچہ قوموں کی تاریخ اس امر پہ شاہد ہے اور عرب وعجم کی زبانیں اس کی معترف ہیں کہ عربوں کے ایام جنگ شدید ہوا کرتے تھے۔ گذشتہ زمانے کے مورخین نے لکھا ہے کہ عرب جب بھی کسی خوفناک وقت میں تو جنگ کے لیے نکلے ہیں تو مقابلے میں ڈٹے رہے ہیں اور جنگ سے پیٹھ دکھانا ان کی سرشت میں شامل نہ تھا۔ وہ دشمن پہ ہمیشہ فتح پاتے یا کم از کم باعزت مدافعت ضرور کرتے حتیٰ کہ حالات ان کی جانب پلٹا کھائیں۔ یہ لوگ ہمیشہ اپنے مقام پر سختی سے موجود رہتے اور کبھی نہ بھاگتے اور نہ ہی کبھی دشمن کا رعب ان پہ طاری ہوا اور نہ ہی کبھی ان کا دل موت سے خوف سے بے ترتیب دھڑکا، بلکہ وہ ہمیشہ ایک مطمئن اور پرسکون دل کے ساتھ اپنے محاذ پر ڈٹے رہتے اور اس بات سے خوف کھاتے کہ جنگ کی آگ بجھ جانے کے بعد کوئی ان کو بزدلی کا طعنہ دے۔ کسی نے عنترہ بن شداد العبسی سے پوچھا کہ فروق کی جنگ میں تمھاری تعداد کتنی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ ہم خالص سونے کی طرح سو آدمی تھے نہ تعداد میں اتنے زیادہ تھے کہ بزدلی دکھا کر پیچھے ہٹ جاتے اور نہ اتنے کم تھے کہ کوئی آسانی سے ہم کو ذلیل کر سکے۔ چنانچہ حقیقت یہی ہے کہ عرب کہیں بھی ہوں عزت آبرو اور حریم کی حفاظت پر کسی بھی اور شئے کو مقدم نہ جانتے تھے اور ان کی حفاظت کے معاملے میں وہ اپنی جانوں کو حقیر جانتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے اکثر لوگوں نے شہروں کو چھوڑ کر صحراؤں میں رہنا اختیار کر لیا جس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے خیال میں شہروں میں عزت قائم نہ رہتی تھی اور بزدلی آرام اور مزے کی زندگی سے وابستگی سے جنم لیتی ہے۔ یہ ان چیزوں کی پرواہ نہ کرنے سے پیدا ہوتی ہے جو عالی نسب شخص کو عیب دار بنا دیں اور کجا یہ بات اور کجا یہ عرب۔ انھیں باتوں سے یہ احساس جنم لیتا ہے کہ عرب کس قدر بہادر تھے اور مقامات ہلاکت کی طرف کس جرأت کے ساتھ پیش قدمی کرتے تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں باہمی الفت پیدا کرنے اور ان میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے وہ تکالیف جھیلیں کہ

ان کا شمار مشکل ہے۔آپ ﷺ کو اس ضمن میں حد سے زیادہ دشواری کا سامنا کرنا پڑا اور عربوں کے اشعار بزبان حال گویا ہیں کہ وہ میدان شجاعت میں کس قدر راسخ القدم تھے اور اس باب میں کس قدر بلند ہمت تھے۔لہٰذا اگر یہاں پر عربوں کے کچھ مزید اشعار درج کر دیئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔چنانچہ حیان بن ربیعہ کے یہ شعر ملاحظہ ہوں جن میں وہ اپنی قوم پہ فخر کرتا ہوا کہتا ہے کہ:

اور حیان بن ربیعہ الطائی کے کچھ اشعار :

لَقَدْ عَلِمَ الْقَبَائِلُ اَنْ قَومِیْ
ذَوُ وْجِدٍّ اِذَا لُبِسَ الحَدِیْدُ

تمام قبائل یہ خوب جانتے ہیں کہ جب ہم لوگ زر ہیں پہن لیں تو میری قوم خوب مستعد ثابت ہوتی ہے۔"

وَاِنّا نِعْمَ اَخلَاسُ القَوَافِیْ
اِذَا اسْتَعَرَ التَّنَافُرُ وَالنَّشِیْدُ

اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جب تفاخر اور شعر گوئی کا بازار گرم ہوتا ہے تو ہم اشعار کی پیٹھ پر کس مضبوطی سے سوار ہوتے ہیں۔"

وَاِنّا نَضْرِبُ الْمَلْحَاءَ حَتّٰی
تُوَلّی وَالسُّیُوفُ لَنَا شُھُوْدُ

نیز یہ کہ جب کسی لشکر جرار سے پالا پڑ جائے تو اسے مسلسل تلوار سے ضرب لگائے چلے جاتے ہیں تا آنکہ وہ پیٹھ دکھا دے اور ہماری تلواریں اس امر پہ آگاہ ہیں۔"

اور یحیی بن منصور حنفی کے شعر ہیں کہ :

وَ جَدْ نَا اَبَا نا کَانَا حَلَّ بِبَلْدَةٍ
سِوىً بَیْنَ قَیْسِ عِیْلَانَ والفِزْرِ

ہم نے اپنے باپ کو ایسے شہر میں اترا ہوا پایا جو قیس، عیلان اور سعد بن زید مناۃ کے علاقے کے عین وسط میں واقع ہے۔“

فَلَمَّا نأَتْ عَنَّا العشیرۃُ کُلُّھَا
اَنَخْنَا فَحَا لَفْنَا السُیُوفَ عَلَی الدَّھرِ

پھر جب تمام کا تمام قبیلہ ہم سے دور چلا گیا تو ہم نے اونٹوں کو بٹھا دیا اور تمام زمانے کے خلاف تلواروں کا حلیف ہونے کا عہد کر لیا۔“

فَمَا اَسْلَمَتْنَا عِنْدَ یَوْمِ کَرِیْھَۃٍ
وَلَا نَحْنُ اَغضَتْنَا الجُفُونَ عَلَی وُتْرِ

چنانچہ ان تلواروں نے جنگ کے دن ہمارا ساتھ چھوڑا نہ ہم نے اپنے کنبے سے چشم پوشی کی۔“

اور قبیلہ بنو حمیر کے ایک شاعر اپنی اس جنگ کے بارے میں یہ اشعار لکھے :

لَمَّا رَأَوْا اَنَّ یَوْمَھُمْ اَشِبٌ
شَدُّوْا حَیَازِ یْمَھُمْ علی اَلَمِہْ

جب انھوں نے دیکھا کہ گھمسان کا رن پڑ رہا ہے تو انھوں نے اس کے درد والم کو صبر سے برداشت کیا۔“

كَأَنَّمَا الأُسْدُ فِي عَرِيْنِهِمِ
وَنَحْنُ كَاللَّيْلِ جَاشَ فِي قَتَمِهْ

یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ ان شیروں کی طرح ہیں جو اپنی کچھار میں بیٹھے ہوں اور ہم دشمن پہ اس رات کی طرح چھاجاتے ہیں جو سخت تاریک ہوچکی ہو۔"

لَا يُسْلِمُونَ الغَدَاةَ جَارَهُمُ
حَتَّى يَزِلَّ الشِّرَاكُ عَنْ قَدَمِهْ

یہ لوگ جنگ کے دن ان لوگوں کا ساتھ نہیں چھوڑتے جو ان کی پناہ میں آگئے ہوں۔"

وَلَا يَخِيمُ اللِّقَاءَ فَارِسُهُمْ
حَتَّى يَشُقَّ الصُّفُوفَ مِنْ كَرَمِهْ

اوران کا شہسوار جب تک اپنی بزرگی کی وجہ سے دشمن کی صفوں کو نہ چیر لے جنگ سے منہ نہیں موڑتا۔"

مَا بَرِحَ التَّيْمُ يَعْتَزُونَ وَزُرْ
قُ الخَطِّ تَشْفِي السَّقِيمَ مِنْ سَقَمِهْ

مگر بنو تمیم لگاتار اپنا نسب بیان کرتے رہے اور خط کے نیلے نیزے بدلے لینے والوں کو کینے کی بیماری سے شفاء دیتے رہے۔"

كَمْ تَرَ كْنَا هُنَاكَ مِنْ بَطَلٍ
تَسْفِيْ عَلَيْهِ الرِيَاح فِيْ لِمَمِهٖ

اور ہم نے اس مقام پر کئی ایک بہادروں کو اس طرح چھوڑا کہ ہوائیں ان کی لٹوں پر مٹی بکھیر رہی تھیں۔"

ان اشعار میں جس جنگ کا تذکرہ کیا جارہا ہے اس کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب قبیلہ سعد کے علاقے میں سخت قحط پڑا۔ اور بنو عبد مناۃ بن ادد کے ساتھ ساتھ تیم، عدی، عکل، تمیم بن مر، بنو ضبہ، سلامان اور بنو صحار نے بھی ہجرت کی اور یمن کی طرف نکل کر صنعاء میں جا اترے اور اس کی وسیع و عریض چراگاہوں میں اپنے اونٹ چرنے کے لیے چھوڑ دیئے۔ بنو حمیر نے اس امر کو پسند نہ کیا اور بنی صحار پہ حملہ کر دیا۔ عرب یمنیوں کے مقابل ڈٹ گئے اور انھوں نے بنو حمیر کے بادشاہ ذو ناب کو بھی قتل کر دیا۔ جس کی وجہ سے جنگ کی آگ مزید دہک اٹھی۔ جب عربوں پہ ان کا دباؤ پڑا تو وہ پیچھے ہٹ آئے اور بنو صحار وہاں سے کوچ کر کے بلاد سعد میں جا اترے۔ اس دوران حمیریوں نے اپنی بکھری افواج کو جمع کیا اور ذو ناب کے خون کا بدلہ لینے کے لیے عربوں کے سر پہ پہنچ گئے۔ اب ان کا بادشاہ عقلمہ بن ذی یزن تھا۔ جب وہ عربوں کے مستقر میں اترے تو اس سے قبل ہی عرب اس امر سے آگاہ تھے لہٰذا وہ اپنی تیاری میں تھے۔ اس دوران یمنیوں کا سامنا بنو کلب سے ہوا بنو کلب صحار کے حلیف تھے۔ وہ دشمن سے پہلو بچا کر بنو صحار سے جا ملے اور پھر تیم اور رباب بھی عربوں کی مدد کو پہنچ چکے تھے نیز عبد مناۃ عدی اور عقل بھی عربوں کی مدد کو روانہ ہو چکے تھے۔ چنانچہ عربوں اور حمیریوں کے درمیان ایک بڑی جنگ کی بنا پڑی جس میں بنو عبد مناۃ بنو حمیر پر پھر غالب آئے اور انھوں نے پھر سے ان کے بادشاہ علقمہ بن ذی یزن کو قتل کر دیا اور حمیر نے اسی جنگ کے متعلق یہ اشعار کہے تھے۔

حسان بن نشبہ کے یہ اشعار بھی اسی جنگ کے متعلق ہیں۔

نَحْنُ اَجَرْنَا الْحَيَّ كَلْبًا وَاقْدَ اَتَتْ
لَهَا حِمْيَرٌ تُزْجِي الْوَشِيْجَ الْمُقَوَّمَا

پھر جب ان کو شکست ہوگئی تو ہم نے بائیں جانب کو ان کے لیے چھوڑ دیا اور وہ تمام نکیل والی اونٹنیوں کو ہانک لے گئے۔"

فَلَمَّا دَنَوْا صُلْنَا فَفَرَّقَ جَمْعَهُم
سَحَا بُتِنَا تَنْدَى أسِرَّتُهَا دَمَا

جب وہ ہمارے قریب آ گئے تو ہم نے حملہ کر دیا تھا پھر ان کی جمعیت کو ہماری کثیر تعداد فوج نے منتشر کر کے رکھ دیا تھا جن کی راہوں اور وادیوں میں خون ہی خون رواں تھا۔"

فَغَادَرْنَ قَيْلًا مِنْ مَقَاوِلِ حِمْيَرٍ
كَأنَّ بِخَدَّيهِ مِنَ الدَّمِ عَنْدَمَا

پھر انھوں نے حمیر کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو اس عالم میں چھوڑا کہ اس کے دونوں رخسار خون آلود تھے۔"

أمَرَّ عَلَى الأفْوَاهِ مَنْ ذَاقَ طَعْمَهَا
مَطَاعِمُنَا يَمْجُجْنَ صَابًا وعَلْقَمَا

ہمارے کھانوں کے مزے ان مونھوں کے لیے جنھوں نے ان کا مزا چکھا ہے ایسے تلخ ہو گئے کہ ان کے منہ جب تھوکتے ہیں تو ایلوے اور حنظل جیسا تھوک نکلتا ہے۔"

أنِّي وَإنْ لَمْ أفْدِ حَيًّا سِوَاهُم
فِدَاءٌ لِتَيْمٍ يَوْمَ كَلْبٍ وحِمْيَرَا

میں جو کبھی کسی قبیلے پر قربان نہ ہوا تھا بنو تیم پر اس روز قربان ہو گیا جس روز انھوں نے بنو کلب و حمیر کے خلاف جنگ لڑی تھی۔"

اَبَوْا ان یُبْیِحُوْا جَا رَھُمْ لَعَدُ وِّھم
وَقَدْ ثَارَ نَقْعُ المَوْتِ حتّی تکوثرا

انھوں نے اس بات سے انکار کر دیا کہ وہ اپنے پناہ لینے والے کو دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں
درآنحالیکہ موت کا غبار اٹھ اٹھ کر دھواں دھار ہو گیا تھا۔"

سَمَوانَحْوَ قَیْلِ القَومَ یَبْتَدِ رُوْنَہُ
بِأَسیَافِ وِھُم حَتّٰی ھَویٰ فَتَقَطَّرَا

یہ لوگ قوم کے سردار کی طرف بڑھے اور اسے جلدی سے اپنی تلواروں پر رکھ لیا یہاں تک کہ وہ اپنے
پہلو کے بل گر پڑا۔"

وَ کَا نوا کَاَنْفِ اللَّیْثِ لَاشَمَّ مَرغَماً
وَ لَا نَالَ قَطُّ الصَّیْدَ حَتّٰی تَعَفَّرَا

یہ شیر کی ناک کی طرح تھے جو کبھی ذلت قبول نہیں کرتا اور جب تک شکار کو گرا نہ دے اسے نہیں کھاتا۔"

اسی جنگ کے متعلق بنی ثور بن عبد مناۃ کا ایک شاعر ھلا ل بن زرین کہتا ھے کہ :

وَبِالْبَیْدَاءِ لَمَّا اَنْ تَلَاقَتْ
بِھَا کَلْبٌ وَحَلَّ بِھَا النُّذُوْرُ

جب بیداء کے مقام پر بنی کلب جنگ میں دشمنوں سے دوچار ہوئے تو ان کی قسمیں پوری ہو گئیں۔"

فَحَانَتْ حِمْيَرٌ لَمَّا الْتَقَيْنَا
وَكَانَ لَهُمْ بِهَا يَوْمٌ عَسِيْرٌ

پھر جب بھی جنگ میں ہم ایک دوسرے سے آن ملے تو قوم حمیر تباہ ہوگئی وہ دن ان کے لیے بڑا سخت دن تھا۔“

وَاَيْقَنَتِ الْقَبَائِلُ مِنْ جَنَابٍ
وَعَامِرُ اَنْ سَيَمْنَعُهَا نَصِيْرٌ

جناب اور عامر قبیلوں کو یقین ہوگیا کہ ایک بہت بڑا مددگار ان کی حفاظت کرے گا۔“

أَجَادَتْ وَبْلَ مُدْجِنَةٍ فَدَرَّتْ
عَلَيْهِمْ صَوْبَ سَارِيَةٍ دَرُوْرٌ

اس نے زوردار بارش والے بادلوں کی بارش برسائی پھر اس نے ان پر رات کو آنے والے بادل کی طرح مینہ کی بوچھاڑ کردی۔“

فَوَلَّوْا تَحْتَ قَطْقِطِهَا سِرَاعًا
تُكَبُّهُمُ الْمُهَنَّدَةُ الذُّكُوْرُ

پھر وہ تیروں کی بارش کے نیچے جلد ہی بھاگ گئے درآنحالیکہ انھیں ہندی فولادی تلوار منہ کے بل گرائے جارہی تھی۔“

اور عباس بن مرداس السلمی کے یہ اشعار مضفات میں سے ھیں

فَلَمْ اَرَ مِثْلَ الحَيِّ حَيّاً مُصَبَّحًا
وَلَا مِثْلَنَا يَوْمَ اَلتَقَيْنَا فَوَارِسَا

جس قبیلے کو ہم نے لوٹا۔ نہ تو ہم نے اس جیسا کوئی لٹا ہوا قبیلہ دیکھا اور نہ ہی اپنے جیسے شہ سوار دیکھے ہیں ایسے عالم میں کہ جب جنگ میں دشمنوں سے سامنا ہو۔"

اَكَرَّ وَاَحمٰى لِلحَقِيْقَةِ مِنْهُم
وَاَضْرَبَ مِنَّا بِالسُّيُوفِ القَوَانِسَا

اور میں نے کسی قبیلے کو ان سے زیادہ بڑھ کر بار بار حملہ کرنے والا اور ان امور کی زیدہ حفاظت کرنے والا نہیں دیکھا جن کی حفاظت کرنا ان پر واجب ہے۔"

اِذَا مَا شَدَدْنَا شَدَّةً نَصَبُوا لَنَا
صُدُوْرَ المَذَاكِي والرِمَاحَ المَدَاعِسَا

جب ہم حملہ کرتے تو وہ ہمارے مقابل تام الخِلقت گھوڑوں کے سینے اور ٹھوس نیزے کر دیتے۔"

اِذَا الخَيْلُ جَالَتْ عَنْ صَرِيعٍ نَكُرُّهَا
عَلَيْهِمْ فَمَا يَرْجِعْنَ اِلَّا عَوَابِسَا

جب دشمن اپنے گرے ہوئے ساتھیوں سے منہ موڑ کر چل دیئے تو ہم اپنے گھوڑوں کا رخ ان کی طرف کر دیتے ہیں اور جب یہ گھوڑے ان کے تعاقب سے لوٹتے ہیں تو ناگواری اور ترش روئی کے ساتھ لوٹتے ہیں۔"

عباس بن مرداس کے جو اشعار آپ نے پڑھے ان کا قصہ یہ ہے کہ مرداس بنی عامر بن سلمٰی کا ایک شخص تھا اور اس کی کنیت ابوالھیثم تھی۔اس کی ماں عربوں کی مشہور شاعرہ خنساء تھی۔خنساء کے عباس کے علاوہ اور بھی بیٹے تھے اور سبھی اپنی ماں کی طرح عمدہ شاعر تھے۔جن کے نام مورخین نے میسرہ،قرد اور معاویہ لکھے ہیں۔ان سب بھائیوں کے بچے بھی عربوں کے عمدہ شعر کہنے والوں میں شامل تھے۔خنساء کا ایک بیٹا ابوشجرہ عمرو بن عبدالعزیٰ بھی تھا۔کلبی کہتا ہے کہ مرداس کی تمام اولاد خنساء سے تھی سوائے عباس کے کیونکہ وہ عباس کی ماں نہیں تھی۔مگر اس نے عباس کی والدہ کا نام درج نہیں کیا۔اس لیے ابوالفرج اصفہانی نے کلبی سے اختلاف کیا اور پورے یقین سے بیان کیا ہے کہ عباس کی ماں عربوں کی مشہور شاعرہ خنساء ہی تھی۔

عباس بن مرداس نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا اور اسلام کی دولت سے سرفراز ہوا چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے غزوہ حنین کے مال غنیمت میں سے مؤلفۃ القلوب کو سو سو اونٹ دیے تو عباس بن مرداس کو بھی کچھ بکریاں دیں۔مگر اسے یہ کم لگیں اور وہ نبی اکرم ﷺ سے ناراض ہو گیا اور اس ضمن میں اس نے چند شعر کہے۔جب وہ اشعار نبی اکرم ﷺ تک پہنچے تو آپ ﷺ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ اس کا منہ بند کیا جائے۔چنانچہ اسے اور مال دیا گیا جس سے وہ راضی ہو گیا۔اس کے گھوڑے کا نام عبید تھا اور ان اشعار کا قصہ یہ ہے کہ اس نے بنی سلیم کی تمام شاخوں سے آدمی لے کر کچھ فوج تیار کی اور پھر عمرو بن معدیکرب کے قبیلے بنی زبید پہ حملہ کر دیا اور بہت سا مال غنیمت حاصل کیا یاد رہے کہ یہ واقع قبل اسلام کا ہے۔

اب ابوالابیض العصمی کے کچھ اشعار کے پیش کیے جاتے ہیں جو عہد اسلامی کا شاعر تھا اور ان اشعار کا قصہ یہ ہے کہ ابوالابیض ھشام بن عبدالملک کے عہد میں جہاد کے لیے نکلا تو اس نے لوگوں کو بتایا کہ آج اسے توقع ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا کیونکہ گذشتہ رات اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس نے کھجور اور مکھن کھایا اور جنت میں داخل ہو گیا۔چنانچہ اس دن بھی اس نے کھجور اور مکھن کھایا اور پھر آگے بڑھ کر خوب لڑا حتیٰ کہ شہید ہوا۔شہادت سے کچھ ہی دیر پہلے کہے ہوئے اس کے کچھ اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

ابو الابیض العسبی کے کچھ اشعار پیش خدمت ھیں؛

وَذِی اَمَلٍ یَرجُو تُرَاثِیْ وَاِنَّ مَا
یَصِیْرُ لَہٗ مِنِّیْ غَداً لَقَلِیْلٗ

بہت سے امیدوار ہیں جو میرے ورثے کی امید لگائے بیٹھے ہیں مگر جو کچھ انھیں کل ملنے والا ہے تو وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔"

وَمَا لِیَ مَالٌ غَیۡرُ دِرۡعٍ وَمِغۡفَرٍ
وَاَجۡرَدَ عُرۡیَانُ السَّرَاةِ طَوِیۡلُ

بھورے رنگ کے سیدھے خطی نیزے اور ایک کم بالوں والے دراز قد ننگی پیٹھ والے گھوڑے کے۔"

اُقِیۡهِ بِنَفۡسِیۡ فِی الحُرُوۡبِ وَاَتَّقِیۡ
بِهَادِیۡهِ اِنِّیۡ لِلۡخَلِیۡلِ وَصُوۡلُ

میں جنگوں میں اس گھوڑے کو اپنی جان خطرے میں ڈال کے بچاتا ہوں اور اس کی گردن کو اپنے لیے ڈھال بنالیتا ہوں۔"

اور اسی ضمن میں عمرو بن کلثوم تغلبی کچھ اشعار۔

مَعَاذَ الاِلٰهِ اِنۡ تَنُوحَ نِسَاؤنَا
عَلَی هَالِكٍ اَوۡ نَضِجُّ مِنَ الۡقَتۡلِ

خدا پناہ دے اس سے کہ ہماری عورتیں کسی ہلاک ہونے والے پر نوحہ کریں یا یہ کہ ہم کسی قتل ہونے والے پر نوحہ کریں۔"

قِرَاعُ السُّیُوۡفِ بِالسُّیُوۡفِ اَحَلَّنَا
بِاَرۡضٍ بَرَاحٍ ذِی اَرَاكٍ وذی اَثۡلِ

تلواروں کے ساتھ تلواریں ٹکرانے نے ہمیں ایک چٹیل زمین میں لا اتارا جہاں نہ کوئی درخت تھا نہ کوئی اور بچاؤ کی چیز تھی صرف پیلو اور جھاؤ تھا۔"

فَمَا اَبْقَتِ الاَیَّامُ مِلمَالِ عِنْدَ نَا
سِوَیٰ جِذْمِ اَذْوَادٍ مُحَذَّفِهِ النَّسلِ

ہماری جنگوں نے ہمارے مال میں سے صرف چند اونٹ چھوڑے ہیں جنھیں ہم نے نسل کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔"

ثَلا ثَةٌ اَثلاَثٍ فاَ ثمَانُ خَیْلِنَا
وَاَقوَا تُنَا وَمَانَسُوقُ اِلَی القَتْلِ

ہمارے مال کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک حصہ گھوڑوں کی قیمت میں صرف ہوتا ہے ایک حصہ کھانے میں آتا ہے اور ایک حصہ وہ ہے جسے ہم مقتول کے گھر والوں کو اس کی دیت میں بجھوا دیتے ہیں

بنی قیس بن ثعلبہ کا ایک آدمی کہتا ہے کہ:

دَعَوْتُ بَنِیْ قَیْسٍ اِلَیَّ فَشَمَّرَتْ
حَذَا ذِیْذُ مِنْ سَعدٍ طِوَالُ السَّوَاعِدِ

میں نے بنی قیس کو اپنی طرف بلایا تو آلِ سعد میں سے بہادر اور لمبے بازوؤں والے لوگ بخوبی تیار ہو کر آ گئے تھے۔"

اِذا مَا قُلُوبُ القَوْمِ طَارَتْ مَخافَةً
مِنَ المَوْتِ اَرْسَوْا بِا لنُّفُوسِ المَوَجِدِ

جب لوگوں کے دل موت کے ڈر سے گھبرانے لگیں تو یہ لوگ اپنی بزرگ جانوں کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہیں۔"

ایک اور جاهلی شاعر حجر بن خالد بن محمود کے کچھ اشعار:

وَجَدْنَا اَبَا نَا حَلَّ فِیْ المَجدِ بَیْتُهُ

وَاَعْیَا رِجَالاً آخَرِیْنَ مَطَالِعُهُ

ہم نے اپنے دادا کو پایا کہ اس کا گھرانہ بزرگی کے مقام پر اترا مگر دوسرے لوگ اس بزرگی کے راستے پر چلنے سے عاجز آ گئے تھے۔"

فَمَنْ یَسْعَ مِنَّا لَا یَنَلْ مِثْلَ سَعْیِهٖ

وَلٰکِنْ مَتٰی مَایَرْ تَحِلْ فَهُوَ تَابِعُهُ

لہٰذا ہم میں سے جو شخص بھی کوشش کرے گا وہ ہمارے دادا کی سی کوشش نہ کر سکے گا ہاں ہمارا دادا اس بزرگی کی منزل سے کوچ کر کے بلند مقام کو چلا جائے تو پھر یہ اسی کی پیروی کریں گے۔"

یَسُو دُ ثُنَانَا مَنْ سِوَانَا وبَدْؤنَا

یَسُودُ مَعَدّاً کُلَّهَا لَا تُدَافِعُهُ

ہمارا دوسرے درجے کا سردار بھی دوسروں پہ سرداری کرتا ہے اور ہمارا اول درجے کا سردار تو تمام معد بن عدنان پر بدون مزاحمت حکم چلاتا ہے۔"

وَنَحْنُ الَّذِیْنَ لَا یُرَوَّعُ جَارُنَا

وَبَعْضُهُم لِلغَدْرِ صُمٌّ مَسَامِعُهُ

ہم وہ لوگ ہیں جن کے ہاں پناہ لینے والے کو کوئی خوفزدہ نہیں کر سکتا حالانکہ دوسرے لوگوں کے کان عہد شکنی کے وقت بہرے ہوتے ہیں۔"

نُدَهْدِقُ بَضْعَ اللَّحْمِ لِلْبَاعِ والنَّدىٰ
وَ بَعْضُهُمْ تَغْلِي بِذَمٍّ مَنَاقِعُهُ

ہم گوشت کے ٹکڑوں کو کرم وسخاوت کے لیے کاٹتے ہیں درآنحالیکہ بعض لوگوں کی ہنڈیا مذمت کے ساتھ جوش مارتی ہے۔"

وَيَحلبُ ضِرْسُ الضَّيَفِ فينا اذا شَتَا
سَدَيْفَ السّنَامِ تَسْتَرِيهِ اَصَابِعُهُ

جب قحط پڑتا ہے تو جو شخص ہمارے یہاں بطور مہمان اترتا ہے اس کی ڈاڑھ کوہان کی اس چربی کو چوستی ہے جسے خود اس کی انگلیوں نے منتخب کیا ہو۔"

مَنَعْنَا حِمَا نَا وَاسْتَبَا حَتْ رِمَا حُنَا
حِمَیٰ كُلِّ قَوْمٍ مُسْتَجِيْرٍ مَرَاتِعُهُ

ہم نے اپنی محفوظ چراگاہ کو لوگوں سے بچائے رکھا مگر ہمارے نیزوں پر پناہ لینے والی قوم نے ہماری چرنے والی جگہوں کو لوٹا۔"

اور یہ کچھ اشعار رقاق بن المنذر بن ضرار الضی کے ہیں

اِذَاالمُهْرَةُ الشَّقْرَاءُ اَدْرَكَ ظَهْرُهَا
فَشَبَّ الاِلَهُ الحَرْبَ بَيْنَ القَبَائِلِ

جب سرخ رنگ کی گھوڑی سواری کے قابل ہو جائے اور پھر اللہ تعالیٰ قبائل میں جنگ کی آگ بھڑکا دے تو۔"

وَاَوْ قَدَ نَاراً بَيْنَهُمْ بِضِرَ مِهَا
لَهَا وَهَجٌ لِلْمُصْطَلِيْ غَيْرُ طَائِل

دو قبائل کے درمیان لڑائی کی آگ بھڑک اٹھے تو اس کی گرمی آگ سینکنے والوں کے لیے مفید نہ ہوگی۔"

اِذَا حَمَتْنِي وَالرِّمَاحَ مُشِيَحةٌ
اِلَى الرّوْعِ لَمْ اُصْبِحْ عَلَى سِلمِ وَائِل

جب یہ پچھیری مجھے ہتھیاروں سمیت تیزی سے اٹھا کر جنگ کی طرف لے جائے تو میں وائل کی صلح پر صبح نہ کروں گا۔"

فَدَتْ نَفْسِي وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنِي
فَوَارِسَ صَدَّقَتْ فِيهِم ظُنُونِيْ

میری جان اور مال ان شہ سواروں پہ قربان ہو جنھوں نے میرے ان گمانوں کو جو میں ان کے متعلق رکھتا تھا سچ کر دکھایا۔"

فَوَارِسَ لَا يَمَلُّوْنَ الْمَنَايَا
اِذَا دَارَتْ رَحَى الْحَرْبِ الزَّبُوْنِ

وہ ایسے سوار ہیں جو موتوں سے نہیں اکتاتے درآنحالیکہ جنگ کی ایسی چکی چل رہی ہو جو صلح پر منتج نہ ہو سکتی ہو۔"

درید بن الصمہ

عرب کے شجاع سواروں میں ایک درید بن الصمہ تھا۔مشہور مورخ ابوعبیدہ نے کہا کہ درید بن الصمہ الجشمی بن جشم بن بکر بن ہوازن میں سے تھا۔جنگ حنین میں وہ مشرکین کے لشکر میں شامل تھا۔اس نے ایک سو ساٹھ سال کی عمر پائی تھی۔عہدِ جاہلیت کا واقعہ ہے کہ درید بن الصمہ بن جشم کچھ سوار لے کر نکلا یہاں تک کہ وہ بنی کنانہ کی ایک وادیٔ میں پہنچے جسے الاخرم کہا جاتا تھا۔ان کا ارادہ بنی کنانہ پہ چھاپا مارنے کا تھا مگر اس وقت انھیں وادیٔ کی ایک طرف ایک سوار دکھائی دیا جس کے ساتھ ایک حسین عورت بھی تھی۔درید نے اسے دیکھا تو اپنے ایک سوار سے کہا اسے للکارو اور کہہ کر اس عورت کو ہمارے لیے چھوڑ دے اور اپنی جان بچا کر بھاگ جائے۔مگر یہ لوگ اسے نہ جانتے تھے کہ وہ بھی عربوں کا بہترین شہ سوار تھا جس کا نام ربیعہ بن مکدم تھا۔چنانچہ جب درید کے سوار نے اسے للکارا تو اس نے اپنی سواری کی مہار چھوڑ دی اور اپنی بیوی سے کہا کہ:

سِيْرِى عَلَى رِسْلِكِ سَيْرَ الآمِنِ
سَيْرَ رَدَاحٍ ذَاتِ جَاشٍ سَاكِنِ

بے خوف شخص کی طرح مزے سے چلتی جا جس طرح کوئی موٹے سرینوں والی پرسکون دل کے ساتھ چلتی ہے۔"

اِنّ انْثِنَائِى دُوْنَ قِرْنِىْ شَائِنِىْ
ابْلِى بَلاَئِىْ وَاخْبُرِىْ وعَايِنِىْ

اپنے حریف کے سامنے سے ہٹ جانا مجھے عیب لگا دے گا میری مصیبت کو آزما، تجربہ کر اور دیکھتی جا۔"

اس کے بعد ربیعہ بن مقدم نے درید کے سوار کی للکار کا جواب دیا اور اس پہ حملہ کر دیا اس نے جلد ہی اس کو پچھاڑ دیا اور اس کا گھوڑا لے کر اپنی بیوی کے حوالے کر دیا۔ پھر درید نے ایک اور سوار کو ربیعہ کی طرف بھیجا ربیعہ نے جب اس سوار کو آتے دیکھا تو زمین پر لیٹ گیا اس سوار نے اسے آواز دی مگر اس نے کوئی حرکت نہ کی جس سے سوار نے یہ سمجھا کہ یا تو یہ مر چکا ہے یا زخمی ہے۔ چنانچہ وہ اس کے قریب چلا آیا اور یہی ربیعہ کی منشا تھی وہ اس جونہی اس کی زد میں آیا تو اس نے لیٹے ہوئے ہی اپنے نیزے سے اس پر وار کیا۔ سوار نیچے آ رہا اُس نے اِس سوار کا گھوڑا بھی چھین لیا اور اس کو اپنی بیوی کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد اس نے درید اور اس کے ساتھیوں سے کہا کہ:

خَلِّ سَبِیْلَ الْحُرَّۃِ الْمَنِیْعَہ
اِنَّكَ لَاقٍ دُوْنَهَا رَبِیْعَہ

شریف زادی اور محفوظ عورت کا رستہ چھوڑ دے تجھے اس تک پہنچنے سے پہلے ربیعہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

فِیْ کَفِّهٖ خَطِّیَّۃٌ مُطِیْعَہ
اَوْلَا فَخُذْهَا طَعْنَۃً سَرِیْعَہ

کہ اس کے ہاتھ میں اطاعت گذار خطی نیزہ ہے اگر تو ایسا نہیں کرتا تو اس نیزے کی سرعت کو آزما۔"

فَالطَّعْنُ مِنِّیْ فِی الْوَغٰی شَرِیْعَہ

اور جنگ میں نیزے سے وار کرنا ہی میرا مذہب ہے۔"

جب کافی دیر تک درید کے دونوں سوار واپس نہ آئے تو اس نے تیسرا سوار ربیعہ کی طرف روانہ کیا جس نے دیکھا کہ اس کے دونوں ساتھی زمین پہ پڑے ہیں اور وہ سوار اپنی عورت کے ساتھ روانہ ہو رہا ہے۔ تب اس نے ربیعہ کو پکارا اور کہا

اس عورت کو چھوڑ دے اور اپنی جان بچا کر بھاگ جا۔ ربیعہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ شاید یہ سوار زیادہ تعداد میں ہیں اس لیے تو یہاں سے نکل اور تیزی سے گھر کی طرف روانہ ہو جا میں ان سے نمٹ کر تمھارے پیچھے آتا ہوں۔ عورت نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی تب ربیعہ یہ کہتا ہوا درید کے سوار کی طرف متوجہ ہوا:

مَا ذَا تُرِيْدُ مِنْ شَتِيْمِ عابِسِ
اَلَمْ تَرَالفَارِس بَعْدَ الفَارِسِ

تو کریہہ منظر والے ترش رو شخص سے کیا چاہتا ہے کیا تو اپنے ساتھی سواروں کا حشر نہیں دیکھتا۔"

اَرْدَاهُمَا عَامِلُ رُمعٍ يَا بِسِ

اور ان دونوں کو میرے خشک نیزے کے پھل نے ہلاک کر دیا ہے۔"

اس کے بعد ربیعہ نے درید کے بھیجے ہوئے اس تیسرے سوار پر حملہ کر کے اس کو بھی قتل کر دیا تاہم اب اس کا نیزہ ٹوٹ چکا تھا۔ درید کو یقین تھا کہ اس کے سواروں نے اس شخص سے اس عورت کو چھین کر اسے قتل کر دیا ہوگا۔ اس لیے اب کے وہ خود ربیعہ کے پیچھے روانہ ہوا تو اس نے دیکھا کہ ربیعہ اس کے قبیلے کے قرب میں پہنچ چکا تھا۔ درید نے ربیعہ کو للکارا اور کہا تم نے میرے ساتھیوں کا کیا کیا۔ ربیعہ نے کہا میں تمھارے بھیجے ہوئے سواروں جیسے سو سواروں پہ بھی غالب آ جایا کرتا ہوں تم نے تو صرف تین آدمی بھیجے تھے۔ اور وہ بھی الگ الگ۔ درید اس کے حوصلے اور شجاعت سے بے حد متاثر ہوا اور کہا اگر میں چاہوں تو تجھے قتل کر دوں کیونکہ ایک تو تمھارا نیزہ ٹوٹ چکا ہے دوسرا تم میرے قبیلے کے نرغے میں پہنچ چکے ہو لیکن میں تمھارے جیسے شجاع سواروں کی عزت کیا کرتا ہوں اور بہادروں کے قتل سے گریزاں رہتا ہوں اس لیے تم پہ احسان رکھتا ہوں تم میرا نیزہ لے لو اور اس راہ سے نکل جاؤ کیونکہ میرے سوار اپنے ساتھیوں کے قتل کی وجہ سے مشتعل ہوں گے تم نکل جاؤ میں ان کو روکتا ہوں۔ ربیعہ اپنے راستے کی طرف نکل گیا اور درید اپنے سواروں سے جا ملا اور اس سے کہا کہ وہ سوار ہمارے آدمیوں کو قتل کر کے دور نکل گیا ہے اس لیے اب اس کا پیچھا کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تم اس کا خیال چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ۔ پھر اسی واقعہ کے متعلق درید نے جو اشعار کہے ان میں سے کچھ پیش خدمت ہیں:

مَا اِنْ رَأیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِہٖ

حَامِیْ الظَّعِیْنَۃِ فَارِساً لَمْ یُقْتَلِ

میں نے اپنی بیوی کو بچاتے ہوئے اس طرح کا سوار کبھی نہ دیکھا نہ ایسا سنا جسے قتل نہ کیا گیا ہو۔"

اَرْدَیْ فَوارِسَ لَمْ یکُونُوا نُھْزَۃً

ثُمَّ اسْتَمَرَّ کانہٗ یکُونُوا نُھْزَۃً

اس نے ان سواروں کو ہلاک کر دیا جو کسی سے مار کھانے والے نہ تھے پھر پہلے کی طرح روانہ ہو گیا یوں گویا ہمارے آدمیوں کا قتل اس کے لیے کوئی خاص بات ہی نہ ہو۔"

مُتَھَلِّلاً تَبدُو أسِرَّۃُ وَجْھِہٖ

مِثلَ الحُسَامِ جَلَتْہُ کَفُّ الصَّیْقَلِ

اس کا چہرہ چمکدار تھا اور اس چہرے کے نقوش اس تلوار کی طرح دکھائی دیتے تھے جسے صقیل کرنے والے کے ہاتھ نے چمکا دیا ہو۔"

یُزْجِیْ ظَعَیْنَتَہٗ وَیَسْحَبُ ذَیْلَہٗ

مُتَوَجّھَا یُمْنَاہُ نَحْوَ المَنْزِلِ

وہ اپنی بیوی کو ہانک رہا تھا اور اپنے دامن کو گھسیٹ رہا تھا اور وہ خوش بختی اور کامرانی سے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔"

وَتَرَی الفَوَارِسَ من مَخَافَةِ رُمحِهِ
مِثلَ البُغَاثِ خَشِیْنَ وَقعَ الاَجْدَلِ

تو سواروں کو اس کے نیزے کے ڈر سے ان کمزور پرندوں کی طرح دیکھے گا جو شکرے کے حملے سے ڈر رہے ہوں۔"

❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂

یَا لَیْتَ شِعرِی مَنْ اَبُوْہُ وَاُمُّہٗ
یَاصَاحِ مَنْ یَكُ مِثلَہٗ لَمْ یُجْهَلِ

کاش مجھے معلوم ہو کہ اس کے والدین کون ہیں اور اس جیسا کوئی شخص غیر معروف نہیں ہو سکتا۔"

❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂

تو اس کے جواب ربیعہ نے بھی کچھ اشعار کہے:

اِنْ کَانَ یَنفَعُكِ الیَقِیْنُ فَسَائِلِيْ
عَنِّی الظَّعِینَةَ یَومَ وَادِی الاَخرَمِ

اگر تیرے لیے یقین سودمند ہو سکتا ہے تو تُو میرے متعلق میری بیوی سے پوچھ کہ وادی اخرم کے دن کیا واقعہ گزرا تھا۔"

❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂

اِذْهِیَ لاَوَّلِ مَنْ أَتَاهَا نُهْبَةٌ
لَوْلَا طِعَانُ رَبِیعَةَ بْنِ مُکَدَّمِ

کہ اگر ربیعہ بن مقدم کی نیزہ زنی نہ ہوتی تو وہ پہلے آنے والے سوار کے لیے ہی مال غنیمت بن جاتا۔"

❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂

اِذْقَالَ لِیْ اَدنٰی الفَوَارِسِ مِیْتَۃً
خَلِّ الظَّعِیْنَۃَ طَائِعاً لاَ تَنْدَمِ

جب قریب ترین مرنے والے سوار نے مجھ سے کہا تھا کہ رضامندی سے عورت کو چھوڑ دے اور نادم نہ ہو۔"

فَصَرَفْتُ رَاحِلَۃَ الظَّعِیْنَۃِ نَحْوَہٗ
عَمْدًا لِیَعْلَمَ بعض مالَمْ یَعْلَمِ

میں نے عورت کی سواری کو اس کی طرف ارادتاً پھیر دیا تاکہ اسے کسی قدر ان باتوں کا پتا چل جائے جن کا اسے علم نہ تھا۔"

وَھَتَکْتُ بِالرُّمحِ الطَّوِیْلِ اِھَابَہٗ
فَھَوٰی صَرِیْعاً لِلْیَدَیْنِ وِلِلْفَمِ

میں نے لمبے نیزے کے ساتھ اس سوار کی کھال کو پھاڑ دیا اور وہ ہاتھوں اور منہ کے بل گرا۔"

و مَنَحْتُ آخَرَ بَعْدَہٗ جَیَّاشَۃً
نَجْلاَءَ فَاغِرَۃً کَشِدْقِ الاَ ضْجَمِ

اس کے بعد میں نے تمھارے سوار کو ایسا جوش مارنے والا وسیع اور کھلے منہ والا زخم لگایا جو ٹیڑھے منہ والے کی باچھ کی طرح کھلا تھا۔"

وَلَقَدْ شَفَعْتُهُمَا بِآخَرَ ثَالِثٍ
وَأَبَى الفِرَارَ لِيَ الغَدَاةَ تَكَرُّمِي

میں نے ایک اور یعنی تیسرے کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا کہ اس دن میری شرافت نے مجھے بھاگنے سے منع کر دیا تھا[*38]۔"

ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ بنو کنانہ نے بنو جشم پہ غارت ڈالی اور ان کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور کئی ایک کو گرفتار کیا اور گرفتار ہونے والوں میں سے درید بن الصمہ بھی تھا مگر لوگ اس کے چہرے سے واقف نہ تھے اس لیے انھوں نے اسے عام قیدیوں کے ساتھ ہی رکھا۔ وہ ان کی قید ہی میں تھا کہ ایک دن بنو کنانہ کی کچھ عورتیں اس کے پاس سے گزریں ان میں ربیعہ بن مقدم کی بیوی بھی تھی جس نے دیکھتے ہی اس کو پہچان لیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

کہ تم بھی ہلاک ہو گئے اور ہمیں بھی ہلاک کر دیا ہماری قوم نے ہم پہ ستم کیا:

اللہ کی قسم یہ تو وہی شخص ہے جس نے طعینہ کے دن اپنا نیزہ ربیعہ کو دیا تھا۔

ربیعہ بن مقدم کی بیوی نے یہ کہا اور اپنا کپڑا اس پہ ڈال دیا اور اپنے قبیلے سے مخاطب ہو کر کہا:

کہ اس شخص کو میں نے اپنی پناہ میں لیا ہے اور میں ربیعہ بن مقدم کی بیوی ہوں جس کے نیزے کا سامنا کرنا بہت دشوار ہے۔

ربیعہ کی قوم نے اس کی پناہ کو قبول کر لیا مگر اس کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے اور کہا کہ اللہ کی قسم جب تک مخارق جس نے اسے گرفتار کیا ہے رضامند نہ ہو ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ تب جذل الطعان کی بیٹی راتوں رات اٹھی اور اپنے قبیلے کو مخاطب کر کے یہ اشعار کہے:

سَنَجْزِيْ دُرَيْداً عَنْ رَبِيْعَةَ نِعْمَةً
وَكُلُّ امْرِيٍ يُجْزَى بِمَا كَانَ قَدَّمَا

ہم ربیعہ کی طرف سے درید کے احسان کا بدلہ دیں گے کہ ہر انسان کو اسی کا بدلہ ملتا ہے جو کچھ وہ پہلے کر چکا ہوتا ہے۔"

فَإِنْ كَانَ خَيْراً كَانَ خَيْراً جَزَاؤُهُ
وَ إِنْ كَانَ شَرّاً كَانَ شَرّاً مُذَمَّمَا

اگر اس کا عمل اچھا ہو گا تو اس کی جزاء بھی اچھی ہو گی اور اگر کوئی برا ہو گا تو اس کی جزا بھی بری اور قابل مذمت ہو گی۔"

❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂

سَنَجْزِيْهِ نُعْمَى لَمْ تَكُنْ بِصَغِيْرَةٍ
بِإِعطَائِهِ الرُّمْحَ الطَّوِيْلَ المُقَوَّمَا

ہم درید کے احسان کا بدلہ دیں گے کہ لمبے سیدھے کیے ہوئے نیزے کا عطا کرنا کوئی معمولی احسان نہ تھا۔"

فَقَدْ اُدْرَكَتْ كَفَّاهُ فِيْنَا جَزَاءَهُ
وَاَهْلٌ بِاَنْ يُجْزَى الَّذِى كَانَ اَنْعَمَا

اسے اس کے کیے کا بدلہ مل گیا ہے اور وہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے احسان کا بدلہ دیا جائے۔"

❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂

فَلَا تَكْفُرُوهُ حَقَّ نُعْمَاهُ فِيْكُمُ
وَلَا تَرْكَبُوْا تِلكَ الَّتِى تَمْلَأُ الْفَمَا

اس کے احسان کے حق کا انکار نہ کرو اور ایسی بات کا ارتکاب نہ کرو جس سے منہ پھر جائے۔"

❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂

فَلَو کَانَ حَیًّا لَمْ یَضِق بِثَوَابِہٖ
ذِرَاعاً غَنِیًّا کَانَ اَوْ کَانَ مُعْدِمَا

کہ اگر ربیعہ زندہ ہوتا تو وہ اسے جزا دینے کے معاملے میں قطعاً تنگ دل ثابت نہ ہوتا خواہ وہ مالدار ہوتا خواہ مفلس۔"

ففکّوا دُرَیْدَا مَنْ اِسَارِ مُخَارِقٍ
وَلَا تَجعَلُوا البُؤسَی اِلَی الشَّرِّ سُلَّمَا

درید کو مخارق کی قید سے چھڑاؤ اور دکھ دینے کو جنگ کی سیڑھی نہ بناؤ کہ یہ غلط طریق ہے[39*]۔"

✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵ ✵

زیدالفوارس

زیدالفوارس کا شمار کا بھی عرب کے معروف شہ سواروں میں کیا جاتا ہے وہ مدت دراز تک اپنی قوم کا رئیس رہا۔ محمد الاعرابی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دفعہ جب زر بن ثعلبہ نامی شخص نے بنی عبس اور عبداللہ بن غغطان کے کچھ لوگوں کے ساتھ ان کے ہاں غارت ڈالی اوران کے بہت سے جانور ہانک کر لے گئے تب زیدالفوارس ہی ان کا سردار تھا اس نے اپنے قبیلے کے سواروں کو جمع کیا اور حملہ آوروں کا تعاقب کیا اور راتوں رات انھیں نقیہ کے مقام پر جا پکڑا۔ زیدالفوارس اور اس کے ساتھی سواروں نے حملہ آوروں کے کچھ لوگوں کو قتل کیا اور کچھ کو گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لے آئے اور اپنے جانوروں کے ساتھ ساتھ ان کے جانور بھی چھین لیے۔ اس مقابلے میں بنی مخزوم سے الجند بن تیجان اور بنی عبداللہ بن غغطان میں سے ابن ارنم زیدالفوارس کے ساتھیوں کے ہاتھ سے قتل ہو گئے جس سے بعد میں عربوں کے درمیان کئی باہمی جنگوں نے جنم لیا۔ جن میں قرنتین کی جنگ بھی تھی۔ اس جنگ میں زیدالفوارس ہی اپنے قبیلے کی طرف سے سردار تھا۔ یاد رہے کہ زید الفوارس کے اٹھارہ بیٹے اس جنگ میں اس کے ہمراہ تھے اور دونوں اطراف اسے اس کو گھیرے ہوئے تھے۔ اب زید الفوارس کے کچھ منتخب اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔"

وَلِهفَتَ اِنْ تَسأَلِی اَیُّ امرِءٍ
بِلوَی النَّقِیْعَہ اِذْ رِجَالُكِ غُیَّبٌ

خدا کرے تو حیران و پریشان ہو جائے اگر تو یہ دریافت نہ کرے کہ لوئی نقعیہ کے مقام پر وہ کونسا شخص تھا
درآنحالیکہ تیرے گھرانے کے لوگ تو وہاں موجود ہی نہ تھے۔"

اِذْ جَا ءَ یَوْمٌ ضَوْ ؤُہٗ کَظِلَا مِہٖ
بِمَا دِی الکَوَاکِبِ مُقْمَطِرٌّ اَشْہَبُ

جب ایسا دن آیا تھا جس کی روشنی اور تاریکی یکساں تھی ستارے ظاہر ہو چکے تھے اور یہ دن ترش رو اور سختی کا دن تھا۔"

عَوْذٌ وبَہشَۃُ حَا شِدُوْنَ عَلَیہِم
حَلَقُ ا لحَدِیْدِ مُضَا عَفًا یَتَلَہَّبُ

عوذ اور بہشہ قبائل جمع ہو چکے تھے اور انھوں نے دوہری اور شعلہ زن زرہیں پہن رکھی تھیں۔"

وَ لَّوا تَکُبُّھُمُ الرِّ مَاحُ کَا ئنَّھُمْ
اَثْلٌ جَا فَتَہَ ا صُو لَہٗ اَو اَثَا بُ

پھر وہ دم دبا کر بھاگے ہمارے نیزے انھیں منہ کے بل گرا رہے تھے اور وہ ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے وہ جڑ سے اکھاڑ کر پھینکے ہوئے جھاؤ یا اثاب کی قسم کے درخت ہوں۔"

یَوَدُّ وَ نَ حَتّٰی اَغَاثَ شَرِیْدَ ھُمْ
جَوٌّ العِشَاوِۃِ فَا لعُیُو نُ فَزُ نقُبُ

اور وہ کہہ رہے تھے کہ کاش کوئی دور کی جگہ ہوتی جہاں ہم پناہ لے سکتے تا آنکہ جو العشاوہ، عیون اور زنقب نے ان کے بھاگے ہوئے لوگوں کو کچھ سہارا دیا اور پناہ دی۔"

فَتَرکْتُ زُرًّا فِیْ الغُبَارِ کأَنَّہٗ
بِشَقِیقَتیٌ قَدَمِیَّۃٍ مُتَلَبِّسَنب

میں نے زرکو غبار میں چھوڑا تو وہ یوں معلوم ہو رہا تھا گویا اس نے قدم کے رنگین کپڑے اپنے گرد لپیٹ رکھے ہوں۔"

وَاِنِّی فِی الحَرْبِ الضَّرُوْسِ مُوَکَّلٌ
بِاِ قْدَامِ نَفْسٍ مَا اُرِیْدُ بَقَاءَ ھَا

اور میں سخت گھمسان کی جنگ میں اپنے نفس کو جسے میں زندہ نہیں رکھنا چاہتا اسے آگے بڑھنے پر لگائے رکھتا ہوں[40*]۔"

الشنفری الحارثی

یادرہے کہ شنفری عرب کے مشہور شہ سواروں اور فصیح و بلیغ شعرا میں سے تھا۔اصل میں شنفری اور اس کے کچھ ساتھی تیز دوڑنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور ان کی رفتار کے متعلق مبالغہ آمیز روایات موجود ہیں۔شنفری کے ساتھیوں میں تابط شرا اور عمرو بن براق شامل ہیں۔مورخین نے بیان کیا کہ یہ تینوں غارت گر تھے اور عربوں میں سب سے تیز دوڑنے والے تھے حتیٰ کہ گھڑ سوار بھی ان کو پکڑنے پہ قادر نہ تھا۔ان کی یہ تیز رفتاری عربوں میں مثل بن گئی تھی کہا جاتا ہے کہ "**اَعْدٰی مِنَ الشَّنْفَرِیْ**" فلاں شنفری سے بھی زیادہ تیز ہے۔چنانچہ شنفری اور اس کے ساتھیوں کا قصہ ابو عمرو شیبانی نے بیان کیا ہے جیسا کہ "**مفضلیات**" کی شرح میں ابن الانباری اور "**اَلدُّرَّۃُ الفَاخِرَۃ**" میں حمزہ اصفہانی نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔کہ ایک بار بجیلہ کے کچھ لوگ پانی کے ایک چشمے پر تابط شرا کی تاک میں بیٹھے تھے کیونکہ ان لوگوں نے بجیلہ پہ غارت ڈالی تھی جس کے بدلے میں وہ تابط شرا کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔چنانچہ جب تابط شرا اور شنفری اور عمرو بن براق اس رات پانی کے چشمے پہ پہنچے تو تابط شرا نے کہا کہ میں کچھ لوگوں کی آہٹ محسوس کر رہا ہوں جن کی نیت درست نہیں لگتی شاید پانی کے گھاٹ پر وہ لوگ ہماری گھات میں بیٹھے ہیں۔اور میں ان کے دلوں کی بیقرار دھڑکنوں تک کی آواز سن رہا ہوں۔تاہم شنفری اور براق نے تابط شرا کی اس بات سے اتفاق نہ کیا اور کہا ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دے رہا۔

تب شنفری نے اپنے ساتھیوں سے کہا اچھا تم ٹھہرو میں پانی پینے جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہاں کیا ہے۔شنفری پانی پینے گیا مگر بجیلہ کے لوگوں نے اسے جانے دیا۔اس کے بعد براق پانی کے گھاٹ پر آیا اور اس نے بھی خوب پانی پیا اور واپس چل دیا۔اہل بجیلہ نے اس کو بھی جانے دیا۔اب شنفری اور براق نے تابط شرا کا مذاق اڑایا اور کہا کہ ہمیں تو وہاں کوئی بلا نظر نہیں آئی جس کے دل کی دھڑکن کو تم سن رہے تھے تو تابط شرا نے انھیں کہا کہ دراصل وہ لوگ تمہیں نہیں صرف مجھے اغوا کرنا چاہتے ہیں اس لیے اب میں پانی پینے جاتا ہوں اور جب وہ مجھے لے جائیں تو تم بھاگ نہ جانا بلکہ ان کا پیچھا کرنا میں ان سے آزاد ہونے کوشش کروں گا۔

تاہم شنفری اور براق کو تابط شرا کی باتوں پہ یقین نہ تھا اس لیے وہ سنجیدہ نہ ہوئے مگر پھر انھوں نے دیکھا کہ تابط شرا کا اندازہ درست تھا۔اس لیے کہ وہ جونہی پانی پینے کے لیے گھاٹ پر پہنچا تو بجیلہ کے لوگ اس پہ حاوی ہو گئے اور انھوں نے اسے مضبوط رسی سے باندھ کر اپنی سواری پر ڈال لیا اور چل دیئے۔تب شنفری اور براق ان کا پیچھا کرنے لگے بہت دیر چلنے کے بعد وہ ایک منزل پہ اترے۔رات ابھی باقی تھی انھوں نے تابط شرا کو ایک طرف ڈال دیا اور خود آرام کرنے لگے۔تب تابط شرا نے بجیلہ کے لوگوں کو مخاطب کیا اور کہا:

کیا تم اس سے بہتر بات پسند کرو گے؟

اہل بجیلہ نے پوچھا وہ کیا ہے تو تابط شرا نے کہا کہ اگر تم فدیہ لینے میں نرمی کا مظاہرہ کرو تو میرا ساتھی عمرو بن براق خود کو تمھاری تحویل میں دینے کے لیے تیار ہے۔

اہل بجیلہ نے کہا ہمیں منظور ہے۔

تب تابط شرا نے براق کو پکارا کہ وہ جانتا تھا کہ وہ اسے چھوڑ کے نہیں گئے ہوں گے بلکہ یہیں آس پاس ہی کہیں موجود ہوں گے۔

اس نے کہا کہ:

اے ابن براق تجھ پہ افسوس ہے اس لیے کہ شنفری تو بھاگ گیا اور بنی فلاں کی آگ سینک رہا ہو گا اس لیے تو ہی آ گے آ کہ تجھے معلوم ہے کہ ہمارے اور تمھارے گھرانوں کے تعلقات کتنے گہرے ہیں۔

تو اپنے آپ کو ان پہ پیش کر دے تا کہ یہ ہم سے نرمی برتیں۔

تب براق سامنے آیا اور کہا۔

میں تو تیار ہوں ان لوگوں کو کہو مجھے پکڑ لیں۔

جب بجیلہ لوگ اس کے پاس پہنچے تو وہ بھاگ اٹھا اور پہاڑ پہ چڑھ گیا۔

بجیلہ کے لوگ اس کے پیچھے تھے اور اس کی تیز رفتاری پہ ششدر تھے اور تھکن سے چور تھے۔

براق ان کو کئی گھنٹے دوڑاتا رہا تھکاتا رہا۔

پھر اہل بجیلہ نے جان لیا کہ وہ ان کے ہاتھ آنے والا نہیں۔

اور انھوں نے اسے پکڑنے کا خیال اپنے دل سے نکال دیا اور اپنے قیدی کے پاس لوٹے مگر ان کے لوٹنے سے پہلے ہی شنفری تابط شرا کو رہا کر کے بھاگ چکا تھا۔اس طرح بجیلہ نہ براق کو پا سکے نہ تابط شرا کو اگلے دن براق شنفری اور تابط شرا پھر اکٹھے تھے۔

یاد رہے کہ یہ وہی شنفری ہے جس کا ذکر اس سے قبل بھی کہیں گزر چکا ہے کہ وہ بنی سلامہ میں پروان چڑھا اور پھر اس نے بنی سلامہ ہی کے سو آدمیوں کے قتل کی قسم کھائی اور اس نے ان کے سو آدمیوں کو قتل بھی کیا تھا۔

جب اس نے بنی سلامہ کے بہت سے آدمی قتل کر دیئے تو بنی سلامہ نے اس کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ان کے ایک شخص اسید بن جابر السلامانی نے اس کے قتل کی ذمہ داری لی کیونکہ اس سے قبل شنفری نے اسید کے بھائی اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیا تھا۔ چنانچہ ایک رات اسید کو اطلاع ملی کہ شنفری فلاں قبیلے پہ غارت ڈالنے والا ہے۔ تب اسید بن جابر اور اس کا بھتیجا حازم العقمی اس کی گھات میں بیٹھے۔ رات کے اندھیرے میں انھیں جونہی ایک سایہ نظر آیا انھوں نے اس پہ اپنے تیر برسائے شنفری زخمی ہو کر گر گیا پھر وہ لوگ اسے اٹھا کر اپنے قبیلے میں لے گئے۔ تب حازم نے شنفری سے کہا کہ آج میرا کلیجہ ٹھنڈا ہونے کو ہے اس سے قبل مجھے تم کچھ شعر ہی سناؤ۔ تب شنفری نے اس کو جواب دیا کہ گانا تو خوشی میں گایا جاتا ہے اور اس کا یہ فقرہ عربوں میں ضرب المثل بن گیا۔ پھر جب وہ اسے قتل کرنے لگے تو انھوں نے اس سے پوچھا کہ وہ اسے کہاں دفن کریں اس پہ شنفری نے یہ اشعار کہے۔

الا تدفِنُو نِي اِن دَفِنی مُحَرمٌ
عَلَیکُم وَ لکِن خَامِری اُمَّ عَامِر

تم میرے قتل کے بعد مجھے دفن نہ کرنا اور تم پہ میرا دفن کرنا حرام ہے اور مجھے بجّو کے آگے ڈال دینا تا کہ وہ مجھے کھا جائے۔"

الا حُمِلَت رأسِی وَفی الرّأسِ اکثَر ی
وَغُو دِر عِند المُلتَقی ثم سائِر ی

جب میرے سر کو اٹھا کر لے جایا جا چکا ہو اور ظاہر ہے کہ میرے سر ہی میں میرا بیشتر حصہ ہے اور باقی ماندہ حصے کو میدان جنگ میں چھوڑ دیا گیا ہو۔"

هنالك لا ابغیٔ حیاۃً تسّرنیٔ

سجیس اللّیا لیٔ مُبْسَلاً بالجرائر

اوراس وقت واضح ہوجائے گا کہ میں کیوں خوش کن زندگی کا ہرگز مطالبہ نہیں کرتا اور کیوں لگا تار راتوں کوارتکابِ جرم کیا کرتا تھا[41*]۔‘‘

خالد بن جعفر بن کلاب

خالد بن جعفر کا تعلق قبیلہ ہوازن سے تھا جہاں اس کی اتنی تکریم کی جاتی جتنی کہ کسی انسان کی کی جاسکتی ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنے قبیلے کو عامر بن صعصہ کی غلامی سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے کہ جب خالد بن کلاب نے ان کی قیادت سنبھالی تو اس وقت قبیلہ ہوازن کے لوگ بے حمیت نکھے اور حالات کے مارے ہوئے تھے۔ وہ پہاڑوں پر بھیڑ بکریاں چراتے اور عربوں میں ذلیل وخوار تصور کیے جاتے تھے۔ عامر بن صعصہ کا زہیر بن جذیمہ ان سے زندہ رہنے کا خراج وصول کیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب عکاظ کا بازار لگتا تو قبیلہ ہوازن کے لوگ اپنی بھیڑ بکریوں کا خراج لے کر جذیمہ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اپنی استطاعت کے مطابق خراج ادا کرتے۔ کوئی اس کو گھی پیش کرتا تو کوئی پنیر اور کوئی اس کو اپنی بھیڑ بکریوں سے حصہ ادا کیا کرتا۔ ایک دفعہ جب قبیلہ ہوازن کے لوگ اس کو خراج ادا کررہے تھے تو ایک بڑھیا تھوڑا سا گھی لے کر جذیمہ کی طرف بڑھی اور گھی کم ہونے پر اس سے معذرت طلب کی۔ بڑھیا نے اس کی وجہ بھی بیان کی کہ مسلسل خشک سالی کی وجہ سے اس بار وہ کم گھی لائی ہے۔ جذیمہ نے انگلی سے اس بڑھیا کا گھی چکھا تو اُس کو اِس کا ذائقہ پسند نہ آیا تو اس نے بڑھیا کو اپنی کمان سے دھکا دیا جس سے بڑھیا گرگئی اور اس کا ستر کھل گیا۔ اس واقعہ نے ہوازن کو بہت متاثر کیا اس وقت وہاں ان کا شجاع خالد بن جعفر بن کلاب بھی موجود تھا۔ جعفر بن کلاب نے اپنے قبیلے کی غیرت کو جگانے کی کوشش کی اور قبیلہ ہوازن جذیمہ کے خلاف کینہ پالنے لگا۔ جب وہ بڑھیا گری اور برہنہ ہوگئی تو آگے بڑھ کے اسے خالد بن جعفر بن کلاب نے ہی سہارا دیا تھا اور اسی موقع پر یہ قسم بھی کھائی کہ عنقریب میں جذیمہ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کو قتل کردوں گا یا پھر خود اس کے ہاتھوں قتل ہوجاؤں گا۔ اس نے اپنے قبیلے کے جوانوں کو اکٹھا کیا اور ان کو قبیلہ عامر بن صعصہ کے خلاف بھڑکایا۔ ان کو خطاب کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار کہے جو آپ کے لیے پیش کیے جارہے ہیں۔

اُریغُونِیْ اِرَاغتکُمْ فَأِنّیْ
وحَذفَةَ کالشَجَاتحْتَ الوِرِیْد

تم جس طرح بھی چاہو مجھے دھوکے سے طلب کرتے رہو مگر یاد رکھو کہ میں اور میری گھوڑی حذفہ اس ہڈی کی طرح ہیں جو شہ رگ کے نیچے پھنس کے رہ جایا کرتی ہے۔“

مُقَرَّبَةٌ أوَا سِيْهَا بِنَفْسِيْ
وألحِفُهَا رِدَائِي فِي الجَلِيْدِ

یہ گھوڑی میری مقرب ہے اور مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے کہ جب کہرا پڑتا ہے تو میں اپنا کپڑا اس پہ ڈال دیتا ہوں۔"

لَعَلَّ اللّٰهَ يُقْدِرُنِيْ عَلَيْهَا
جِهَا رًا مِنْ زُهَيْرٍ اَوْ أُسَيْدِ

شاید اللہ تعالیٰ مجھے قدرت عطا کر دے اور میں اس گھوڑی پہ سوار ہو کر زہیر اور اسید سے اعلانیہ دو دو ہاتھ کر سکوں۔"

بنو ہوازن تو جانے کب سے جذیمہ کی تاک میں تھے کہ اتفاق سے وہ ان کے علاقے کے قریب جا اترا۔ اس کے ساتھ اس کے قبیلے کے بہت سے مرد اور عورتیں تھیں جذیمہ کی بیوی تماضر اور اس کی سب اولاد اس کے ساتھ تھی۔ تب ان کے پاس سے بنو ہوازن کا ایک سوار گزرا۔ تو جذیمہ کے لوگوں نے اسے پکڑ لیا کہ وہ ان کی جاسوسی کر رہا ہے مگر وہ سوار جذیمہ کی بیوی تماضر کا بھائی الحرث بن عمرو تھا۔ اس لیے اس نے اپنے بھانجوں کو پکارا اور کہا کیا تمھارا ماموں تمھارے پاس دودھ پینے کے لیے اترے تو تم اس کی مشکیں کس دو گے جس پہ جذیمہ کے بیٹے شرمندہ ہوئے اور انھوں نے اپنے ماموں کو دودھ پلایا اور عزت سے رخصت کیا۔ مگر بنو ہوازن اب ان سے نفرت کرتے تھے اس لیے الحرث بن عمرو نے خالد بن جعفر بن کلاب کو زھیر کے ٹھکانے کی اطلاع کر دی۔ جس پہ بنو ہوازن کے سوار زہیر کو قتل کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ خالد بن جعفر بن کلاب ان کا سردار تھا۔ جندہ بن البکاع اور معاویہ بن عماد جیسے شہ سوار بھی اس کے ساتھ تھے۔ انھوں نے دشمن کے اونٹوں کے پاؤں کے نشانات پہ نگاہ رکھی اور ان کا کھوج لگاتے ہوئے ان کے مستقر کے قریب جا اترے۔ ادھر زھیر کے چرواہوں نے اسے گھڑ سواروں کی نقل و حرکت کی اطلاع کی۔ مگر وہ شراب کے نشے میں دھت پڑا تھا۔ پھر شام کو ان کی عورتوں نے واویلا کیا اور کہا کہ جہاں ہم کچھ نہ دیکھا کرتی تھیں وہاں ہمیں نیزوں کا جنگل دکھائی دے رہا ہے۔ پھر زہیر کا بھائی اسید آیا اور اس نے بھی زھیر سے کوچ کرنے کو کہا اور بتایا کہ دشمن سر پہ آ پہنچا ہے کہ اس کے جانور چرانے والی کنیز نے بنو ہوازن کے سوار اور ان کے نیزے دیکھے ہیں۔ زھیر نے اسید کی بات کو مذاق میں اڑا دیا اور کہا:

کُلُّ اَزَبَّ نَفُورٌ

(ہر وہ شخص جس کے جسم پہ گھنے بال ہوں وہ بھگوڑا ہوتا ہے)

اور یہ الفاظ عربوں میں ضرب المثل بن گئے کیونکہ اسید کے جسم پہ بہت بال تھے اس لیے زہیر نے اسے بھگوڑا کہا تھا۔ اسید کو اس کی یہ بات بری لگی تو اس نے دوسرے لوگوں کو حالات کی نزاکت سے آگاہ کیا لوگوں نے اس کی بات مان لی اور بنو رواحہ کے اکثر لوگ وہاں سے کوچ کر گئے۔ اور زہیر نے ان کو جاتے دیکھ کر قسم اٹھائی کہ وہ صبح تک وہاں سے نہیں ٹلے گا۔ چنانچہ اس کے پاس اسید اور اس کے بیٹے ورقا اور حارث رہ گئے تھے۔ باقی سب لوگ وہاں سے نکل گئے۔ جب رات ذرا بھیگی تو بنو ہوازن کے بہت سے سواروں نے زہیر اور اس کے بیٹوں کو گھیر لیا۔ زہیر نے انھیں یمن کے لوگ خیال کرتے ہوئے اسید سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو اس نے کہا یہ وہی ہیں جن کے بارے میں تو آج صبح سے غصے میں ہے۔ اس کے بعد اسید اپنی گھوڑی پہ سوار ہوا اور ایک طرف کو نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر ہوازن کے سواروں نے زہیر اور اس کے بیٹوں کو پا لیا تھا۔ زہیر کود کر اپنی گھوڑی قصویٰ پہ سوار ہوا جو نہایت ہی سرکش گھوڑی تھی۔ دوسری طرف سے خالد بن جعفر بن کلاب بھی اپنی گھوڑی حذفہ پہ سوار ہو کر اس کے قریب آ پہنچا تھا اور اس کے لب پہ یہ الفاظ تھے۔

لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا زُهَیر

(آج اگر زہیر میرے ہاتھ سے بچ جائے تو خدا کرے کہ میں اس کے ہاتھ سے نہ بچوں)۔

پھر خالد بن جعفر نے اپنے ہاتھ زہیر کی گردن میں ڈال دیئے وہ دونوں اپنی سواریوں سے نیچے آ گرے۔ زہیر نیچے اور خالد اس کے اوپر تھا۔ زہیر نے اپنے بیٹوں کو پکارا تو اس کے بڑے بیٹے ورقا بن زہیر نے خالد بن جعفر پر تلوار سے کئی وار کیے جو کارگر نہ ہوئے اس لیے کہ خالد نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔ پھر خالد کے ساتھی آگے بڑھے اور جندع نے زہیر کا سر کاٹ کر نیزے پہ اٹھا لیا۔ اپنے باپ کا کٹا سر دیکھ کر ورقا بن زہیر نے بے ساختہ یہ اشعار کہے جو وقت کا طویل سفر طے کرتے ہوئے ہم تک پہنچے اور ہم انھیں آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔"

رَأَیْتُ زُهَیراً تَحْتَ کَلْکَلِ خَالِدٍ
فَاَقْبَلْتُ اَسْعٰی کَالعَجُولِ اُبَادِرُ

میں نے زہیر کو خالد کے نیچے دیکھا تو میں جلدی سے اس عورت کی طرح دوڑا جس کا بچہ مر گیا ہو۔"

اِلیَ بَطَلَیْنِ یَنْھَضَانِ کِلَا ھُمَا
یُرِیدَ انِ نَصْلَ السَّیْفِ والسَّیْفُ داثِرٌ

میں دو بہادروں کی طرف آیا اور وہ دونوں اٹھ رہے تھے تا کہ تلوار کی دھار ہاتھ میں لیں وہ تلوار جو ایک عرصے سے صقیل نہ کیے جانے کی وجہ سے زنگ آلود ہو رہی تھی۔"

فَشُلَّتْ یَمِیْنِیْ یَوْمَ اَضْرِبُ خَالِداً
وَیَسْتُرُہٗ مِنیِّ الحَدِیْدُا لُمظَاھَرٗ

اور جس روز میں نے خالد کو تلوار سے مارا تھا اس روز میرا دایاں ہاتھ شل ہو گیا تھا کیونکہ اس کی دوہری زرہ اسے مجھ سے چھپا رہی تھی۔"

فَیَا لَیْتَ اُنیِّ قَبْلَ ضَرْبَۃِ خَالِدٍ
وَیَوْمَ زُھَیْرٍ لَمْ تَلِدْنِیْ تُمَاضِرٗ

کاش کہ خالد کو چوٹ لگانے سے پہلے اور زھیر کی جنگ کے دن سے پہلے میری ماں تماضر نے مجھے نہ جنا ہوتا[42*]۔"

مجمع بن ہلال خالد

مجمع بن ہلال عہدِ جاہلیت کا عمدہ شاعر تھا۔اس کی بہادری اور شجاعت ضرب المثل تھی۔اس نے ایک سو انیس سال کی عمر پائی تھی اور نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی فوت ہو گیا۔اس کا پیشہ دیگر کثیر عربوں کی طرح غارت گری تھا۔ایک بار جب اس نے زید بن مناۃ کے ہاں غارت ڈالی تو اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔تاہم واپسی پہ بنی مجاشع کا ایک قافلہ اس کے ہاتھ لگ گیا۔مجمع بن ہلال اور اس کے ساتھیوں نے قافلے کا تعاقب کیا اور جب وہ ایک چشمے پہ اترے تو انھوں نے اس پہ غارت ڈال دی۔ان کے کئی آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد لوٹ مار شروع کر دی۔ابو حاتم نے اس کے متعلق بیان کیا ہے کہ جب قافلہ لوٹنے کے بعد قیدی ہونے والے افراد کو باندھا جا رہا تھا تو مجمع کے لب پہ یہ اشعار تھے۔

اَنْ اَمْسِ مَا شَيْخًا كَبِيْراً فَطَالَمَا
عَمَرْتُ وَلٰكِنْ لَا اَرَى الْعُمْرَا يَنْفَعُ

اگر چہ میں اب معمر ہو چکا ہوں کہ میں ایک عرصے تک جیتا رہا ہوں مگر اس طولِ عمر میں بھی مجھے کوئی فائدہ تو نظر نہیں آیا۔"

مَضَتْ مِائَةٌ مِنْ مَوْلِدِيْ فَنَضَيْتُهَا
وَخَمْسٍ تِبَاعٌ بَعْدَ ذَاكَ وَاَرْبَعَ

کہ میری پیدائش سے لے کر اب تک سو سال گذر چکے ہیں پھر دس سال پھر پانچ سال پھر چار سال اور ان سب کو میں نے لباس کی طرح اتار پھینکا ہے۔"

وَخَیْلٍ کأَسْرَابِ القَطَا قَدْ وَزَعْتُھَا
لَھَا سَبَلٌ فِیْہِ ا لمَنِیَّۃُ تَلْمَعُ

بہت سے گھوڑے تھے جو تیتروں کے جھنڈ کی طرح تھے اور میں انھیں صفوں میں مرتب کیا کرتا تھا۔"

شَھِدتُ وَغُنمٍ قَد حَوَیْتُ وَلَذَّۃٍ
أَتَیْتُ وَمَا ذَا العَیْشُ اِلَّا التَمتُّعُ

میں ان سواروں کی جنگ میں موجود تھا اور میں نے بہت سے اموال غنیمت جمع کیے اور زندگی چندروزہ لذت کے سوا کیا ہے۔"

وعَا ثِرَۃٍ یَوْمَ ا لھُبَیْمٰی رَأَیْتُھَا
وَقَدْ ضَمَّھَا مِنْ دَاخِلِ الخِلْبِ مَجْزَعُ

اور ایک بد بخت عورت جسے میں نے ایک جنگ میں دیکھا تھا اس کے جگر میں گھبراہٹ نے گھر کر رکھا تھا۔"

لَھَا غَلَلٌ فا لصَّدْ رۃ لیس بِبَادِحٍ
شَجٰی نَشِبٌ و العَیْنُ بالماء تَدْمَعُ

میں نے دیکھا کہ اس کے سینے کے اندر شدت کی پیاس ہے جو دور نہیں ہوتی یا اس کے گلے میں کوئی پھنسی ہوئی ہڈی ہے جو اس کی آنکھوں سے آنسو بہے جا رہے تھے۔"

تَقُوْلُ وَقَدْ اَفْرَدتُهَا مِنْ حَلِیْلِهَا
تَعِسْتَ کَمَا اَتْعَسْتَنِی یا مُجَمِّعٌ

جب میں اسے اس کے خاوند سے جدا کر چکا تو وہ کہنے لگی اے مجمع جس طرح تو نے مجھے تباہ کیا ہے خدا تجھے بھی تباہ کرے۔"

فَقُلَتُ لَهَا بَلْ تَعْسَ اُخْتِ مُجَا شِعِ
وَقَوْمِكِ حَتّٰی خَدُّكِ الَیُوم اِضْرَعٌ

میں نے جواب دیا کہ اے بنی مجاشع کی عورت تو تباہ ہو نیز تیری قوم تباہ ہو حتیٰ کہ تمھارے رخساروں کی سرخی مٹی میں مل جائے اور تو ہمیشہ کے لیے ذلیل ہو جائے۔"

عَبَأْتُ لَهٗ رُمْحًا طَوِیْلا و اَلَّةً
کَأَنْ قَبَسٌ یُعَلٰی بِهَا حِیْنَ تُشْرَعٌ

میں نے اس کے خاوند کے لیے ایک لمبا نیزہ تیار کیا اور ایک چھوٹا نیزہ جسے جب حرکت دی جاتی تو یوں معلوم ہوتا کہ آگ کی چنگاری پھوٹ رہی ہو"۔

وکَأئِنْ تَرَکْتُ مِنْ کَرِیْمَةِ مَعْشَرٍ
عَلَیْهَا الخُمُوشُ ذَاتُ حُزْنٍ تَفَجَّعٌ

اور میں نے کئی ایک شریف بیویوں کو ایسی حالت میں چھوڑا کہ ان کو خراشیں آ چکی تھیں اور وہ غمزدہ بھی تھیں اور دردمند بھی[43*]۔"

عمرو بن کلثوم

عمرو بن کلثوم کا نسب تغلب بن وائل تک جاتا ہے اور اس کی کنیت ابوالاسود ہے۔ابو عبیدہ نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مشہور معلقہ گوشاعر تھا اور عہدِ جاہلیت میں اس کا شمار بہادر اور جری شہ سواروں میں کیا جاتا تھا۔اس نے بادشاہ عمرو بن ہند کو قتل کیا تھا اس کے بھائی مہرہ نے المنذر بن نعمان کو قتل کیا تھا۔عمرو بن کلثوم کی ماں کے متعلق بیان کیا گیا کہ اس کا نام اسماء بنت مہلہل بن ربیعہ تھا۔جب مہلہل نے ہند بنت عتبہ سے شادی کی تو اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ مہلہل نے اپنی بیوی سے کہا اسے قتل کر دو۔اتنا کہہ کر وہ سو گیا تو اس نے عالم رویا میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا اس سے کہہ رہا ہے کہ مہلہل کی بیٹی کے پیٹ میں تو کئی ایسے نوجوان ہیں جن سے لوگوں کی امیدیں وابستہ ہیں جو اچھے اخلاق والے اور اپنی قوم کے سردار ہوں گے۔تب اس کی آنکھ کھل گئی تو اس نے چیخ کر اپنی بیوی کو پکارا اور اس سے پوچھا کہ اس کی بیٹی کہاں ہے تو اس نے جواب دیا کہ اسے تو میں نے مار دیا ہے۔تب ربیعہ نے کہا ربیعہ کے خدا کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا اور عربوں میں یہ پہلا شخص تھا جس نے اس طرح کی قسم کھائی تھی۔تب مہلہل بن ربیعہ بہت رویا اور اپنی بیوی کو اس خواب سے آگاہ کیا تو اُس نے اِسے تسلی دی کہ وہ فکر نہ کرے اس کی بیٹی محفوظ ہے۔پھر ربیعہ نے اس لڑکی کی پرورش خوب دل لگا کے کی اور اس کا نام لیلی رکھا ۔لیلی کی شادی کلثوم بن مالک سے ہوئی جس کے بطن سے عمرو بن کلثوم پیدا ہوا۔بیان کیا گیا کہ عمرو بن کلثوم جب اپنی ماں کے پیٹ میں تھا تو لیلی کے خواب میں آ کر کسی کہنے والے نے کہا۔کہ اے لیلی تمھارا بچہ کیا ہی اچھا بچہ ہے وہ شیر کی طرح آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا ہوگا اور جب عمرو پیدا ہوا تو اسی کہنے والے نے یہ اشعار لیلی کے کانوں میں ڈالے کہ:

اِنَا زَعِیمٌ لَکَ اُمَّ عمرو
بِمَاجِدِ الجَدِّ کریم النَّجْرِ

اے ام عمرو! میں ایک بزرگ بخت والے شریف نسل والے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔“

أَشْجَعَ مِنْ ذِیْ لِبَدٍ هِزَبْر
وَقَنَّاص اَقْرَانِ شَدِیْدِ الْاَسْر

جو اس شیر سے بھی زیادہ بہادر ہے جس کی گردن پر بال ہوتے ہیں یہ مدمقابل کی گردن مروڑنے والا ہے اور اس کے جسم کی ساخت بڑی مضبوط ہے۔"

❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂

یَسُوْدُهُمْ فِیْ خَمْسَةٍ وعَشر

اور وہ پندرہ سال کی عمر میں اپنے قبیلے کا سردار بنے گا اور نامور ی اس کا مقدر ہو گی۔"

❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂ ❂

مہلہل بن ربیعہ

مہلہل تو دراصل اس کا خطاب تھا جو اُس کو اِس کی عمدہ شاعری کی وجہ سے اہل عرب نے اسے عطا کر رکھا تھا۔اس کا نام تو امراؤالقیس بن ربیعہ بن الحرث تھا۔جیسا کہ پہلے بیان گزر چکا ہے کہ مہلہل عربوں کا پہلا شاعر تھا جس نے ان کو قصیدہ سے روشناس کرایا۔چنانچہ عربوں کا مشہور شاعر فرزدق اس کے بارے میں کہتا ہے کہ!

و مُهَلْهِلِ الشُّعَرَ اءِ ذَاكَ الأ وَّلُ

اور شعرائے عرب کا پہلا شخص یہی مہلہل ہی تھا۔"

ضَرَبِتْ صَدْرَ هَا اِلَیَّ وَ قَا لَتْ
یَا عَدِیّ لَقَدْ وَقَتْكَ الأ وَا قِی

اس نے تعجب سے میری طرف دیکھا کر سینے پہ ہاتھ مارا اور کہا اے عدی تجھے بچانے والی تقدیر نے بچا لیا۔"

هَلْهَلْتُ أُ ثَا رُ مَا لِكًا أَوْ صِنْبَلاَ

قریب تھا کہ میں صنبل اور مالک کے قتل کا بدلہ کے لوں۔"

عربوں کا خیال ہے کہ مہلہل مبالغہ آمیزی سے کام لیا کرتا تھا اور اپنی گفتار میں حقیقی فعل سے زیادہ کا مدعی بنا کرتا تھا۔بنو ربیعہ میں بہت سے مشہور شاعر تھے جن میں سعد بن مالک، مرقش اور مہلہل شامل ہیں اور وہ مہلہل کا بھائی کلیب تھا جس

کے قتل کیے جانے کی وجہ سے عربوں کی ایک بڑی جنگ بسوس بپا ہوئی۔ چنانچہ ابوالمنذر ھشام بن محمد ابن السائب کہتا ہے کہ عرب کے سرداروں میں سے تین آدمیوں کے سوا کسی ایک شخص کی سرداری پہ تمام معد کا کبھی اجتماع نہ ہوا تھا اور یہ تین شخص عامر، ربیعہ اور کلیب ہیں۔ اور کلیب بہت ظالم سردار تھا۔ پھر ایک دفعہ جب اس کے اونٹوں کا گزر ایک اور عرب سردار کے اونٹوں کے پاس سے ہوا تو اس نے اپنی اونٹنی کو کلیب کے اونٹوں میں شامل کرنے کے لیے اس کی رسی کھول دی اور یہ اونٹنی عربوں کی ایک عورت بسوس کے صحن میں کھڑی تھی۔ کلیب نے جب اسے دیکھا تو اسے اجنبی سمجھ کر اس اونٹنی کے پستانوں پہ تیر مارا تو وہ اونٹنی وہاں سے بھاگی اور اپنے گھر کی راہ لی۔ جب وہ بسوس کے صحن میں داخل ہوئی تو اس کے پستانوں سے دودھ اور خون جاری تھا جس کو دیکھ کر بسوس آگ بگولا ہو کر باہر کو بھاگی اور کلیب کو مخاطب کر کے یہ اشعار کہے

لَعَمْرِیَ لَو اَ صْبَحْتُ فِی دَارِ مُنْقِذٍ
لَعَاضِيْمَ سَعْدٌ وَهُوَ جَارٌ لِأَبْيَاتِیْ

اپنی جان کی قسم اگر میں منقذ کے گھر میں ہوتی اور سعد میرا پڑوسی ہوتا تو کوئی شخص اس پہ ظلم نہ کر سکتا تھا۔"

وَ لٰكِنَّنِیْ اَ صْبَحْتُ فِی دَارِ غُرْبَةٍ
مَتٰی يَعْدُ فِيْهَا الذئبُ يَعْدُ عَلَی شَا تِیْ

لیکن میں اجنبی لوگوں میں سے ہوں جہاں جب بھی کوئی بھیڑیا حملہ کرتا تو میری ہی بھیڑ بکریوں پہ کرتا ہے۔"

فَيَا سَعْدُ لَا تَغْرُرْ بِنَفْسِكَ وَارْتَحِلْ
فَاِنَّكَ فِیْ قَوْمٍ عَنِ الجَارِ اَمْوَا تِ

اے سعد دھوکہ نہ کھا اور یہاں سے کوچ کر جا کیونکہ تو ایسے قبیلے میں سے ہے جس کے افراد اپنے پڑوسی کے لیے مردے کی مانند ہیں۔"

بسوس نے اپنی خالہ کے یہ اشعار سنے تو اس نے اپنی خالہ سے کہا تم غم نہ کرو کل صبح میں تمھاری اونٹنی کے بدلے بنو ربیعہ کے ایسے اونٹ کو ہلاک کروں گا کہ جس کا درد مدتوں ان کا احاطہ کیے رکھے گا۔ جساس کے یہ الفاظ کلیب تک پہنچے تو اس نے خیال کیا کہ وہ اس کے اونٹ علیان کو قتل کرنا چاہتا ہے مگر یہ اس کی بھول تھی۔ جساس دراصل خود کلیب کو قتل کرنا چاہتا تھا تا کہ لوگوں کو اس کے ظلم وستم سے نجات دلا سکے۔ چنانچہ اگلی صبح جساس اور اس کا ایک ساتھی عمرو بن الحرث ہتھیار بند ہو کر نکلے حتیٰ کہ وہ دونوں کلیب کے پاس اس کی چراگاہ میں جا اترے۔ جساس نے کوئی بات کیے بغیر اپنے نیزے سے کلیب پر وار کیا جو اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑتا ہوا دوسری طرف پیٹ سے باہر نکل گیا۔ اس نے کلیب کو قتل کرنے کے بعد اپنے اہل قبیلہ کو اکٹھا کیا جو اس کے آنے سے قبل ہی اپنے خیمے اکھاڑ چکے تھے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو جمع کر چکے تھے۔ چنانچہ انھوں نے کوچ کیا اور ایک کنویں نہی پہ جا اترے۔ دوسری طرف مہلہل کو جب کلیب کے قتل کی اطلاع ملی تو اس نے قوم کے سرکردہ لوگوں کو اکٹھا کیا اور بنو بکر کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ کیا۔ انھوں نے عہد کیا کہ جب تک وہ کلیب کے خون کا بدلہ نہیں لے لیتے اپنی عورتوں اور شراب سے دور رہیں گے۔ بنو ربیعہ بنو بکر سے بہت طاقتور تھے اور اس حقیقت کا ادراک بنو بکر کو بھی حاصل تھا۔ اس لیے انھوں نے اپنے ایک باعزت آدمی مرہ بن زہل بن شیبان کو بنو ربیعہ کی طرف معذرت کے لیے بھیجا۔ چنانچہ جب وہ بنو ربیعہ کے ہاں پہنچا تو انھوں نے اسے کہا کہ تمھارے آدمی نے ایک اونٹنی کو زخمی کرنے کے بدلے کلیب جیسے شخص کو قتل کر کے بہت زیادتی کی ہے پھر بھی ہم تمہیں ایک موقع دیتے ہیں تا کہ تمھاری مصیبت دور ہو سکے۔ تم ہماری ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط پوری کر دو اور انھوں نے بنو بکر کو یہ چار باتیں پیش کیں۔

۱۔ کلیب کو زندہ کر دو۔
۲۔ اس کے قاتل جساس کو ہمارے حوالے کر دو۔
۳۔ یا جساس کے بدلے ہمام کو ہمارے حوالے کر دو کہ وہ اس کا ہم سر ہے۔
۴۔ یا تم خود کو کلیب کے بدلے قتل کے لیے پیش کر دو۔

مرہ بن شیبان نے اطمینان سے بنو ربیعہ کی شرائط سنیں پھر اس کا یوں جواب دیا۔ کہ کلیب کو اب زندہ کرنا ممکن نہیں اور اس امر سے تم خود بھی آگاہ ہو۔ رہا جساس تو وہ ایک نوخیز اور بیوقوف لڑکا ہے جو بھڑک گیا اور کلیب کو نیزہ مار کے بھاگ گیا اور ہم نہیں جانتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ رہا ہمام تو اس کے دس بیٹے ہیں دس بھائی ہیں اور دس بھتیجے ہیں جو سب کے سب شہ سوار ہیں اور وہ اس کا ساتھ کبھی نہ چھوڑیں گے۔ رہا میں تو میدان جنگ میں جب گھوڑے دوڑیں گے تو شاید سب سے پہلے میں ہی مارا جاؤں مگر اس وقت مجھے مرنے کی کوئی جلدی نہیں۔ مگر پھر بھی میں تم پہ دو باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ میرے دس بیٹے ہیں کلیب کے بدلے تم جس کو چاہے ذبح کر لو اور دوسری صورت یہ ہے کہ میں کلیب کی دیت کسی بادشاہ کی

دیت کے برابرادا کرنے کے لیے تیار ہوں اور ایک ہزاران اونٹنیوں کا ذمہ لیتا ہوں جن کے تھنوں سے دودھ بہہ رہا ہو۔ بنو ربیعہ نے کہا اے مرہ تم نے ہمیں براجواب دیا ہے اس لیے کہ ہمیں کلیب کے خون کے بدلے خون چاہیے نہ کہ دودھ (یعنی اونٹنیاں)۔اس کے بعد دونوں قبائل میں جنگ چھڑ گئی اور یہ عربوں کی ایک ہولناک جنگ تھی جس میں بہت سے عرب قبائل شریک تھے۔اس جنگ میں بنوتغلب یعنی ربیعہ کی طرف سے مہلہل سردار تھا تو بنوشیبان یعنی بنوبکر کی طرف سے الحرث بن مرۃ سردار تھا۔اس جنگ میں بنو ربیعہ کو فتح حاصل ہوئی۔مگر یہ جنگ اختتام کو نہ پہنچی بلکہ یہ قبائل کئی بار دوبدو ہوئے مگر ہر بار بنو ربیعہ کو فتح اور بنوبکر کو شکست ہوئی۔بنو ربیعہ کی ان فتوحات پہ مہلہل نے ایک طویل قصیدہ لکھا تھا جس کے صرف چند اشعار پیش کیے جارہے ہیں۔

أَلَيْلَتَنَا بِذِیْ حسمِ اَنِيْرِیْ

اِذَا اَنْتِ انْقَضَيْتِ فَلَا تَحُوْرِیْ

اے رات تو ذی حسم کے مقام پر روشن ہو جا جب تو ختم ہو جائے تو پھر کبھی نہ لوٹنا۔"

اَكْثَرْتُ قَتْلَ بَنِیْ بكرْ بِهَمِّهِمْ

حَتّٰی بَكَيْتُ وَمَا بَسِکی لَهُمْ اَحَدٌ

میں نے اپنے بادشاہ کے بدلے میں بنی بکر کے بہت سے لوگ قتل کر دیئے یہاں تک کہ میں رو پڑا مگر ان پر تو رونے والا بھی کوئی نہ تھا۔"

اَلَيْتُ بَا للّٰهِ لا اَرْضٰی بِقَتْلِهِمْ

حَتّٰی اُبَهْرِجَ بكراً اَيْنَمَا وُجِدُوْا

اور میں نے اللہ کی قسم کھائی ہے کہ میں اس وقت تک ان کو قتل کرنے سے خوش نہ ہوں گا جب تک کہ میں اس بات کی عام اجازت نہ دوں کہ اب جہاں کہیں بنی بکر کا آدمی پایا جائے اسے قتل کر دیا جائے۔"

یاالبکرُ اَنشِرُوالِی کُلَیبْاً

اے قوم بکر میرے لیے میرے بھائی کلیب کو زندہ کردو۔"

پھر بہت سا وقت گزر گیا حتیٰ کہ مہلہل بوڑھا ہو گیا وہ سٹھیا گیا تھا اور اس کے دو غلام جو اس کی خدمت کیا کرتے تھے اس سے اکتا چکے تھے۔اس لیے ایک بار جب وہ ان دونوں کو لے کر سفر پہ روانہ ہوا تو انھوں نے اسے بیچ صحرا مرنے کے لیے چھوڑ دیا مہلہل کئی دن صحرا کی اذیت میں راستہ کھوجتا رہا مگر آخر وہ پیاس کی شدت سے مر گیا تاہم مرنے سے پہلے اس نے اپنے اونٹ کی پالان پہ یہ اشعار لکھے اور کیوں نہ لکھتا کہ آخر وہ عربوں کا سردار شاعر تھا۔

مَن مُبلِغ الحَیَّیْنِ اَن مُهَلهِلاً

لِلّٰہِ دَرُّ کُمَا و دَرّ ا بِکُمَا

دونوں قبیلوں کو کون یہ خبر پہنچائے گا مہلہل تمھارا کیا کہنا اور تمھارے باپ کا بھی کیا کہنا۔"

مَن مُبلِغ ا لحییَّنِ اَنّ مُهَلهِلا

اَمْسٰی قُتَیْلا فِی الفَلَاۃِ مُجَدَّلَا

دونوں قبیلوں کو کون یہ خبر پہنچائے گا کہ مہلہل بیابان میں مقتول ہو کر گرا پڑا ہے۔"

لِلّٰہِ دَرٌ کُمَا و دَرٌ اَبِیْکُمَا

لَا یَبْرَح العَبْدَانِ حَتّٰی یَقْتَلَا

تمھارے اور تمھارے باپ کے کیا کہنے۔۔اور دونوں غلام قتل ہوئے بغیر نہ جانے پائیں۔"

عرب سخی اور اُن کی سخاوت

عرب سخیوں کا تعارف اور بہت سے اشعار جو اس ضمن میں کہے گئے۔

عربوں کی خصوصیات بے پناہ اور اُن کا تذکرہ بسیط ہے جن کو اِن اُوراق میں بیان کیا جا رہا ہے۔ ان کی ساری خصوصیات ایک طرف اور ان کی سخاوت ایک طرف۔ یعنی ان کی سخاوت ان کی تمام خوبیوں پہ حاوی تھی۔ عرب مال و دولت کی ہوس سے خود کو دور رکھتے تھے اور بطور احسان اپنا مال لوگوں میں بانٹتے رہتے تھے۔ اور یہ ایسا معاملہ ہے جو محتاج بیان نہیں۔ اس ضمن میں کسی دلیل کی ضرورت بھی نہیں اس لیے کہ دوست اور دشمن سب اس بات کے گواہ ہیں، قریب اور بعید کے آثار اس کے معترف ہیں کہ جب اُن کے ہاں کوئی مہمان اتر آتا تو جیسے اُن کی عید ہو جاتی اور وہ گویا اسے اپنا حاکم بنا لیتے اور اس کی خاطر اپنی کسی بھی قیمتی چیز کو کوئی وقعت نہ دیتے اور یہ ان کے اشعار ہیں جو اِن کی فطرت کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ وہ لوگ جن امور کے عادی تھے اور جن امور کی طرف اُن کا میلان تھا اِن امور پر یہ اشعار خوب روشنی ڈال رہے ہیں۔ ہمارے لیے اِن کا مکمل بیان تو یہاں ممکن نہیں کہ کوئی بحرِ محیط کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے کہ ایسا کرنے سے تو فہموں کی رسائی تنگ ہو کر رہ گئی ہے مگر محال چیز کی وجہ سے ممکن الحصول چیز کو ترک تو نہیں کیا جا سکتا لہٰذا اس موجزن سمندر کے موتیوں کی چند

لڑیوں سے اس کتاب کی بے زیور گردن کو آراستہ کیے بغیر بھی چارہ نہیں!

و مُسْتَنبِح بَاتَ الصَدَی یَسْتَتِیھُہٗ
اِلَی کُلِّ صَوْتِ فَھُوَ فِیْ الرَّحل جَانحٗ

ایک مسافر شب کو گونج کی آواز نے رات بھر ایسا پریشان کیے رکھا کہ وہ ہر آواز کی طرف لپکتا اور بالآخر میرے ہی ڈیرے کی طرف مائل ہوا۔

فَقُلتُ لأَ ھِلی ما بُغَام مَطِیّةِ
وَسَا رِ أ َ ضَا فَتہُ الکِلاَب ُالنَّوابَحٗ

اس پر میں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ یہ اونٹنی کی اور رات کو چلنے والے کی آواز کیسی ہے جیسے بھونکنے والے کتے ضیافت کی طرف بلا رہے ہوں۔

فَقَالوا غَرِیْبٌ طَارِقٌ طَوَّحَتْ بِہٖ
مُتُون الَفَیاضِیٗ والخُطُوبُ الَّطَوارحٗ

انھوں نے جواب دیا کہ یہ ایک پردیسی مسافر شب ہے جسے بیابانوں کی وسعتیں اور دھکیلنے والی مصیبتوں نے گردش میں ڈال رکھا ہے۔

فَقُمتُ وَ لَمْ اَجْثِمْ مکَانِیْ وَلَم تَقُمْ
مَعَ الَنَّفس عِلاَّتُ البخیل الفواضح ٗ

یہ سن کر میں اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنی جگہ سے چمٹا نہیں رہا اور میرے ساتھ بخیل آدمی کو رسوا کرنے والے اسباب نہیں اٹھے۔

و نَا دَیْتُ شِبْلاً فَاسْتَجَابَ و رُبَّمَا
ضَمِنَّا قِرَی عَشْرٍ لَمَنْ لَا نُصَافِحُ

میں نے شیر کے بچے یعنی اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ آ گیا اور ایسا کئی بار ہوا کہ ہم نے ایسے اجنبیوں کی دس دس راتوں تک مہمان نوازی کرنے کا ذمہ لے لیا جن سے ہم نے کبھی مصافحہ بھی نہ کیا ہوتا۔

فَقَامَ اَبُو ضَیْفٍ کَرِیمٌ کَاَنَّہُ
و قَدْ جَدَّ مِنْ فَرْطِ الفُکَاھَۃِ مَازِحُ

لہٰذا سخی میزبان یعنی میں خود اٹھا اور اس نے مہمان سے اس قدر فراخ دلانہ باتیں کیں کہ محسوس ہونے لگا گویا وہ ہنسی مذاق کر رہا ہے حالانکہ وہ تو سنجیدگی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔

اِلَی جِذْمِ مَالٍ قَدْ نَھَکْنَا سَوَامَہُ
وَاَعْرَاضُنَا فِیْہِ بَوَاقٍ صَحَائِحُ

وہ اٹھ کر اصیل اونٹوں کی طرف آیا جن میں سے ہم نے چرنے والے اونٹوں کو ضیافتوں میں فنا کر دیا تھا اور اس ضمن میں ہماری عزتیں صحیح و سلامت رہی تھیں کہ ہمیں کسی نے کبھی بخل کا الزام لگا کر رسوا نہ کیا۔

جَعَلْنَا دُوْنَ الذَّمِّ حَتّٰی کَاَنَّہُ
اِذَا عُدَّ مَالُ الْمُکْثِرِیْنَ الْمَنَائِحُ

ہم نے اِن اونٹوں کو اپنی نیک نامی کے لیے ڈھال بنا لیا ہے یہ اونٹ باثروت بخیلوں کے یہاں بے شک مال میں شمار ہوتے رہیں مگر اپنے یہاں ان کی حیثیت منیحہ کی سی ہے۔

لَنَا حَمْدُ اَرْبَابِ المِئِيْنَ وَلَا يُرَی
اِلَی بَیْتِنَا مَالٌ مَعَ اللَّیْلِ رَائحُ

ہماری اتنی تعریف کی جاتی ہے جتنی کہ سینکڑوں اونٹوں کے مالک کی جاتی ہے حالانکہ ہمارا کوئی مال شام ہوتے واپس آتا دکھائی نہیں دیتا یعنی ہم اس قدر سخی ہیں کہ اپنا مال چراگاہ میں بھیجتے ہی نہیں۔

مرہ بن محکان التیمی السعدی کہتا ہے کہ:

یَا رَبَّةَ الْبَیْتِ قُومِی غَیْرَ صَاغِرَةٍ
ضُمِّی اِلَیْكِ رِحَالَ الْقَومِ والْقُربَا

اے گھروالی: ذلیل ہوئے بغیر اٹھ کھڑی ہو اور ان لوگوں کے پالانوں اور اسلحہ کو اکٹھا کر کے رکھ دے۔

فِیْ لَیْلَةٍ مَنْ جُمَادٰی ذَاتِ اَنْدِیَةٍ
لَا یُبْصِرُ الْکَلْبُ مِنْ ظَلْمَاءِ ھا الطُّنُبَا

موسم سرما کی ایسی رات میں جس میں تھوڑی تھوڑی بارش ہو رہی ہو اور ایسی تاریکی ہو کہ کتا طنابیں بھی نہ دیکھ سکتا ہو۔

لَا یَنْبَحُ الْکَلْبُ فِیْهَا غَیْرَ واحِدَةٍ
حَتّٰی یَلُفَّ عَلَی خَیْشُومِہٖ الذَّنَبَا

یہ رات اس قدر سرد ہے کہ کتا صرف ایک بار بھونک کر اپنی دُم اپنی ناک پہ لپیٹ لیتا ہے۔

مَاذَا تَرَيْنَ اَنُدْ نِيْهِم لِاَ رَحُلِنَا
فِي جَانب البَيْتِ اَمْ نَبْنِي لَهُم قُبَبَا

تمھارا کیا خیال ہے کیا ہم انھیں اپنے گھر کے پہلو میں اپنے ڈیرے کے قریب لے آئیں یا اِن کے لیے الگ خیمے لگادیں۔

لِمُرْ مِلِ الزادِ مَعْنِيّ بِحَا جَتِهِ
مَن كَانَ يَكْرهُ ذَمَا اَوْ يِقي حَسَبَا

ہم یہ خیمے ان لوگوں کے لیے گاڑیں جن کا زادِراہ ختم ہو چکا ہو اور وہ اپنی حاجت لے کر کسی ایسے شخص کے پاس آئے ہوں جو مذمت کو ناپسند کرتا ہو اور اپنی عزت کو بچاتا ہو۔

وقُمْتُ مُسْتَبْطِنًا سَيْفِي فَاَعْرَضَ لِي
مِثْلُ المَجَادِلِ كُوْمٌ بَرّكَتْ عُصَبَا

اور میں اپنی تلوار کو چھپائے ہوئے اٹھا تو مجھے اپنے سامنے محل کی طرح بلند اونچی بڑے بڑے کوہانوں والی اور گروہ گروہ ہو کر بیٹھی ہوئی اونٹنیاں دکھائی دیں۔

فَصَادَفَ السَّيْفُ مِنهَا سَاقِي مُتْلِيَةٍ
جَلْسٍ فَصَادَفَ مِنهُ سَاقَهَا عَطَبَا

میری تلوار ایک بچے والی اونٹنی کی پنڈلی کو لگی جو بڑے ہی مضبوط جسم والی تھی اور اس سے اس کی پنڈلی کٹ گئی۔

زَيَّافَةٍ بِنْتِ زَيَّافٍ مُذَكَّرَةٍ
لَمَّا نَعَوْهَا لَرَاعِي سَرْحِنَا انْتَحَبَا

یہ اکڑ کر چلنے والی اور اکڑ کر چلنے والے اونٹ کی بیٹی ہے اور قامت میں نر اونٹ کے مشابہ ہے جب اس کے ذبح کیے جانے کی خبر ہمارے جانوروں کے چرانے والے کو ملی تو وہ زار و قطار رونے لگا۔

أَمْطَيْتُ جَازِرَنَا أَعْلَى سَنَاسِنِهَا
فَصَارَ جَازِرُنَا مِنْ فَوْقِهَا قَتَبَا

میں نے قصاب کو اس کی کوہان کے اوپر کے حصے پہ سوار کر دیا اور اوپر چڑھنے کے بعد وہ کوہان پر یوں معلوم ہونے لگا جیسے پالان ڈال دیا گیا ہو۔

يُنَشْنِشُ اللَّحْمَ عَنْهَا وَهْيَ بَارِكَةٌ
كَمَا تُنَشْنِشُ كَفَّا قَاتِلٍ سَلَبَا

اور وہ اس کے گوشت کو جب کہ یہ بیٹھی ہوئی تھی اس طرح جلدی جلدی اتار رہا تھا جس طرح قاتل کے دونوں ہاتھ مقتول کے مال کو لوٹنے میں پھرتی دکھا رہے ہوں۔

وقُلْتُ لَمَّا غَدَوْا أُوصِي قَعِيدَتَنَا
غَدِّي بَنِيكِ فَلَنْ تَلْقِيهِمِ حِقَبَا

جب صبح ہوئی تو میں نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ ان اپنے بیٹوں یعنی مہمانوں کو صبح کا کھانا دو کیونکہ تُو کئی سالوں تک انھیں پھر نہ دیکھ سکے۔

اُدْعٰی اَ بَا ھُم ُ وَلَم ُ اُقرِف بِاُمّھِم
وَقَد ُعَمِرْت ُوَلَمْ اَعْرَف ُلھم نَسَبَا

مجھے ان کا باپ کہا جاتا ہے حالانکہ مجھے ان کی والدہ کے ساتھ مہتم نہیں کیا گیا اور باوجود اس قدر عمر گذار دینے کے مجھے ان کے نسب تک کا پتہ نہیں۔

اَنَا ابنُ مَحْکَانٍ اَخْوَا لِی بَنُو مَطَرٍ
اَنْمِی اِلَیْھِمْ وَکَانُوا مَعْشَراً نُجُبَا

میں محکان کا بیٹا ہوں اور بنو مطر میرے ماموں ہیں اور میں انھی کی طرف منسوب ہوتا ہوں اور وہ اصیل لوگ تھے۔

و مُسْتَنْبِحٍ قَالَ الصَدَی مِثلَ قَولِہٖ
حَضَاْتُ لَہ ُ نَاراً لَہ ُ حَطَب ُجَزِلُ

کئی ایک رات کے وقت کتوں کی طرح بھونک کر کتوں کو بھونکانے والے مسافر تھے جن کی آواز کی گونج انھی کے قول کی طرح تھی اور میں نے ان کے لیے آگ روشن کر رکھی تھی کہ وہ اسے دیکھ کر ادھر آ سکیں۔

فَقُمْت ُ اِلَیْہِ مُسْرِعًا فَغَنِمْتُہ ُ
مَخَافَۃَ قَوْمِی اَن یَفُوْزُوْا بِہٖ قَبلُ

جب وہ آ گیا تو میں جلدی سے اٹھ کر اس کی طرف آ گیا اور اسے اپنے ہمراہ لے آیا کہ مبادا میری قوم مجھ سے پہلے اسے اچک لینے میں کامیاب نہ ہو جائے۔

فَا َ وْ سَعَنِي ْ حَمْداً وَ ا َ وْ سَعْتُهُ ٗ قِرِی ً
وَاَرْ خِص ْ بِحَمْدٍ كَانَ كا سِبُهُ ٗ الاَ كْل

اس نے میری بڑی تعریف کی میں نے بھی دل کھول کر اسکی ضیافت کی اور وہ تعریف جو صرف ایک کھانا کھلانے سے حاصل ہو جائے وہ کس قدر سستی ہے۔

تَرَكْتُ ضَائِنِيْ تَوَدٌّ الذِّئبَ را عِيَهَا
و اَ نَّهَا لَا تَرانِيْ آخِرَ الاَ بَدِ

میں نے اپنی بھیڑوں کی یہ حالت کر دی ہے کہ اب وہ چاہتی ہیں کہ اے کاش کوئی بھیڑیا ان کا چرواہا ہوتا اور اے کاش وہ مجھے تا ابد کبھی نہ دیکھ سکیں۔

اَلذِّئب ُيَطرُ قُهَا فِی الدَّهرِ وَ احِدَةً
وَكُلَّ يَوْمٍ تَرَانِی ْ مُدْيَةً بِيَدِی ْ

اس لیے کہ بھیڑیا تو پھر بھی زندگی میں کبھی کبھی حملہ کرتا ہے مگر مجھے یہ میرے مہمانوں کی وجہ سے روز دیکھتی ہیں کہ میرے ہاتھ میں چھری ہے اور میں ان کی طرف رواں ہوں۔

وَمَا اَنَا بِا لسَّا عِی اَمِّ عَاصِمٍ
لِاَ ضْرِبَهَا اِنّی ْ اِذاً لَجَهُوْلُ

اور میں دوڑ کر اُم عاصم کو مارنے کے لیے جانے والا نہیں ہوں کہ اگر میں ایسا کروں تو میں جاہل ہوں۔

لَكِ الْبَيْتُ اِلاّ فَيْنَةً تُحْسِنِيْنَهَا
اِذَا حَانَ مَنْ ضَيْفٍ عَلَىّ نُزُوْلُ

اے اُم عاصم! گھر تیرا ہی ہے ماسوا اس لمحے کے جو تو اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرے مہمان کے نازل ہونے پر، یعنی جب مہمان اتر آئے تو اس کی اچھی طرح خدمت کیا کرو کہ مہمان کی آمد کا لمحہ اس کے لیے وقف ہے۔

اور بنی اسد کا ایک شاعر کہتا ہے کہ

وَسَوْدَاءَ لَا تُكْسَى الرِّقَاعَ نَبِيْلَةٍ
لَهَا عِنْدَ فَرَّاتِ الْعَشِيَّاتِ اَزْمَلُ

ایک سیاہ رنگ کی بہت بڑی ہنڈیا ہے جسے چیتھڑوں سے ڈھانپا نہیں جا سکتا اور جو ٹھنڈی راتوں میں بڑے زور سے جوش مارتی ہے۔

اِذَا مَا قَرَيْنَا هَا قِرَاهَا تَضَمَّنَتْ
قِرَى مَنْ عَرَانَا او تَزِيْدُ فَتُفْضِلُ

جب ہم اس میں گوشت ڈال دیتے ہیں تو یہ اِن لوگوں کی ضیافت کی ضامن ہو جاتی ہے جو ہمارے پاس آتے ہیں اور اگر کچھ بچ جائے تو اوروں پر بھی مہربانی کرتی ہے۔

اور عربوں کا ایک اور شاعر عروہ بن ورد کہتا ہے کہ!

سَلِیْ الطَّارِقَ الْمُعْتَرِیَا اُمَّ مَالِكٍ
اِذَا مَا اَتَانِیْ بَیْنَ قِدْرِیْ و مَجْزَرِیْ

اے مالک! رات کے آنے والے محتاج سائل سے دریافت کر جب وہ میری ہنڈیا اور میرے مذبح خانہ کے درمیان میرے پاس آتا ہے

أيُسفِرُ وَجهِی أَنَّہٗ اَوَّلُ القِریٰ
وَ ابذُلُ مَعرُو فِی لَہُ دُوْنَ مُنکِرِیْ

کیا اسے دیکھ کر میرا چہرہ روشن ہو جاتا ہے یا نہیں اور کیا میں اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہوں یا برے طریقے سے پیش آتا ہوں۔

ایک اور شاعر کہتا ھے کہ

وَاِنَّا لَمَشَّاؤ وْن بَیْنِ رحَالِنَا
اِلَی الضَّیْفِ مِنَّا لَاحِفٌ وَمُنِیْمِ

ہم اپنے گھروں میں اپنے مہمانوں کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں ہم میں سے کچھ تو انھیں لحاف اوڑھنے کو دیتے ہیں اور کچھ باتیں کرتے کرتے اسے سُلا دیتے ہیں۔

فَذُو الحِلمِ مِنَّا جَاھِلٌ دُوْنَ ضَیْفِہٖ
وَ ذُو الْجَھِلِ مِنَّا عَنَ أ ذاالا حَلِیْمِ

ہمارا حلیم الطبع آدمی مہمان کی حفاظت میں اجڈ ہو جاتا ہے اور ہمارے اجڈ لوگ مہمان کو تکلیف نہ دینے کی وجہ سے حلیم معلوم پڑتے ہیں۔

اور ابن ھرمہ کہتا ھے کہ !

اَغْشَی الطَرِیَقَ بِقُبَّتِیْ ورِ وَ اِقھَا
وَ أَحُلُّ فِیْ نَشَزِ الُّر بَا فأُقِیْمِ

میں راستوں کو اپنے خیمے اور شامیانے کے ساتھ ڈھانپ دیتا ہوں اور ایک بلند مقام پر ڈیرہ ڈال کے مقیم ہو جاتا ہوں۔

اِنّ امرأً جعلَ الطَّرِیْقَ لِبَیْتِہٖ
طُنُبًا و اَنکر حَقَّہٗ لَلئِیمٗ

وہ شخص جوراستے بھر میں اپنے خیمے کے لیے طنابیں گاڑ دے اور پھر اس کا حق ادا نہ کرے تو وہ یقیناً کمینہ ہے۔

وَ مُسْتَنْبِحٍ تَسْتَکْشِطُ الرِّیحُ ثَوبَہٗ
لِیَسْقُطَ عَنْہُ وَھُوَ بِالثَّوبِ مُعْصِمٗ

رات کو آنے والوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس کے کپڑوں کو کھول کر ہوا پھینک دینا چاہتی ہے اور وہ اپنے کپڑے سنبھالتا ہے۔

عَوَی فِیْ سَوَادِ اللَّیْلِ بَعْدَ اِعتِسَافِہٖ
لِیَنْبَحَ کَلْبٌ او لِیفْزَعُ نُوَّمٗ

وہ رات کی تاریکی میں راستے سے بھٹک جانے کے بعد بھونکا تا کہ اس کی آواز سن کر کتا بھونکے یا سوئے ہوئے لوگ ہی بیدار ہو جائیں۔

فَجَاوِبَہٗ مُسْتَسْمِعُ الصَّوتِ لِلْقِرَی
لَہٗ عِنْدَ اِتْیَانِ المُھِبِّیْنَ مَطْعَمٗ

ایک کتے نے جو اس کی آواز غور سے سن رہا تھا اسے جواب دے کر ضیافت کی طرف بلایا کیونکہ بیدار کرنے والوں کے آنے سے اسے بھی کچھ خوراک مل جاتی ہے۔

یَکَادُ اِذَا مَا اَبْصَرَ الضَّیْفَ مُقْبِلاً
یُکَلِّمُہ، مِنْ حُبِّہٖ وَھُوَ اَعْجَمُ

جب یہ مہمان کو آتے دیکھتا ہے تو مہمان کی محبت کے باعث اس سے بات کرتا ہوا سا محسوس ہوتا ہے حالانکہ یہ ایک بے زبان جانور ہے۔

سالم بن قحفان کی فیاضی

عربوں کی سخاوت کے واقعات کے بیان میں سب سے پہلے سالم تحفان کی فیاضی کا حال دیکھیے کہ عرب کس طرح اپنے مال کو ہیچ رکھتے تھے۔ وہ اپنے رشتے داروں کا حق خوب جانتے تھے اوران کو اپنے مال میں شریک کرتے تھے۔ وہ ہمسایوں اور ہم قبیلہ افراد کی تکریم کرتے اور اپنے مال ان پہ لٹاتے رہتے حتیٰ کہ کوئی اجنبی بھی ان کے آگے دستِ سوال دراز کر دیتا تو ان کے ہاں نہ کی کوئی صورت نہیں تھی۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ عرب ایک آگ جلایا کرتے جس کو وہ نارِ الضیافت کہا کرتے۔ اس آگ کو قدرے بلند جگہ پہ روشن کرتے تا کہ اسے دور سے دیکھا جا سکے اور بھولا بھٹکا مسافر ان کے دستر خوان تک پہنچ سکے۔ وہ اس معاملے میں اس درجہ حساس تھے کہ اپنی نارِ ضیافت میں وہ خوشبودار لکڑی استعمال کرتے تا کہ اگر کوئی نابینا مسافر ان کی آگ کو نہ دیکھ سکے تو اس خوشبو کی راہنمائی میں ان کے ڈیرے تک پہنچ جائے تا کہ وہ اس کی ضیافت کر سکیں۔ اب سالم بن تحفان کو دیکھیں تو سالم بن تحفان کے پاس اس کا برادرِ نسبتی آیا"۔

تو اس نے اسے ایک اونٹ دیا"۔

اور اپنی بیوی سے کہا!

رسی لاؤ تا کہ میں اِس اونٹ کو اُس کے اونٹ کے ساتھ ایک ہی رسی سے باندھ دوں"۔

جب وہ اس اونٹ کو باندھ چکا تو اُس نے ایک اور اونٹ لے لیا"۔

اور اپنی بیوی سے کہا!

اگر تُو مجھے رسی دے تو میں اسے بھی تمھارے بھائی کے اونٹوں کے ساتھ باندھ دوں"۔

تو اس کی بیوی نے کہا!

کہ میرے پاس تو اب رسی نہیں ہے۔

اس پہ سالم نے کہا!

میرا کام اونٹ دینا ہے اور تیرے ذمے رسی لانا ہے"۔

اچھا یہ بات ہے! تو یہ لو"۔

اس نے اپنی اوڑھنی پھاڑ دی"۔

اور اس سے رسیاں بنا بنا کر اپنے خاوند کو دینے لگی"۔

اس کا خاوند بھی اونٹ پہ اونٹ اس کے بھائی کے نام کرتا رہا"۔

حتیٰ کہ اس کی بیوی کے پاس رسیاں ختم ہوگئیں‘‘۔

اس پہ اس نے کہا‘‘۔

تُو ابھی سے ہار گئی ہے اگر تو ساری زندگی بھی رسیاں دیتی رہتی تو میں اونٹ دینے سے نہ اکتاتا پھر اس نے یہ شعر کہے‘‘۔

سالم بن حقان عنبری کے اشعار یہ ہیں!

لَا تَعْذُ لِیْنِی فِی العَطَاءِ وَیَسِّرِیْ

لِکُلِّ بَعِیْرٍ جَاءَ طَالِبُہُ حَبْلاً

اے میری بیوی! تو مجھے مال عطا کرنے پر ملامت نہ کر بلکہ تجھے چاہیے کہ جو بھی اونٹ مانگنے آئے تو اس کے لیے رسی تیار رکھا کرو۔

فَاِنِّیْ لَا تبکِیْ عَلَیَّ اِفَا لُہَا

اِذَا شِبعَتْ مِنْ رَوْضٍ اَوْ طَانِہَا بَقلا

کیونکہ جب اونٹوں کے بچے اپنے وطن کے باغوں میں گھاس کھا کر سیر ہو جائیں گے تو وہ مجھ پر نہ رو ئیں گے۔

فَلَمْ اَرَ مِثْلَ الاءِ بِلِ مَا لاً لِمُقْتَنِ

وَلَا مِثْلَ اَیّامِ الحُقُو قِ لَھا سُبُلاَ

اس لیے کہ میرے خیال میں مال جمع کرنے والے کے لیے اونٹ سے بڑھ کے کوئی چیز نہیں اور نہ ہی ان اونٹوں سے بہتر کوئی چیز ہے جن کا حق ادا کر دیا گیا ہو۔

اس پہ سالم بن حقان عنبری کی بیوی نے اس کو جواب دیا' کہ سخاوت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اور اس عمل میں ہمیشہ

تمھارے ساتھ رہوں گی"۔

اور رسیاں بٹتی ہی رہوں گی پھر اس نے یہ اشعار کہے!

حَلَفْتُ یَمِینًا یَا ابْنَ قُحفَانَ بالَّذِی
تَکَفَّلَ بالأرْزَاقِ فِی السَّهْلِ والجَبَلِ

اے ابن قحفان! میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں جس نے میدانوں اور پہاڑوں میں رزق دینے کا ذمہ لیا ہے۔

تَزَالُ حِبَالٌ مُحْصَدَاتٌ أعُدُّها
لَهَا مَا مَشَی مِنْهَا عَلَی خُفِّهِ جَمَلُ

کہ جب تک اونٹ اپنے پاؤں پہ چلتا رہے گا یعنی تا ابد میں اِن اونٹوں کے لیے مضبوط رسیاں بٹتی رہوں گی۔

فَأَعْطِ وَلَا تَبْخَلْ لِمَنْ جَاءَ طَالِباً
فَعِنْدِی لَهَا خُطُمٌ وَقَدْ زَاحَتِ العِلَلْ

لہٰذا جو بھی اونٹ مانگنے آئے تو دے دیئے جائیں اور بخل نہ کر اس لیے کہ میرے پاس ان کے لیے مہاریں موجود ہیں۔

عربوں کا ایک اور شاعر کہتا ہے کہ

أَلَا تَرَیْنَ وَقَدْ قَطَّعْتِنِی عَذَلاً
مَاذَا مِنَ الْبُعْدِ بینَ الْبُخْلِ والْجُودِ

تُو نے میری سخاوت پر مجھے ملامت کی ہے گویا میرے پرزے اڑا دیئے ہیں مگر کیا تُو دیکھتی نہیں کہ بخل

اور سخاوت میں کس قدر فرق ہے

اِلَّا یَکُنْ وَرَقِیْ غَضًّا اُرَاح بِہٖ

لِلمُعتَفِیْنَ فَأنِّیْ لَیِّنُ العُوْدِ

اگر میرا مال سائلوں کے لیے تر و تازہ نہ ہو جسے فقیروں کو دے کر میں راحت و خوشی پاؤں تو میں ذلیل و خوار ہو جاؤں۔

عمیلہ فزاری اور ابن عنقاء

عربوں کی سخاوت کے واقعات بے انتہا ہیں اور ان کا ذکر بے حد طویل ہے۔ وہ اپنے مال کو لوگوں کے بیچ یوں بانٹتے جیسے ان کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ ان کے اموال لوگوں ہی کے لیے ہوا کرتے جس مہمان کے لیے دو چپاتیاں اور تھوڑا سا سالن کافی ہوتا وہ اس کے لیے پورا اونٹ ذبح کیا کرتے اور یہ کام وہ اپنے مہمان کی تکریم کے لیے کیا کرتے۔ اس لیے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو لوگ اِن پہ طعن دھرتے اور ان کو اپنی عزت اور بزرگی اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ جس کو پناہ دیتے اس کی حفاظت کی خاطر اپنا خون تک بہا دیتے مگر اسے گزند نہ آنے دیتے۔ عربوں کی سخاوت کی کہانیاں نا قابل یقین نظر آتی ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ یقین کی حد سے بھی بڑھ کر سخی تھے مثال کے طور پہ یہ واقعہ ہی دیکھیں کہ عربوں کا یک سردار ابن عنقاء الفرازی جنگل سے اپنی بکریوں کے لیے گھاس اکٹھی کر رہا تھا تو اس کے پاس سے عربوں کا ایک نوجوان عمیلہ گزرتا ہے"۔

عمیلہ جانتا تھا کہ ابن عنقاء عربوں کا بہت بڑا اور آسودہ حال سردار تھا اس لیے اسے اُس کی اِس حالت پہ حیرت ہوئی اور اس نے سوال کیا؟

اے ابن عنقاء! تمھاری یہ حالت کیسے ہوگئی ؟

ابن عنقاء نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور اس کو جواب دیا:

زمانے کے تغیر، بھائیوں کے بھاگ جانے اور تمھارے جیسے مالداروں کے اپنے مال کے ضمن میں بخل کرنے کی وجہ سے"۔

عمیلہ نے اس کی بات سنی اور اسے کہا"۔

خدا کی قسم! کل صبح جب سورج طلوع ہوگا تو یقیناً تُو بھی ہمارے جیسا ہو جائے گا"۔

اس کے بعد وہ دونوں اپنے اپنے گھر چلے گئے"۔

عمیلہ صاحب حیثیت اور نوجوان تھا اور ابھی اس کے چہرے پر سبزہ بس اُگ ہی رہا تھا"۔

ابن عنقاء کا خیال اسی کی طرف لگا رہا اور وہ اس کے الفاظ پر غور کرتا رہا"۔

اسے نیند نہ آئی اور رات بھر وہ اپنے پہلو بدلتا رہا"۔

اُس کی بیوی نے اِس بات کو محسوس کیا اور اس کو پوچھا کیا بات ہے"۔

تب ابن عنقاء نے اس سے عمیلہ کا سارا واقعہ بیان کر دیا"۔

اس کی بیوی نے کہا!

تو سٹھیا گیا ہے اور تیری عقل جاتی رہی ہے اس لیے تُو نے ایک کم سن اور بے عقل نوجوان سے امید وابستہ کر لی ہے"۔

شاید وہ ایسا نوجوان ہو جسے اپنی بات کا شعور ہی نہ ہو"۔

اس پہ ابن عنقاء کو بھی قرار آ گیا اور وہ چپ کر کے سو گیا"۔

صبح جب اٹھا تو اس کے گھر کھانے کے لیے کچھ بھی نہ تھا"۔

وہ باہر نکلا تو اس کی بیٹی نے اس سے کہا"۔

اگر عمیلہ نے اسے وہ بات کہی ہے جو میں نے سنی ہے تو تمہیں اس کے پاس جانا چاہیئے"۔

وہ اس وقت نشے میں تھا !ابن عنقاء نے جواب دیا اور خاموش ہو رہا"۔

اس کی بیٹی اندر چلی گئی"۔

کچھ دیر بعد اس نے دیکھا کہ مغرب سے ایک غبار اٹھا ہے اور اس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے"۔

اور وہ ابن عمیلہ کا مال تھا جو کالی رات کی کسی آندھی کی طرح چلا آ رہا تھا"۔

پھر وہ اس کے قریب پہنچ گئے"۔

اور عمیلہ اپنے خوبصورت گھوڑے پر سوار تھا! اس نے ابن عنقاء کو پکارا۔

ابن عنقاء باہر آؤ"۔

تمھارا یہ خیال غلط ہے کہ میں ایسا نوجوان ہوں جو بغیر سوچے سمجھے بولتا ہوں یہ میرا سارا مال ہے"۔

آؤ اسے آدھا آدھا بانٹ لیں"۔ چنانچہ انھوں نے ایک ایک اونٹ، ایک ایک بکری، ایک ایک غلام، ایک ایک لونڈی اور ایک ایک گھوڑا سب کچھ آدھا آدھا بانٹ لیا"۔ ازاں بعد عمیلہ واپس چلا آیا"۔

اس پہ ابن عنقاء نے عمیلہ کی مدح میں یہ اشعار کہے۔

رآنِیْ عَلٰی مَا بِیْ عُمَیْلَۃُ فَاشْتَکٰی
اِلٰی مَالِہٖ حَالِیْ اَسَرَّ کَمَا جَھَرُ

عمیلہ نے میری اس بری حالت کو دیکھا جس میں مبتلا تھا تو اس نے اس کا شکوہ کیا اس کے مال کے پاس سے کیا اور اس کا باطن ایسا ہی تھا جیسا کہ اس کا ظاہر۔

دَعَانِیْ فَآ سَانِی و لو ضنَّ لَمْ اَلُمْ
عَلَی حِیْنَ لَا بَدْوٌ یرجّٰی وَلَا حَضَرُ

اس نے مجھے بلایا اور ایسے وقت میں اپنے مال سے میری غم خواری کی جب نہ کسی دیہاتی سے امید رکھی جاسکتی تھی نہ کسی شہری سے اور اگر وہ بخل کرتا تب بھی میں اسے ملامت نہ کرتا۔

غُلَامٌ رَمَاہُ اللّٰہُ بِالْخَیْرِ یَافِعاً
لَہُ سِیْمِیاءُ لَا تَشُقُّ عَلَی الْبَصَرُ

وہ نوجوان ہے اور اللہ نے اسے جوانی ہی میں مال و دولت عطا کر دی ہے اس کے چہرے پہ ایسا نور و جمال ہے جس کا دیکھنا آنکھ کو ناگوار معلوم نہیں ہوتا۔

کَأنّ الثُّرَیَّا عُلِّقَت فِی جَبِیْنِہ
وَفِی خَدِہ الشعریٰ وَفِیْ وَجْھِہ الْقَمَرُ

یوں معلوم ہوتا ہے گویا ثریا ستارہ اس کی پیشانی پہ لٹکا ہوا ہے شعریٰ اس کے رخسار پر اور چاند کا عکس اس کے چہرے پر ہے۔

اِذَا قِیْلَتِ الْعَوْرَاءُ اَغْضٰی کَأنَّہُ
ذَلِیْلٌ بِلَا ذُلٍ وَلَوْ شَاءَ لَا نْتَصَرُ

اور جب کوئی شخص اس کے بارے میں کوئی برا کلمہ استعمال کرتا ہے تو وہ اس طرح چشم پوشی کرتا ہے جیسے وہ کوئی کمزور انسان ہو حالانکہ اس میں کوئی کمزوری نہیں پائی جاتی اور وہ بلا کا طاقتور آدمی ہے۔

وَلَمَّا رَأَ ی المَجْدَ اسْتُعِیرَتْ ثِیا بُہ‘
تَرَ ای ّ رِدَ آ ء ً وَاسِعَ الَّذیْلِ وائتَزَر ُ

اور جب اس نے دیکھا کہ بزرگی کا لباس ایک مستعار لباس ہے تو اس نے نیک نامی کی وسیع چادر اور تہمند پہن لیا۔

فَقُلت لَہ‘ خَیْراً وَ اَثنَیْت ُ فِعْلَہ‘
وَاَوْ فَاك مَا اَسْدَیْتَ مَن ذَمٍّ اَوْ شَکِرُ

چنانچہ میں نے بھی اس سے کلمہ خیر کہا اور اس کے کام کی تعریف کی ظاہر ہے کہ جو تیری مذمت کرتا ہے یا شکریہ ادا کرتا ہے تو وہ تجھے تیری ہی عطا کردہ چیز پوری کی پوری واپس دے رہا ہوتا ہے۔

لیلیٰ بنت عبداللہ بن کعب

اس کو لیلیٰ اخیلہ بھی کہا جاتا تھا اس لیے کہ اس کے دادا کا لقب اخیلہ تھا جس کا نام عبادۃ عقیل بن کعب تھا اور وہ اپنے لقب اخیل ہی سے پکارا جاتا تھا۔ لیلیٰ اخیلہ بنی حمیر کے ایک شخص کی محبوبہ تھی جس کا نام توبہ بن حمیر تھا۔ مگر لیلی کی شادی جس شخص کے ساتھ ہوئی اس کا نام الاذلغ تھا۔ تب ایک دفعہ جب الاذلغ کسی سرسبز چراگاہ کی تلاش میں تھا تو لیلیٰ بھی اس کے ساتھ تھی اور ان کا گزر توبہ بن حمیر کی قبر کے پاس سے ہوا۔ الاذلغ لیلیٰ اور توبہ بن حمیر کے معاشقے سے واقف تھا کیونکہ توبہ بن حمیر نے ایک قصیدہ کہا تھا جس میں اس نے دعوی کیا تھا کہ اگر لیلی میری قبر پہ آئے اور مجھے سلام کرے تو میں اس کو جواب دوں گا اور میرا ''صدا'' ہمیشہ اس کا منتظر رہے گا۔ چنانچہ جب لیلیٰ اور اس کا شوہر توبہ بن حمیر کی قبر کے پاس سے گزرے تو لیلیٰ کے شوہر نے اُس سے کہا: تمہیں اس شخص کی قبر پہ ضرور جانا چاہیے جس نے اپنے اشعار میں کئی دعوے کیے ہیں میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کا ''صدا'' تمھارے سلام کا جواب دیتا ہے یا نہیں''۔

لیلیٰ نے اپنے شوہر سے کہا:

عشق کی آگ کو بھڑکانے سے باز رہ ورنہ شاید تو خود بھی ان شعلوں کی لپیٹ میں آجائے اور تو ان پتھروں اور بوسیدہ ہڈیوں کو نہ چھیڑ''۔

مگر لیلیٰ کا خاوند نہ مانا اور اس بات پہ بضد رہا کہ لیلیٰ کو توبہ بن حمیر کی قبر پہ جا کے سلام کرنا چاہیے''۔

لہٰذا انھوں نے اپنا راستہ چھوڑ دیا اور توبہ بن حمیر کی قبر کی طرف چل دیئے''۔

الاذلغ کی بیوی نے ایک بار پھر اس کو روکا''۔

مگر وہ نہ مانا''۔

تب لیلیٰ نے کہا!

اچھا میں تمھاری بات مان لیتی ہوں مگر یاد رکھ تیرے باقی کے سفر میں اب میں تیرے ساتھ نہ ہوں گی''۔

کیا تو اس کی قبر میں داخل ہو جائے گی''۔

الاذلغ نے لیلیٰ پہ طنز کیا''۔

شاید!

لیلیٰ نے مختصر جواب دیا

اوراس روز خوب گرمی پڑ رہی تھی اور صحرائے عرب سلگ رہا تھا''۔

پھر وہ توبہ بن حمیر کی قبر پہ پہنچے''۔

لیلیٰ نے زور سے توبہ بن حمیر کو سلام کہا''۔

لیلیٰ کی تیز آواز سن کر توبہ بن حمیر کی قبر کے سرہانے تیز لو سے بچنے والا ایک پرندہ بھڑک کر اڑا اور لیلیٰ کی اونٹنی کے منہ سے جا ٹکرایا''۔

لیلیٰ کی اونٹنی بدک گئی اور بھاگ اٹھی''۔

تھوڑی دور جا کر اس نے لیلیٰ کو گرا دیا جس سے لیلیٰ کی گردن ٹوٹ گئی''۔

الاذلغ اب لیلیٰ کے سرہانے بیٹھا تھا اور زار و قطار رو رہا تھا''۔

اس کو لیلیٰ کی باتیں یاد آ رہی تھیں کہ لیلیٰ نے اسے بارہا منع کیا تھا کہ عشق کی اس آگ کو مت چھیڑو''۔

پھر الاذلغ نے توبہ بن حمیر کی قبر کھولی اور اپنی بیوی لیلیٰ کو اس کے محبوب کے پہلو میں ڈال کر قبر کو بند کر دیا''۔

اب اس سفر میں وہ اکیلا تھا اور اسے لیلیٰ کی بات یاد آ رہی تھی کہ باقی کا سفر اس کو اکیلا ہی طے کرنا ہے''۔

لیلیٰ اخیلہ کے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں''۔

نَحْنُ الاَ خَايِلُ لاَيَزَالُ غُلاَمُنَا
حَتّٰى يَدِبَّ عَلَى العَصَا مَذْكُورَا

ہم بنی اخیل کے افراد ہیں! ہمارے نوجوان بچوں تک کا ذکر محفلوں میں ہوتا رہتا ہے تا آنکہ بوڑھا ہو کر وہ لاٹھی کے سہارے چلنے لگے۔

تَبكى السُّيُوفُ اِذَا فَقَدْنَ اَكُفَّنَا
جَزَعًا و تَعلَمُنَا الرِفَاقُ بُحُورَا

جب ہماری تلواریں ہماری ہتھیلیوں کو نہیں پاتیں تو گھبرا کر رونے لگتی ہیں اور ہمارے ساتھی سخاوت میں ہمیں سمندر پاتے ہیں۔

وَلَنَحْنُ اَوْثَقُ فِیْ صُدُوْرِ نِسَائِکُمْ

مِنْکُمْ اِذَا بَکَرَ الصُّرَاخُ بُکُوْرَا

بخدا خود تمھاری عورتوں کے سینوں میں ہم تم سے زیادہ قابل اعتماد ہیں ہر ایسی صبح کے وقت جب کوئی فریادی آواز بلند کرے۔

بنو خزرج کا شاعر عمرو بن الاطنابہ سخاوت کے بارے میں کہتا ہے کہ!

اِنّیْ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ اِذَا انْتَدَاَوْا

بَدَاُوْا بِحَقِّ اللّٰہِ ثُمَّ النَّائِلِ

میں تو اس قوم کا فرد ہوں کہ جب وہ محفل لگاتے ہیں تو پہلے اللہ کا حق ادا کرتے ہیں (یعنی ضروری فرائض) پھر عطیے دیتے ہیں۔

اَلْمَانِعِیْنَ مِنَ الْخَنَا جَارَاتِہِمْ

وَالْحَاشِدِیْنَ عَلٰی طَعَامِ النَّازِلِ

یہ لوگ ان عورتوں کی جو ان کی پناہ میں آجائیں ہر قسم کی فحش بات سے حفاظت کرتے ہیں اور جب کوئی آ کر اترے تو اس کو کھانا کھلانے کے لیے جمع ہو جاتے ہیں اور ان کا ہر فرد اس بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ مہمان اس کے ڈیرے پہ اترے۔

وَالْخَالِطِیْنَ فَقِیْرَ ہُمْ بِغَنِیِّہِمْ

وَالْبَاذِلِیْنَ عَطَاءَ ہُمْ لِلسَّائِلِ

یہ لوگ اپنے قبیلے کے محتاج لوگوں کو اپنے یہاں کے مالدار افراد کے برابر کر دیتے ہیں اور سائل کے لیے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

وَالضَّارِ بِیْنَ الکَبْش یَبْرُق بَیْضَہٗ
ضَرْبَ المُھَجْھِج عَنْ حَیَاضِ الاَبِل

وہ اس سردار کو جس کا خود چمک رہا ہو اس طرح مارتے ہیں جس طرح اونٹوں کے پانی پی لینے کے بعد انھیں ہانکنے والے حوض سے دور ہانک دیتے ہیں۔

وَالقَا تِلِیْنَ لَدَی الوَغا اَقْرَانَھُم
اِنَّ الْمَنِیَّۃَ مِنْ وَرَاءِ الوَائِلِ

اور جنگ کے وقت مخالفین کو قتل کر ڈالتے ہیں کیونکہ موت تو پناہ لینے والے کے سامنے آتی ہے (یعنی پناہ ڈھونڈنے والوں کو موت آخر تاک ہی لیتی ہے)۔

وَالقَا تِلِیْنَ فَلَا یُعَابُ کَلَامُھُم
یَوْمَ المَقَامَۃِ بِالقَضَاءِ الفَا صَلِ

اور جب مجلس کا دن ہوتا ہے تو یہ فیصلہ کن حکم دینے والے ہوتے ہیں کسی کے لیے ان کے کلام میں عیب نکالنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

خُزْرٌ عُیُو نُھُمْ اِلَی اَعْدَا ئِھِمْ
یَمْشُوْنَ مَشْیُ الاُسْدِ تَحْتَ الوابِلِ

یہ اپنے دشمنوں کی طرف بنظر استحقار دیکھتے ہیں اور یوں چلتے ہیں جیسے بارش میں شیر چلتا ہے۔

لَيْسُوا بانْكَاسٍ وَلَا مِيلٍ اِذَا
مَا الَحْربُ شُبَّتْ اشعلُو اِبالشَّا عِلِ

یہ نہ کمزور ہیں اور نہ ایسے ہیں کہ گھوڑے کی پیٹھ پر نہ بیٹھ سکیں جب جنگ کی آگ جلائی جائے تو یہ بھڑکانے والے کی مدد سے اسے اور بھی بھڑکا دیتے ہیں۔

اور حجر بن خالد نعمان بن المنذر کی مدح میں کہتا ہے کہ!

سَمِعتَ بِفِعْلِ الفَاعِلِيْنَ فَلَمْ اَجِدْ
كَمِثْلِ اَبِیْ قَابُوسَ حَزْمًا وَ نَائِلَا

میں نے کام کرنے والوں کے کاموں کے متعلق سنا، مگر نعمان کی سی پختگی اور سخاوت کسی کے یہاں نہیں پائی۔

فَسَاقَ اِلٰهِی الغَيثَ مِنْ كُلِّ بَلدَةٍ
اَلَيْكَ فَاضحَی حَوْلَ بَيْتِكَ نَازِلَا

لہٰذا میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ ہر شہر سے ابرِ باراں کو ہانک کر لے آئے اور وہ تیرے گھر کے گرد برسے۔

فَاَ صْبَحَ مِنْهُ كُلُّ وادٍ حَلَلْتَهُ
مِنَ الاَرْضِ مَسْفُوحَ الْمَذَانِبِ سَائِلَا

پھر اس بارش سے ہر اس وادی کی جہاں تو نے ڈیرے ڈال رکھے ہوں یہ حالت ہو جائے کہ وہاں پانی کی ندیاں رواں ہوں جائیں۔

مَتٰی تُنْعَ الجُوْدُ و الباٴس و التُّقٰی
و تُصْبِحُ قُلُوْصُ الحَرْبِ جَرْبَاءَ حَائِلاً

اے نعمان! جب تمھاری موت کی خبر دی جائے گی تو درحقیقت یہ سخاوت، شجاعت اور پرہیزگاری کی موت کی خبر دی جائے گی اور جنگ کی جوان اونٹنی خارشی اور بانجھ ہو جائے گی۔

فَلَا مِلكٌ مَا یُدْرِ كَنَّكَ سَعْیُهٗ
وَلَا سُوقَةٌ مَایَمْدَحَنَّكَ بَاطِلَا

لٰہذا کوئی بادشاہ ایسا نہیں ہے جس کی کوشش تمھارے درجہ تک پہنچ سکے اور نہ ہی رعایا میں سے کوئی شخص تمھاری جھوٹی تعریف کر سکتا ہے۔

عربوں کا ایک اور شاعر سخاوت کے بارے میں کہتا ہے کہ!

وَمُستَنْبِحٍ بَعْدَ الهَدُوْءِ دَعَوْتُهٗ
بِشَقْرَاءَ مِثل الفَجْرِ ذَاكٍ وَقُوْدُهَا

کئی ایک لوگ آوازوں کے ختم جانے کے بعد رات کے وقت آئے تو میں نے انھیں سرخ رنگ کی آگ کے ذریعے اپنے پاس بلایا۔

فَقُلْتُ لَهٗ اَهْلاً وَسهْلاً وَ مَرحَبًا
بِمُوقِدِ نَارٍ مُحْمِدٍ مَنْ یَرُوْدُهَا

جب بھی آنے والوں میں سے کوئی آیا تو میں نے اسے خوش آمدید کہا اور خوشخبری دی کہ تُو ایسے آگ جلانے والے کے پاس پہنچ گیا ہے جس کے پاس جو بھی آ جائے اسے قابل تعریف پاتا ہے۔

نَصَبْنَا لَه‘ جَوْ فَاء ذات ضَبَابَةٍ
مِنَ الدُّهْمِ مِبْطَانًا طَوِيْلاً رُكُودُهَا

ہم نے ان کے لیے ایک بڑے پیٹ والی دیگ چڑھادی جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی اور یہ منجملہ ان دیگوں کے تھی جو ہمیشہ چولہے پر چڑھے رہنے کے باعث سیاہ ہو رہی تھیں۔

فَاِنْ شِئت َاَثْوَيْنَاك فِی الْحَيِّ مُكْرَمًا
وَ اِنْ شِئت َ بَلَّغْنَاك اَرْضًا تُرِيْدُ هَا

پھر اگر تو چاہے گا تو ہم تجھے اپنے قبیلے میں باعزت طور پہ ٹھہرائے رکھیں گے اور اگر چاہے گا تو ہم تجھے وہاں پہنچادیں گے جہاں تو جانے کا خواہاں ہوگا۔

وَ مُسْتَنْبِح تَهْوِیْ مَسَاقِطُ رأسِهٖ
اِلَی كُلِّ شَخْصٍ فَهُوَ لِلسَّمْعِ اَصْوَرُ

مسافرانِ شب میں ایک ایسا شخص بھی ہوتا ہے جس کا سر دور سے دکھائی دینے والے ہر وجود کی طرف لپکتا ہے اور وہ ہر آواز سننے کی طرف مائل ہوتا ہے۔

يُصَفِّقُهٗ اَنْفٌ مِنَ الرِّيْحِ بَارِدٌ
وَنَكْبَاءُ لَيْلٍ مِنْ جُمَادَی وَصرصَرُ

جسے ٹھنڈی ہوا کا ابتدائی حصہ اور پھر موسم سرما کی چوباوی ہوا سخت ٹھنڈے تھپیڑے لگا رہی تھی۔

حَبِیْبٌ اِلَی کَلْبِ الکَرِیْمِ مُنَاخُہ‘
بَغِیْضٌ اِلَی الکَوْمَاءِ وَالکَلبُ اَبْصَرُ

جس کا آ کراونٹ کو بٹھانا سخی آدمی کے کتے کو محبوب ہو مگر بڑی کوہان والی اونٹنی کو برا لگتا ہو لیکن اس معاملے میں کتا دانا تر ہے۔

حَضاتُ لَہ‘ نَارِیْ فَاَبْصَرَ ضَوْءَ ھَا
وَمَا کَادَ لَوْلَا حَضْاۃُ النَّادِ یُبْصِرُ

میں نے اس کے لیے آگ کو روشن کیا تو اس نے اس کی روشنی دیکھ لی اگر میں آگ روشن نہ کرتا تو وہ اسے دیکھ نہ پاتا۔

دَعَتْہُ بِغَیْرِ اسمٍ ھَلُمَّ اِلَی القِریٰ
فَاَسْرَی یَبُوْعُ الاَرْضَ وَالنَّارُ تَزْھَرُ

اس آگ نے اسے بغیر نام لیے بغیر پکار کر کہا! ضیافت کی طرف آ جاؤ تو یہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا رات کے وقت چل کر آ گیا تو اس نے دیکھا کہ آگ مسلسل جل رہی تھی۔

فَلَمَّا اَضَاءَتْ شَخْصَہُ قُلْتُ مَرْحبًا
ھَلُمَّ وَلِلصَّالِیْنَ بِالنَّارِ اَبْشِرُوْا

جب اُس آگ نے اس کے جسم کو واضح اور روشن کیا تو میں نے اسے مرحبا کہا اور اسے ان لوگوں کی طرف تشریف لانے کے لیے کہا جو آگ تاپ رہے تھے۔

فَجَاءَ ومَحْمُوْدُ القِرَی یَسْتَفِزُّہٗ
اِلَیْھَا و دَاعِی اللَّیْلِ بِالصُّبْحِ یَصْفِرُ

چنانچہ وہ مہمان آیا اور وہی شخص جس کی مہمان نوازی کی لوگ تعریف کرتے تھے اسے کھینچ کر آگ کی طرف لیے آرہا تھا اور مرغ سحر خواں اذانِ سحر دے رہا تھا۔

تَاَخَّرْتَ حَتّٰی لَمْ تَکَدْ تَصْطَفِی القِرَی
عَلَی اَھْلِہٖ والحقُّ لَا یَتَاَخرُ

میں نے اس سے کہا! تو نے آنے میں تاخیر کر دی یہاں تک کہ قریب تھا کہ تو گھر والوں سے عمدہ ضیافت حاصل نہ کر سکتا مگر مہمان کا حق پیچھے نہیں رہ سکتا۔

وَقُمْتُ بِنَصْلِ السَّیْفِ والَبرْکُ ھَاجِدٌ
بَھَا زِرُہٗ وَالْمَوْتُ بِالسَّیْفِ یَنْظرُ

میں نے تلوار لے کر اٹھا جب کہ بیٹھے ہوئے گلّے کی بڑی اونٹنیاں سوئی ہوئی تھیں اور موت میری تلوار کو بغور دیکھ رہی تھی۔

فَاَعْضَضْتُہُ الطُّوْلَی سِنَامًا وَخَیْرِھَا
بَلَاءً و خَیْرُ الخَیْرِ مَا یُتَخَیَّرُ

میں نے اس تلوار کے ذریعے اس اونٹنی کو ذبح کیا جس کی کوہان سب سے دراز تھی اور بلحاظ وصف کے سب سے بہتر تھی، بہترین مال تو وہی ہے جسے پسند کیا جائے جو سب کے نزدیک منتخب ہو۔

فَاَ وْفَضْنَ عَنْهَا وَهِيَ تَرغُوْ حُشَاشَةٌ
بِذِي نَفْسِهَا وَالسَّيْفُ عُرْيَانَ اَحْمَرُ

چنانچہ دیگر اونٹنیاں اس کے پاس سے بھاگ نکلیں درآنحالیکہ یہ جسم میں باقی ماندہ جان کی وجہ سے خرخرا رہی تھی اور میری ننگی تلوار اس کے خون سے سرخ تھی۔

فَبَاتَتْ رُحَابٌ جَوْنَةٌ مِنْ لِحَامِهَا
وَفُوْهَا بِمَا فِيْ جَوفِهَا يَتَغَرْغَرُ

چنانچہ ایک سیاہ بڑی دیگ کے اندر قسم قسم کے گوشت رات بھر جوش کھاتے رہے اور اس کا منہ اس گوشت اور شوربے کی وجہ سے جو اس کے اندر تھا ابل رہا تھا۔

وَ مَا يكُ فِيَّ مِنْ عَيْبٍ فَانِي
جَبَانُ الْكَلْبِ مَهْزُولُ الْفَصِيْلِ

مجھ میں جو عیب بھی ہوتا ہو، ہوتا رہے مگر میرا کتا بزدل ہے کہ کسی آنے والے پر نہیں بھونکتا اور میری اونٹنی کا بچہ لاغر ہوتا ہے کیونکہ اونٹنی کا دودھ تو میں مہمانوں کو پلا دیتا ہوں اور بچہ بھوکا رہ جاتا ہے۔

اور عربوں کا ایک اور شاعر کہتا ہے کہ!

سَاَ قْدَحُ مِنْ قِدْرِي نَصِيْبًا لِجَارَتِيْ
وَاِنْ كَانَ مَا فِيْهَا كَفَافًا عَلَى اَهْلِيْ

میں اپنی ہنڈیا سے اپنی پڑوسن کا حصہ نکالوں گا خواہ ہنڈیا میں جو کچھ ہے وہ صرف میرے بال بچوں کے لیے کافی ہو۔

اِذا اَنْتَ لَمْ تُشْرِكْ رَفِيْقَكَ فِی الَّذِی
يَكُوْنُ قَلِيْلاً لَمْ تُشَارِكْهُ فِی الْفَضْلِ

اگر تو اپنے رفیق کو تھوڑے کھانے میں شریک نہیں کرسکتا تو پھر تو اسے ضرورت سے زیادہ کھانے میں کسی کو شریک نہیں کرے گا۔

ذَرِيْنِی وَحُطِّی فِی هَوَایَ فَاِنَّنِی
عَلَی الْحَسَبِ الزَّاكِيا لَرفِيعِ شَفِيْقُ

مجھے رہنے دو اور سخاوت کرنے کی میری خواہش میں میری موافقت کرو کیونکہ مجھے اپنی بلند اور بڑھتی رہنے والی خوبیوں کے متعلق خطرہ رہتا ہے۔

ذَرِيْنِی فَاِنَّ الشُّحَّ يَا اُمَّ هَيْثَم
لِصَالِحِ اَخْلَاقِ الرِّجَالِ سَرُوْقُ

اے اُم ہیثم! مجھے انھی اچھے اخلاق پر رہنے دو جو مجھ میں ہیں کیونکہ بخل انسان کے اچھے اخلاق کو چرا لے جاتا ہے۔

وَكُلُّ كَرِيْمٍ يَتَّقِیْ الذَّمَّ بِالْقِرَی
وَلِلْحَقِّ بَيْنَ الصَّالِحِيْنَ طَرِيْقُ

ہر سخی انسان مہمانوں کی ضیافت کرکے مذمت سے بچتا ہے اور صالحین کے مہمانوں کے حقوق کا راستہ ہمیشہ کھلا ہی رہتا ہے۔

اور عمرو بن الاھتم کہتا ہے کہ!

لَعَمْرُكَ مَا ضَاقَتْ بِلَادٌ بِاَهْلِهَا
وَلٰكِنَّ اَخْلَاقَ الرِّجَالِ تَضِيْقُ

تیری جان کی قسم! شہر اپنے باشندوں کی کثرت سے تنگ نہیں ہوتے البتہ لوگوں کے اخلاق میں تنگی آ جاتی ہے۔

اَجَلَّكَ قَوْمٌ حِيْنَ صِرْتَ اِلَى الْغِنٰى
وَكُلُّ غَنِيٍّ فِى الْقُلُوْبِ جَلِيْلُ

جب تو مالدار ہو گیا تو تیری قوم تیری تعظیم کرنے لگے گی ہر مالدار انسان کو لوگوں کے دلوں میں جلیل القدر خیال کیا جاتا ہے۔

وَلَيْسَ الْغِنٰى اِلَّا غِنًى زَيَّنَ الْفَتٰى
عَشِيَّةَ يَقْرِىْ اَوْ غَدَاةَ يُنِيْلُ

لیکن درحقیقت مالداری وہ مالداری ہے جو انسان کو اس رات زینت بخشے جب وہ مہمانوں کی ضیافت کرے یا اس صبح جس میں وہ کسی کو کچھ عطا کر دے[*44]۔

قیس بن معاذ

شرح الامالی میں ایک قول بیان کیا گیا ہے جس کے مطابق قیس بن معاذ دراصل مجنوں کا نام ہے جس کا تعلق قبیلہ قیس سے تھا۔ اور لیلیٰ کا تعلق غالباً قبیلہ طے سے تھا اور اسے ہم اپنے بچپن ہی سے جانتے ہیں کہ عربوں کی یہ لوک داستان ہماری تہذیب میں سرایت کر چکی تھی اور لوگ لیلیٰ مجنوں کی محبت کو بطور مثال پیش کیا کرتے تھے۔ مجنوں کا باپ عربوں کا سخی تھا اور خود مجنوں بھی عہدِ ہوش میں بلا کا سخی تھا۔ پھر لیلیٰ کی محبت اور اس کی جدائی نے اس سے ہوش وحواس چھین لیے۔ قیس کے نام میں مورخین کے درمیان بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام قیس بن الملوح ہے بعض نے اسے اقرع بن حابس کہا اور بعض نے اسے البختری بن الجعد کے نام سے پکارا، ابوالعالیہ نے کہا کہ اس کا نام اقرع ہے اور ابوالفرس اصفہانی نے اس کا نام قیس بن مر بیان کیا ہے اور اصمعی کہتا ہے کہ دو شخصوں کو اس دنیا میں ان کے نام کے بغیر ہی پہچانا گیا ان میں ایک مجنوں بن عامر ہے جس کے کئی نام بیان کیے گئے ہیں اور دوسرا ابن الفریہ ہے اور متعدد لوگوں نے بیان کیا کہ انھوں نے مجنوں کو عرب کے ریگ زاروں میں لیلیٰ کی جدائی میں سلگتے دیکھا ہے اور اس سے بات بھی کی ہے ایک عرب نوفل بن مساحق نے بھی اسے وحشت کی حالت میں دیکھا تھا اور اس سے شعر سنانے کی فرمائش بھی کی ہے اور نوفل کی فرمائش پر مجنوں نے یہ اشعار کہے تھے جو عہدِ ہوش میں اس کی سخاوت پہ دلیل ہیں ۔

اِنَّ لَنَا صِرْمَةٌ تُلْفَی مُخَیَّسَةٌ
فِیْهَا مَعَادٌ وَ فِیْ اَرْبَابِهَا کَرَمٌ

ہمارے اونٹوں کا ایک گلہ جسے ذبح کرنے کے لیے یا لوگوں کو عطا کرنے کی غرض سے چراگاہ میں نہیں بھیجا جاتا ہم اس گلے کی طرف سوالیوں کو دینے کے لیے بار بار رجوع کرتے ہیں کہ اس گلے کے مالک سخی لوگ ہیں۔

تُسَلِّفُ الجَارَ شِرْبًا وَھِیَ حَائِمَۃٌ
وَ لَا یَبِیْتُ عَلَی اَعْنَا قِسَمٍ

باوجوداس کے کہ یہ خود پیاسی ہوتی ہیں اپنا دودھ پڑوسی کو پینے کے لیے پیش کر دیتی ہیں ان کی جانوں کی قسم بھی نہیں کھائی جاتی مگر ہم یہ قسم کبھی نہیں کھاتے کہ ان اونٹوں کو ذبح نہ کریں گے۔

وَلَا تُسَفِّہُ عِند الحَوْضِ عطشتُھا
اَحْلَا مَنَا و شَرِیْبُ السَّوءِ یَحْتَدِمُ

اوران کی پیاس حوض کے پاس آ کر ہماری عقلوں کو بے وقوف قرار نہیں دیتی درآنحالیکہ ہر پانی پلانے والا برا ساتھی غصے سے لال پیلا ہو رہا ہو مگر ہماری رواداری ہماری ضرورت کے احساس کو کبھی بے قابو نہیں ہونے دیتی۔

سخاوت کے بارے میں فرزدق کے اشعار ہیں کہ!

وِدَاعٍ بِلحْنِ الکَلْبِ یَدْعُوْ وَ دُوْنَہٗ
مِنَ اللَّیْلِ سِجْفَا ظُلْمَۃٍ و غُیُومُھَا

اور بہت سے کتے کی سی آواز نکال کر پکارنے والوں میں سے کسی نے اس وقت پکارا جب کہ اس کے سامنے رات کے دو پردے تھے اور گھنی تاریکی اور دوسرے بادل بھی۔

دَعَاوَھُوَ یَرْجُو اَنْ یُنَبِّہَ اِذْدَعَا
فَتًی کَا بْنِ لَیْلٰی حِیْنَ غَارَتْ نُجُومُھَا

اس نے ستاروں کے غروب ہو جانے کے بعد پکارا اور اس پکارنے سے اس کی آرزو یہ تھی کہ بن لیلیٰ یعنی فرزدق جیسے شخص کو جگا دے۔

بَعَثْتُ لَہ‘ دَھْمَاءَ لَیْسَتْ بِلِقْحَۃٍ
تَدُرُّ اِذَا مَا ھَبَّ نَحْسًا عَقِیْمُھَا

میں نے اس کے لیے ایک سیاہ رنگ کی دیگ دیگدان پر چڑھائی یہ دودھ دینے والی اونٹنی نہ تھی اور یہ اونٹنی اس وقت دودھ دیتی ہے جب سرد اور بانجھ ہوا چلتی ہے۔

کَاَنَّ المَحَالَ الغُرَّ فی حَجَرَاتِھَا
عَذَارَی بَدَتْ لَمَّا اُصِیْبَ حَمِیْمُھَا

یہ ہنڈیا سخت غصے کی حالت میں تھی یعنی خوب جوش مار رہی تھی اور اس کا سینہ شتر مرغ کے سینے کی طرح آگے کو نکلا ہوا تھا اس کے نیچے ایسی لکڑی کے گھٹے جلائے گئے تھے جن کی ٹہنیاں سوکھی تھیں۔

مُحَضَّرَۃٌ لَا یُجْعَلُ السِّرُّ دُوْنَھَا
اِذَا المُرْضِعُ العَوْجَاءُ جَالَ بَرِیْمُھَا

اس ہنڈیا پر لوگ کثرت سے آتے رہتے ہیں ہم اسے اس وقت بھی چھپا کر نہیں رکھتے جب بچے کو دودھ پلانے والی مہربان والدہ کا ہار لاغری کے باعث ڈھیلا ہو جائے خواہ کتنا ہی قحط و نایابی کا دور ہو

عربوں کا شاعر شریحی بن الاحوص[45*] کہتا ہے!

وَ مُسْتَنْبِحٍ یَبْغِی المَبِیْتَ وَ دُوْنَہٗ
مِنَ اللَّیْلِ سِجْفَا ظُلْمَۃٍ وَسُتُوْرُھَا

مسافرانِ شب میں کوئی جو شب باشی کی تلاش میں تھا اور اس کے سامنے رات کی تاریکی اور اس کے کتنے ہی پردے حائل تھے۔

رَفَعْتُ لَهُ نَارِیْ فَلَمَّا اهْتَدَی بِهَا
زَجَرْتُ کِلَابِیْ اَنْ یَہِرَّ عَقُوْرُهَا

میں نے اس کے لیے اپنی آگ کے شعلوں کو بلند کیا پھر جب آگ کے ذریعے اس نے راستہ پالیا تو میں نے اپنے کتوں کو ڈانٹا کہ کوئی کاٹنے والا کتا بھونکنے نہ پائے۔

فَبَاتَ وَاِنْ اَسْرَی مِنَ اللَّیْلِ عقْبَۃً
بِلَیْلَۃِ صِدْقٍ غَابَ عَنْهَا شُرُوْرُهَا

اگر چہ وہ رات کے وقت دو فرسنگ چل چکا تھا اور اس نے میرے پاس ایسی اچھی رات گذاری تھی جو ہر شر اور خطرے سے مامون تھی۔

عربوں کا شاعر ''مسکین الدارامی'' سخاوت کے بارے میں کہتا ہے کہ!

کَأنَ قُدُوْرَ قَوْمِی کُلَّ یَوْمٍ
قُبَابَ التُّرْکِ مُلْبَسَۃَ الجُلَالِ

میری قوم کی دیگیں ہر روز اس طرح دکھائی دیتی ہیں جیسے ترک کی خیموں پر سیاہ جھولیں ڈالی گئیں ہوں۔

کَأنَّ المُو فِدِیْنَ بِهَا جِمَالٌ
طَلَاهَا الزِّفْتَ والقِطْرَانَ طَالِیْ

اِن دیگوں کی دیکھ بھال کرنے والے یوں معلوم ہوتے ہیں گویا وہ ایسے اونٹ ہیں جنھیں ملنے والے نے روغن زفت اور قطران مل دیا ہو

بِاَيْدِيهِمْ مَغَارِفُ مِنْ حَدِيْدٍ
أُشَبِّهُهَا مُقَيَّرَةَ الدَّوَالِيْ

اُن کے ہاتھوں میں لوہے کے چمچے ہیں جن کے ذریعے وہ دیگوں میں سے کھانا نکالتے ہیں اور میں انھیں ڈولوں میں سے تشبیہ دیتا ہوں جنھیں روغن مل دیا گیا ہو۔

اس ضمن میں مسلم بن ریاح مرّی کے اشعار [46*]۔

بَكَرَ الْعَوَاذِلُ بِالسَّوَادِ يَلُمْنَنِيْ
جَهْلًا يَقُلْنَ أَلَا تَرَى مَا تَصْنَعُ

ملامت کرنے والی عورتیں آخرشب کی تاریکی ہی میں یعنی پو پھٹنے سے قبل بھی مجھے نادانی کے باعث ملامت کرنے لگیں اور کہنے لگیں! کیا تُو نہیں دیکھ رہا کہ تُو کیا کر رہا ہے۔

اَفْنَيْتَ مَا لَكَ فِى السَّفَاهِ وَاِنَّمَا
اَمْرُ السَّفَاهَةِ مَا أَمَرْتَكَ اَجْمَعُ

تُو نے اپنا مال بے وقوفی کی وجہ سے تباہ کر دیا ہے حالانکہ وہ درحقیقت تجھے جس بات کا حکم دے رہی ہیں دراصل وہی تو سب سے بڑی بے وقوفی کی بات ہے یعنی بخل۔

وَقُتُودِ نَاجِيَةٍ وَضَعْتُ بِقَفْرَةٍ
وَالطَّيْرُ غَاشِيَةُ الْعَوَافِىْ وُقَّعُ

اور کئی تیز رفتار اونٹنیوں کے پالانوں کی لکڑیوں کو اتار کر میں نے چٹیل میدانوں میں رکھ دیا ہے، تاکہ اونٹنی کو ذبح کروں درآنحالیکہ پرندے سائلوں کے اوپر چھائے ہوئے تھے اور ان پر گر گر جاتے تھے۔

بِمُهَنَّدٍ ذِیْ حِلْیَةٍ جَرّدَتُّہ
یَبْرِی الاْ صَمَّ مِنَ العِظَامِ وَ یقطَعُ

اور میں نے اِس اونٹنی کو اس تیز ہندی اور مزین و آراستہ تلوار سے ذبح کیا جسے میں نے میان سے نکال لیا تھا اور جو ٹھوس ہڈیوں تک کو کاٹ ڈالتی ہے۔

لِتَنُوبَ نَائِبَةٌ فَتَعْلَمَ أَنَّنِیْ
مِمَّنْ یَغُرُّ عَلَی الثَّنَاءِ فَیُخْدَعُ

میں نے اس اونٹنی کو اس لیے ذبح کیا کہ کوئی اترنے والا قافلہ آ کر میرے پاس اترے اور اسے معلوم ہو جائے کہ میں اِن لوگوں میں سے ہوں جو تعریف سے دھوکا کھاتے اور فریب میں آ جاتے ہیں۔

اِنِّیْ مُقسّمُ مَا مَالَکْتُ فَجَاعِلٌ
اَجْراً لاَ خِرَةٍ و دُنیَا تَنْفَعُ

میں اپنے مال کا تقسیم کرنے والا ہوں اور اسے آخرت کے اجر یا دنیا کی منفعت پہ لگا دینے والا ہوں۔

عربوں کا ایک شاعر ارطاۃ سھیۃ المری کہتا ہے [*47]

فَلَوْا اَنَّ مَا نُعْطِی ُمِنَ المَالِ نَبْتَغِیْ
بِہِ الحَمْدَ یُعْطِیْ مِثْلَہ ُزَاخِر ُالبَحْرِ

تعریف حاصل کرنے کی غرض سے جس قدر مال ہم خرچ کرتے ہیں اگر اس قدر مال موج زن سمندر خرچ کرتا۔

نَظَلَّتْ قَرَاقِيْرٌ صِيَامًا بِظَاهِرٍ
مَنَ الضَّحْلِ كَانَتْ قَبْلُ فِي لُجَجٍ خُضْرٍ
تو کشتیاں جو پہلے سیاہ موجوں میں چلتی تھیں کم پانی کی سطح پہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی ہوتیں۔

وَلَا نَكْسِرُ العَظْمَ الصَّحِيحَ تَعَزُّزًا
وَنُغْنِي عَنِ الْمَوْلٰى وَنَجْبُرُ ذَا الْكَسْرِ
ہم صرف صحیح وسالم ہڈی ہی کو غرور کے ساتھ نہیں توڑتے ہم تو اپنے مولیٰ کی مدافعت بھی کرتے ہیں اور مظلوم کی مدد بھی کرتے ہیں۔

غَلَبْنَا بَنِيْ حَوَّاءَ مَجْدًا وسُودَدًا
وٰلكِنَّنَا لَمْ نَسْتَطِعْ غَلَبَ الدَّهْرِ
اور ہم اپنی بزرگی اور سرداری کی بدولت حوا کی اولاد پر غالب آ گئے ہیں مگر زمانے پر غالب آنے کی قدرت نہ رکھ سکے۔

حجر بن حیہ العبسی سخاوت کے ضمن میں کہتا ہے!

وَلَا أُدَوِّمُ قِدْرِيْ بَعْدَ مَا نَضِجَتْ
بُخْلًا لِتَمْنَعَ مَا فِيْهَا أَثَافِيْهَا
میں اپنی ہنڈیا کو پک جانے کے بعد بخل کی وجہ سے چولھے پر نہیں رہنے دیتا تاکہ اس کے بڑے اس کھانے کو جو ہنڈیا کے اندر ہے بچا سکیں۔

حَتّٰی تُقَسَّمَ شَتّٰی بَیْنَ مَا وَسِعَتْ
وَلَا یُوءَنَّبَ تَحْتَ اللَّیْلِ عَافِیْهَا

مجھے چین نہیں آتا تا آنکہ اسے جتنے حصوں میں بھی ہو سکے تقسیم نہ کرلیا جائے، کہ رات کی تاریکی میں کسی سائل سے سختی کے ساتھ پیش نہیں آیا جاتا۔

لَا اَخْزُءُ الْجَارَةَ الدُّنْیَا اِذَا قْتَرَبَتْ
وَلَا اَقُوْمُ بِهَا فِیْ الْحَیِّ اُخْزِیْهَا

میں قریب کی پڑوسن کو جب میرے پاس آجائے اپنے عطیوں سے محروم نہیں کرتا اور نہ قبیلے میں اسے رسوا کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

وَدَارِ اُکَلِّمُهَا اِلَّا عَلَانِیَةً
وَلَا اُخَبِّرُهَا اِلَّا اَنَادِیْهَا

اور میں اس کے ساتھ گفتگو بھی کرتا ہوں اعلانیہ کرتا ہوں اور جو خبر بھی اسے دیتا ہوں وہ بلند آواز سے اور پکار کر دیتا ہوں۔

اور مساور بن ہند بن قیس بن زہیر کہتا ہے!

فِدًی لِبَنِیْ هِنْدٍ غَدَاةَ دَعَوْتُهُمْ
بِجَوِّ وَبَالَ النَّفْسُ وَالْاَبَوَانِ

میرا نفس اور میرے والدین بنی ہند پر اس صبح کو فدا ہوں جب میں نے انھیں وبال کی زمین میں مدد کے لیے پکارا تھا۔

إذَا جَارَةٌ شُلَّتْ لِسَعْدِ بنْ مَالِكٍ
لَهَا إِبِلٌ شُلَّتْ لَهَا آبِلاَنِ

جب کوئی شخص سعد بن مالک کی کسی پڑوسن کا ایک اونٹ ہانک لے جائے تو اس پڑوسن کی خاطر ہم اُن کے دو اونٹ چھین کر لے آتے ہیں۔

إذَا عَقَدَتْ أفْنَاءُ سَعْدِ بنِ مَالِكٍ
لَهَا ذِمَّةٌ عَزَّتْ بِكُلِّ مَكَانِ

جب سعد بن مالک کے وہ لوگ جو مختلف اطراف میں بکھر گئے ہوں کسی پڑوسن کو کوئی عہد دے دیں تو وہ پڑوسن ہر مقام پر قابل عزت ہو جاتی ہے۔

إذَا سُئِلُوا مَالَيْسَ بِالحَقِّ فِيْهِمْ
أبَىٰ كُلُّ مَجْنِيٍ عَلَيْهِ وَجَانِي

جب اِن سے کسی ناحق بات کا مطالبہ کیا جائے تو اِن میں سے ہر شخص خواہ مظلوم ہو خواہ ظالم اس ناحق بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔

وَدَارِ حِفَاظٍ قَدْ حَلَلْتُمْ مُهَانَةً
بِهَا نِيْبُكُمْ والضَّيْفُ غَيْرُ مُهَانِ

اے بنی ہند! تم بہت سے حمیت کے مقامات پر جا کر اترے جہاں تمھارے اونٹ تو قیمت کھو بیٹھتے تھے مگر تمھارے مہمان کی توہین نہ ہوتی تھی۔

یزید بن الجہم ہلالی کے اشعار یہ ہیں۔

لَقَد اَمَرَتْ بِالْبُخْلِ اُمّ مُحمّدٍ
فَقُلْتُ لَهَا حُثّی عَلَی الْبُخْلِ اَحْمَدَ

اُم محمد نے مجھے بخل اختیار کرنے کو کہا تو میں نے انکار کر دیا اور کہا کہ احمد کو اس عمل کے متعلق کہہ دیکھو۔

فَانِّی امْرُوٌء عَوَّدْتُ نَفْسِی عَادَةً
و کُلّ امْرِیٔ جَارٍ عَلَی مَا تَعَوَّدَا

کیونکہ میں تو ایسا انسان ہوں جس نے اپنے آپ کو ایک عادت ڈال رکھی ہے ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی عادت کے مطابق چلتا ہے۔

اَحِیْنَ بَدَافِیْ الرَّاْسِ شَیْبٌ وَاقْبَلَتْ
اِلَیّ بَنُو عَیلَانَ مَثْنیً وَ مَوحَدَا

کیا اب جب میرے سر میں سفید بال ظاہر ہو گئے ہیں اور بنو عیلان کے اِکے دُکے میری طرف آنے لگے ہیں۔

رَجَوْتِ سِقَاطِیْ وَ اِعتلَالِی وَ نَبْوَتِی
وَرَاءَكِ عَنِی طَالِقًا وَارْحَلِیْ غَدَا

تُو مجھ سے یہ امید رکھتی ہے کہ میں لغزش کھا جاؤں گا، بہانے بناؤں گا اور بد خلقی اختیار کروں گا، دور ہو جا تجھے طلاق ہے اور کل صبح یہاں سے کوچ کر جا کہ عمر بھر کی عادت بڑھاپے میں بدلی نہیں جا سکتی۔

اور یہ عروہ بن الورد العبسی کے اشعار ہیں۔

أرَی اُمّ حَسّان الغَدَاۃَ تَلُو مُنِیْ
تُخَوِّفُنِیْ الاَ عْدَ و النَّفْسُ اَخْوَفُ

میں آج صبح سے دیکھ رہا ہوں کہ اُم حسان مجھے ملامت کر رہی ہے مجھے دشمنوں سے ڈرا رہی ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کا نفس ڈر کو بہت قبول کرتا ہے۔

لَعَلّ الَّذِیْ خَوَّفتِنَا مِنْ أمَا مِنَا
یُصَا دِفُہُ فِی اَہْلِہِ المُتَخَلِّفُ

ہو سکتا ہے کہ آگے آنیوالی جس موت سے تُو مجھے ڈرا رہی ہے اسے گھر میں پیچھے رہ جانے والا گھر ہی میں پالے گا۔

اِذَا قُلْتُ قَدْ جَاءَ الغِنٰی حَالَ دُوْنَہُ
اَبُو صِبْیَۃٍ یشکُو مَفَا قِرَ اَعْجف

جب میں کہتا ہوں کہ مال آ گیا تو اس کے درمیان بچوں کا وہ باپ حائل ہو جاتا ہے جو لاغر اور محتاجی کا شاکی ہوتا ہے۔

لَہُ خَلّۃٌ لَا یَدْ خُلُ الحَقُ دُوْنَہَا
کَرِیْمٌ اَصَابَتْہُ حَوَادِثُ تجرُفُ

اس کی ضرورت اتنی شدید ہے کہ دوسرے لوگوں کے واجبی حقوق درمیان میں حائل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ ایک شریف انسان ہے جسے حوادث نے تباہ کر رکھا ہے۔

اور یہ اشعار مرار فقعسی کے ہیں[48*]۔

آلَیْتُ لَا أخفِی اِذَا اللَّیْلُ جَنَّنِیْ

سَنَا النَّارُ عَنْ سَارٍ وَلَا مَتَنَوِّرٍ

میں نے قسم کھائی ہے کہ جب رات چھا جائے گی تو میں اپنی آگ کی روشنی کو رات کے چلنے والے اور دور سے دیکھنے والے سے چھپا کے نہ رکھوں گا۔

فَیَا موُ قِدِی نَارِیْ ارفَعا ھَا لَعَلَّھَا

تُضِیُ لِسَارٍ آخِرَ اللَّیْلِ مُقْتِرٍ

اے میری آگ کے جلانے والے ملازمو! اس کے شعلوں کو اور بلند کرو تا کہ یہ کسی رات کے آخر میں چلنے والے محتاج آدمی کے لیے آسانی پیدا کر سکے۔

وَمَا ذَا عَلَیْنَا اَنْ یُو اجِہَ نَارَنَا

کَرِیْمُ الْمُحَیَّا شَاحِبُ الْمُتَحَسَّرِ

ہمارا کیا حرج ہے اگر کوئی شریف چہرے والا جس کے جسم کا رنگ بدل چکا ہو ہماری آگ کے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے۔

اِذ قَالَ مَنْ اَنْتُمْ لِیَعْرِفَ اَھْلَھَا

رَفَعْتُ لَہٗ بِسَمِیْ وَلَمْ اَتَنَکَّرِ

جب وہ آگ والوں کو جاننے کے لیے کہتا ہے کہ تم کون ہو؟ تو میں اپنا نام بلند آواز سے کہتا ہوں اور میں کوئی اجنبی نہیں ہوں۔

فَبِتْنَا بِخَيْرٍ مِنْ كَرَامَةِ ضَيْفِنَا
وَ بِتْنَا نُهِّي طُعْمَهُ غَيْرَ مَيْسِرِ

چنانچہ مہمان کی تکریم میں ہم رات اچھی طرح گذار دیتے ہیں اور رات بھر اس کے لیے کھانا تیار کرتے رہتے ہیں بدون اس کے کہ اس کے ساتھ جوا کھیلیں۔

اور یزید ابن طریہ کے اشعار میں ہے کہ!

اِذَا اَرْسَلُوْنِي عند تَقْدِيْرِ حَاجَةٍ
أُمَارِسُ فِيْهَا كُنْتُ نِعمَ الْمُعَارِسُ

جب میری قوم مجھے کسی ایسی حاجت کا اندازہ لگانے کے لیے بھیجے جس کے معاملے میں مشتاق ہوں تو میں ان کے لیے واقعی عمدہ مشتاق ثابت ہوں گا۔

وَ نَفعَى نَفْعُالمُوْسِرِيْنَ و اِنَّمَا
سَوَامِي سَوَامُ الْمُقْتِرِيْنَ الْمُفَالِسِ

میں لوگوں کے لیے مالداروں کی طرح نفع رساں ہوں حالانکہ میرے جانور مفلس اور محتاج لوگوں جیسے ہیں۔

سخاوت کے بارے میں سوادۃ الیربوعی کے اشعار یہ ہیں!

اَلَا يَكَرَتْ مَيٌّ عَلَيَّ تَدُومُنِيُ
تَقُوْلُ اَلَا اَهْلَكْتَ مَنْ اَنْتَ عَائِلُهُ

اے مخاطب! میری بیوی میّہ صبح ہوتے ہی ملامت کرنے پہ اتر آئی وہ کہتی تھی کہ تُو نے اپنے اہل وعیال کو جن کا تُو کفیل ہے تباہ کر دیا ہے۔

ذَرِيْنِىْ فَاِنَّ البُخْلَ لَا يُخْلِدُ الفَتٰى
وَلَا يُهْلِكُ المَعْرُوْفُ مَنْ هُوَ فَاعِلُهٗ

میں نے کہا! مجھے اسی طرح رہنے دے کیونکہ نہ بخل انسان کو ہمیشہ کی زندگی عطا کرسکتا ہے اور نہ ہی احسان کرنے والے کو ہلاک ہونے سے بچاسکتا ہے۔

مقنع الکندی[49*] کچھ اشعار یہ ہیں

نَزَلَ المَشِيْبُ فَاَيْنَ تَذْهَبُ بَعْدَهٗ
وَقَدِ ارْعَوَيْتَ وَحَانَ مِنْكَ رَحِيْلُ

تجھ پہ بڑھاپا نازل ہوگیا ہے تو اس کے بعد تُو کہاں جائے گا، اور تُو راہ حق سے بھی ہٹ گیا ہے حالانکہ تیرے کوچ کا وقت آگیا ہے۔

كَانَ الشَّبَابُ خَفِيْفَةً اَيَّامُهُ
والشَّيْبُ مُحْمِلُهُ عَلَيَّ ثَقِيْلُ

میری جوانی کے ایام تو ہلکے پھلکے تھے، مگر یہ بڑھاپا تو میرے لیے بہت ہی گراں بار ثابت ہو رہا ہے۔

لَيْسَ العَطَاءُ مِنَ الفُضُولِ سَمَاحَةً
حَتّٰى تَجُودَ وَمَا لَدَيْكَ قَلِيْلُ

ضرورت سے زائد مال میں سے سخاوت کرنا تو کوئی سخاوت نہیں! بات تو تب ہے جب تیرے پاس مال بھی کم ہو اور تُو سخاوت کرے

اِنّی وَاِنْ لَمْ یَنَلْ ما نی مَدَی خُلُقی
فَیَّاضُ مَا مَلَکَتْ کَفَّایَ مِنْ مَالِ

میں وہ مال لوگوں کو دے دیا کرتا ہوں جو میرے قبضے میں ہو اگر چہ میرا مال کبھی بھی میرے فیاضانہ ذوق وشوق کی حد کو نہیں پہنچ سکا۔

لَا اَحِسُ المَالَ اِلاّ رَیْثَ اُتْلِفُہ
وَلَا تُغَیِّرُ نِیْ حَالٌ اِلَی حَالِ

میں اپنے لیے اپنے پاس صرف اسی قدر مال روک کر رکھتا ہوں جس قدر خرچ کر سکوں میری طبیعت کو ایک حالت دوسری حالت میں تبدیل نہیں کر سکتی۔

سخاوت کے ضمن میں عرب شعرا کا کلام اُن کے عمل کا غماز ہے۔اُن کی عادات کا عکس ہے۔اُن کے شب وروز کا بیان ہے، اُن کی آرزوؤں کا ثبوت ہے،ان کی دُعاؤں کا جواب ہے اور ہر اس سوال کا جواب ہے جو عربوں کے بارے میں کیا جائے ۔اور اِن اشعار سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کون سی صفاتِ محمودہ تھیں جنھیں حاصل کرنے کے وہ مشتاق تھے۔نیز اِن اشعار سے تمدن عرب کے اُن پہلوؤں پہ بھی روشنی پڑتی ہے جن کے بارے میں لوگوں کے مابین ابہام پایا جاتا ہے۔اور ان رسم ورواج کے بارے میں بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے جو سخاوت کے ضمن میں عربوں کے ہاں رائج تھے۔جیسا کہ اِن اشعار میں عربوں کی اُس آگ کا تذکرہ کیا گیا ہے جسے وہ نارِ ضیافت کہا کرتے تھے۔یہ وہ آگ ہے جو عرب کسی بلند چوٹی پہ روشن کیا کرتے تھے تا کہ صحرا میں بھولا کوئی مسافر اسے دیکھ لے تو ان کی طرف آئے اور اس کی ضیافت کی جائے۔یاد رہے کہ وہ اپنے مہمانوں کی ضیافت کے معاملے میں اتنے مشتاق تھے کہ آگ میں ایک قسم کی خوشبو کو بھی شامل کیا کرتے تھے تا کہ اگر کوئی اندھا مسافر ان کی راہوں سے گزرے اور ان کی آگ کو نہ دیکھ سکے تو خوشبو سونگھ کر ہی ان کے ڈیرے تک پہنچ جائے تا کہ اس کی ضیافت کی جا سکے۔

اہل عرب جانتے تھے کہ سخاوت صرف مال کے خرچ کر دینے کا نام نہیں بلکہ یہ تو درحقیقت انسان کی ایک طبعی کیفیت ہے جو اسے اپنا اندوختہ خرچ کرنے پر مجبور کرتی ہے اور" سخاوت " کی ضد " شح " ہے اور اندوختہ کو خرچ کرنے کو"

جود " کہتے ہیں اوراس کی ضد" **بخل** "ہے۔ان الفاظ کے اصل معنی یہی ہیں اگر چہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اس فرق کا پتہ یوں چلتا ہے کہ عربوں نے "**سخا اور شُخ**" سے جو اسم فاعل بنایا ہے وہ طبعی اور فطری افعال کے اسم فاعل کی طرح بنایا ہے، چنانچہ فعیل کے وزن پر "**شحیحٌ اور سخیٌ**" کہتے ہیں اور اس کے برخلاف جود اور بخل سے "**جوادٌ اور باخِلٌ**" کہتے ہیں۔اب اگر کوئی یہ کہے کہ بخیل پر وزن فعیل آیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مبالغے کی غرض سے اسے اپنے اصل وزن سے ہٹا کر فعیل کے وزن پر بولا گیا ہے جس طرح عرب "**رَاحِمٌ اور رَحِیمٌ**" کہتے ہیں چونکہ سخاوت ایک طبعی چیز ہے اس لیے یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفات میں استعمال نہیں ہوتا لہٰذا اللہ تعالیٰ کو سخی نہیں کہیں گے بلکہ ان کے لیے "**جَوَادٌ**" کا لفظ مناسب تصور ہوگا۔

عربوں کی سخاوت کے ضمن میں حضرت ہاشم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب رات کا کھانا تیار ہو جاتا تو وہ کسی مہمان کی تلاش میں نکل جاتے اگر اتفاق سے کوئی مہمان نہ ملتا تو وہ اپنے سامنے ایک پتھر رکھ لیتے اور مہمان کی جگہ اس کی تکریم کرتے کہ ایک لقمہ خود اٹھاتے اور ایک لقمہ اس پتھر کے پاس رکھ دیتے۔چنانچہ جب وہ کھانا کھا چکتے تو پتھر کے پاس جمع شدہ کھانا اٹھا کر اسے پہاڑ کی چوٹی تک لے جاتے تاکہ جنگل کے رہنے والے جانور اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔حضرت ہاشم کی سخاوت کے اور بھی بہت سے واقعات مقبول ہیں جنھیں ان کی جگہ پر پیش کیا جائے گا انشااللہ! عرب کے شعرا کا کلام جو ہم نے پیش ہے اس کی حیثیت اس ایک قطرے کی بھی نہیں ہے جو سمندر سے نکالا گیا ہو مگر چونکہ ان کا مکمل تذکرہ ممکن ہی نہ تھا اس لیے ہم نے یہاں اختصار سے کام لیا ہے۔متقدمینِ اہل لغت و ادب میں سے کسی نے عربوں کے مہمانوں کی ضیافت اور ان کی سخاوت کے متعلق عجیب وغریب واقعات بیان کیے ہیں اور سخاوت ہی کے ضمن میں عربوں کے ہاں کئی کتابیں مدون کی گئیں ہیں جنھیں اس موضوع کے متعلق مزید علم کی چاہت وہ ان سے رجوع کر سکتا ہے۔

یادرہے کہ ہم نے اس کتاب میں سخاوت کے ضمن میں جو اشعار نقل کیے ہیں یہ وہ اشعار ہیں جن کی روایت عربوں کے مورخ ابوتمام نے حماسہ میں کی ہے اس لیے ہم نے ان اشعار کی تشریح کرنے کی طرف خاص توجہ نہیں کی بلکہ صرف ترجے پہ اکتفاء کیا ہے اس لیے کہ حماسہ کی بہت سی شرحیں مرتب کی جا چکی ہیں لہٰذا اگر ان اشعار کے سلسلے میں کسی کو کوئی اشکال پیش آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ ان شارحین کی طرف اپنی توجہ مبذول کرے کیونکہ یہ مقام اس بات کا متقاضی نہ تھا کہ ہم ان اشعار کے پس منظر میں کھو جاتے اور اپنے اصل مقصد سے دور ہٹ جاتے۔عرب معاشرہ اپنے معاصر معاشروں سے الگ پہچان رکھتا تھا اور اس کے رسم ورواج بھی متمدن دنیا سے قدرے ہٹ کے تھے مگر جب نگاہ عمیق سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اخلاقی قدریں الہامی اور فطری بنیادوں پر استوار تھیں چونکہ وہ خود کو دین ابراہیمؑ کا پیرو جانتے تھے اس لیے باوجود جہالت اور شرک کے ان میں اب بھی بعض وہ اوصاف باقی تھے جن کو سراسر خیر قرار دیا جاسکتا ہے اور

ان کی اخلاقی حالت بھی دوسری اقوام سے بہت بلند تھی جس کا ثبوت عرب کے شعرا کے ہاں بخوبی محسوس کیا جا سکتا ہے۔

حاتم طائی

حاتم طائی کو کون نہیں جانتا اس کی سخاوت کے قصے مغرب و مشرق میں معروف ہیں اور عرب انھیں حاتم بن عبداللہ بن سعد بن الحشرج بن امراؤالقیس بن عدی بن احزم الطائی کے نام سے جانتے ہیں۔حاتم عربوں کا مشہور سخی اور بلند پایہ شاعر تھا۔اس کی کنیت ابوعدی اور ابوسفانہ تھی۔اس کے بیٹے عدی نے اسلام کا عہد پایا اور اسلام کی دولت سے اپنے دامن کو سنوارا۔انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات بھی کی ہے اور وہ متعدد احادیث کے راوی بھی ہیں۔امام احمد نے اپنی مسند میں حاتم کے بیٹے عدی سے روایت کی ہے کہ!

''حاتم بن عدیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا؛ یا رسول اللہ میرا باپ صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور فلاں فلاں (سخاوت) اور بھلائی کے کام کیا کرتا تھا کیا اس کا اجر اس کو ملے گا تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا؛ تیرے باپ نے ایک بات چاہی اور اسے حاصل کرلیا آپ کی مراد شہرت سے تھی''

فتح مکہ کے بعد جب نبی اکرم ﷺ کے لشکر عربوں کو مرعوب کرنے میں مصروف تھے تو اس دوران حاتم طائی کی بیٹی سفانہ کو گرفتار کرکے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو سفانہ نے کہا:

میرا والد مر گیا ہے اور میں یتیم ہوں میرے مددگار غائب ہوگئے ہیں میرا باپ اپنی قوم کا سردار تھا، وہ قیدیوں کو چھڑایا کرتا تھا اور جن امور کی حفاظت اس کے ذمے ہوا کرتی وہ ان کا احساس کرتا تھا، وہ مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کیا کرتا تھا، وہ کھانا کھلایا کرتا تھا اور بہت فراخ دست تھا، وہ امن وسلامتی کو رواج دیتا تھا، اور کوئی حاجت مند ایسا نہ ہوگا جو اس کے در سے خالی گیا ہو اگر آپ ﷺ مناسب سمجھیں تو عربوں کو میری مصیبت پہ خوش نہ ہونے دیں اور مجھے رہا کردیں کیونکہ میں حاتم الطائی کی بیٹی ہوں۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے لڑکی! تُو نے اپنے باپ کی جو صفات گنوائی ہیں یہ تو مومن کی صفات ہیں اگر تمھارا باپ ہمارے عہد میں پیدا ہوتا تو ہم یقیناً اس کے لیے دعائے خیر کرتے''۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اسے رہا کردیا جائے کیونکہ اس کا باپ مکارم اخلاق سے محبت کرتا تھا۔

ابن الاعرابی نے حاتم کے متعلق بیان کیا ہے کہ حاتم زمانہ جاہلیت کے شعرا میں سے تھا اور بلا کا سخی تھا۔چنانچہ اس کی سخاوت اس کے شعروں کے ساتھ پوری مطابقت رکھتی تھی اور اس کا فعل اس کے قول کی

تصدیق کرتا تھا۔ وہ جہاں کہیں بھی اترتا اس کی فردگاہ لوگوں میں مقبول ہو جاتی تھی۔ وہ شہ سوار بھی تھا جب بھی لڑا تو دشمن پہ غالب آیا لڑائیوں کے بعد حاصل ہونے والا مال غنیمت وہ اسی وقت لٹا دیا کرتا تھا اور وہ لوگوں کو قید بھی نہ کیا کرتا تھا بلکہ ان کو اسی وقت رہا کر دیا کرتا تھا۔ جوا کھیلتا تو جیت جاتا اور جیتا ہوا سارا مال وہیں کے لوگوں میں تقسیم کر دیتا۔ وہ رجب کے چاند کو دیکھ کر دس اونٹ ذبح کیا کرتا تھا اور لوگ اس کے ڈیرے پر جمع ہو جاتے اور ان اونٹوں کا گوشت کھاتے رہتے جو حاتم نے ذبح کیے ہوتے۔ اس نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ کسی کے اکلوتے بیٹے کو قتل نہیں کرے گا۔

حاتم ابھی بچہ ہی تھا جب اس سے سخاوت کا ظہور ہوا واقعہ کچھ یوں ہے کہ حاتم کا باپ اسے اونٹ چرانے کے لیے جنگل میں چھوڑ گیا''۔

تب حاتم کے پاس شعرا کی ایک جماعت آئی جن میں عربوں کے مشہور شعراء شامل تھے''۔

ان میں نابغہ ذبیانی، عبید بن ابرص اور بشر بن ابی حازم شامل تھے''۔

یہ لوگ حیرہ کے بادشاہ نعمان بن المنذر کے پاس سے واپس آ رہے تھے''۔

انھوں نے حاتم سے کھانا مانگا!

حاتم اگرچہ ان لوگوں کو نہیں جانتا تھا تب بھی اس نے کہا''۔

غالباً تم لوگوں نے میرے اونٹوں کی وجہ سے مجھے پکارا ہے''۔

تو اتر آؤ!

حاتم نے ان میں سے ہر آدمی کے لیے ایک ایک اونٹ ذبح کر دیا''۔

اور ان کی خوب ضیافت کی''۔

جب وہ کھانا کھا چکے تو حاتم نے اُن سے اِن کے نام پوچھے''۔

جب اس نے جانا کہ وہ عربوں کے نامور لوگ ہیں تو اس نے اپنا باقی ماندہ مال بھی ان میں تقسیم کر دیا''۔

جب حاتم کا باپ واپس آیا تو اس نے حاتم سے اپنے اموال کے بارے میں پوچھا؟

تو حاتم نے جواب دیا''۔

جس طرح کبوتر کی گردن کا طوق دائمی ہے اسی طرح میں نے ابدی بزرگی کا ہار تمھارے گلے میں ڈال دیا ہے''۔

پھر اس نے اپنے باپ سے سارا واقعہ کہہ سنایا''۔

باپ نے اسے ملامت کی اس کو اپنے گھر سے نکال دیا''۔

حاتم اب ویرانوں میں گھومتا تھا اور لوگوں کی بھلائی کے کام کرتا تھا''۔

اور حاتم کی سخاوت کے بہت سے واقعات ہیں جو مورخین نے بیان کیے ہیں حاتم کی بیوی ماویہ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ سخت قحط پڑا تھا پورے قبیلے کے مال مویشی تباہ ہو چکے تھے وہ قحط کی ایک سرد طویل اور سخت ترین رات تھی اور اس سے پہلے

گزری رات کو بھی ہمارے پیٹ خالی رہے تھے۔دور دور تک خشک سالی تھی اور کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔اس رات بچوں نے بھوک کے مارے رونا شروع کر دیا تھا۔حاتم نے عدی کو سنبھالا اور میں نے سفانہ کی دل جوئی کی کہ کسی طرح وہ سو جائیں ۔آخر بچے سو گئے اور حاتم مجھ سے باتیں کرنے لگا تا کہ میرا دل بھی بہلا رہے تب مجھے اس کی تکلیف پہ رحم آ گیا اور میں نے اس سے باتیں کرنی بند کر دیں تا کہ وہ سمجھے کہ میں بھی سو گئی ہوں مگر پیٹ میں بھوک کا درد تھا ایسے میں بھلا کوئی کیسے سو سکتا ہے پھر اس نے مجھے آواز دے کر پوچھا کہ میں سو گئی ہوں''۔

تو میں چپ ہی رہی تا کہ وہ جانے کہ میں سو چکی ہوں''۔

اس کے بعد حاتم نے مجھے نہ پکارا''۔

وہ بھی چپ ہو گیا اور لیٹ رہا حالانکہ میں جانتی تھی کہ وہ جاگ رہا ہے''۔

پھر خیمے کے باہر یوں محسوس ہوا کہ وہاں کوئی کھڑا ہے''۔

کچھ دیر بعد کسی نے حاتم کو آواز دی اور حاتم اٹھ کر باہر چلا گیا''۔

باہر ایک جوان عورت کھڑی تھی''۔

جو حاتم سے باتیں کر رہی تھی''۔

میں نے بھی ان کی باتوں پہ کان لگا دیئے''۔

عوت کہہ رہی تھی''۔

اے ابوسفانہ! میں اپنے بھوک سے بلکتے بچوں کے پاس سے آئی ہوں تا کہ تجھ سے مدد کا سوال کر سکوں''۔

حاتم نے اس سے کوئی تعرض نہ کیا نہ کوئی بہانہ کیا اور نہ اسے ٹالنے کی کوشش کی بلکہ اسے کہا''۔

کہ وہ اپنے بچوں کو لے آئے میں ان کا پیٹ ضرور بھروں گا''۔

میں حاتم کی بات پہ حیران رہ گئی''۔

میں جلدی سے حاتم کے پاس آئی اور اس سے کہا:

خدا کی قسم تمھارے خود کے بچے تو دلاسے کے سہارے خالی پیٹ سو گئے ہیں اور تُو نے لوگوں کو ضیافت کے لیے بلا لیا ہے''۔

حاتم نے مجھے کوئی جواب نہ دیا''۔

میں نے دیکھا کہ اس نے آگ جلانی شروع کر دی ہے''۔

آگ جلانے کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہا اپنے بچوں کو بھی جگا لو''۔

اس کے بعد اس نے چھری لی اور اپنی سواری کے گھوڑے کو ذبح کر دیا اگر چہ وہ اس سے محبت کرتا تھا''۔

اس نے مجھے کہا:

گوشت بھونتی جاؤ اور اس کے اور اپنے بچوں کو کھلاتی جاؤ''۔

پھراس نے کہا:

خدا کی قسم!یہ تو کمینہ پن ہے کہ ہمارے بچے تو گوشت کھائیں اور بنی طے کے بچے بھوکے پیٹ سور ہیں"۔

پھراس نے بنی طے کے ایک ایک خیمے پر دستک دی اوران سے کہا!

کھانا کھانے کے لیے حاتم کے ڈیرے پر پہنچو!

چنانچہ سب نبی طے خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے اکھٹے ہوکر آ گئے اور حاتم کے محبوب گھوڑے کا گوشت کھایا"۔

مگر خود حاتم کمبل لے کر ایک طرف لیٹ رہا اور اس نے گوشت کا ایک لقمہ تک نہ لیا تا آنکہ گھوڑے کا گوشت ختم ہو گیا[49*] "۔

اور حاتم کی سخاوت کے بہت سے واقعات ہیں جو مورخین نے محفوظ رکھے ہم تو صرف انتخاب پیش کررہے ہیں اب ہم حاتم کی سخاوت کا وہ واقعہ پیش کرتے ہیں جس میں اس نے مرنے کے بعد کچھ لوگوں کی ضیافت کی تھی ہم اسے میدانی[50*] کے حوالے سے یہاں نقل کررہے ہیں اگرچہ اس کا تذکرہ محمود شکری آلوسی نے بلوغ الارب میں اور شہاب الدین احمد المعروف ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں بھی کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کے آزاد کردہ غلام محرز نے بیان کیا کہ قبیلہ قیس کے کچھ لوگ حاتم کی قبر پہ اترے"۔

اوراس قبر کے قریب رات گذارنے کے لیے ٹھہر گئے"۔

اوران کے پاس اس وقت کھانے کو کچھ بھی نہ تھا"۔

چنانچہ وہ یونہی لیٹ گئے"۔

پھران میں سے ایک شخص جس کا نام ابوالخیبری تھا اٹھا!

اوراس نے حاتم کی قبر کوایڑی سے مارنا شروع کیا"۔

اس کے ساتھی حیرت سے اس کام کو دیکھ رہے تھے"۔

ابوالخیبری نے حاتم کو پکارا اوراس سے کہا!

اے حاتم!ہماری ضیافت کر!

ابوالخیبری کے ایک ساتھی نے اس سے کہا:

ارے او کمبخت!تو ایک مرے ہوئے انسان کے پیچھے کیوں پڑگیا ہے"۔

ابوالخیبری نے اسے جواب دیا"۔

اس لیے کہ قبیلہ طے کا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی حاتم کی قبر پہ بھی آ کر اس سے کھانا طلب کرے تو وہ اس کو کھانا دیتا ہے"۔

اس لیے میں تو ان کے دعویٰ کی پرکھ کررہا تھا"۔

اس کے بعد رات چھا گئی اور وہ لوگ سو گئے"۔

ابھی کچھ ہی رات گزری تھی کہ ابوالخیبری گھبرا کر اٹھ بیٹھا:

اور پکارا! ہائے میری سواری"۔

اس کا شور سُن کر اس کے ساتھی بھی جاگ اٹھے اور اس سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟

اس نے پھر کہا!

ہائے میری سواری"۔

کیا تیری سواری بھاگ گئی ہے"۔

ابوالخیبری کے ساتھیوں نے اس سے سوال کیا؟

نہیں!

ابوالخیبری نے جواب دیا"۔

بلکہ حاتم ابھی میرے خواب میں آیا تھا اور اس نے میری آنکھوں کے سامنے میرے اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں"۔

وہ اٹھ کر اپنے اونٹوں کی طرف بھاگے اور انھوں نے دیکھا!

کہ ابوالخیبر کے اونٹ کی ٹانگ کٹی ہوئی تھی اور اس سے خون بہہ رہا تھا"۔

ابوالخیبری نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ حاتم نے اس کے اونٹ کی ٹانگ پر تلوار سے وار کیا اور پھر یہ اشعار پڑھے جو مجھے ابھی تک یاد ہیں"۔

پھر اس نے زیرلب شعر دہرائے اور انھیں اپنے ساتھیوں کے سامنے پیش کیا!

ابوالخیبری کے ساتھی حیران تھے اور ابوالخیبری حاتم کے شعر پڑھ رہا تھا"۔

اَبَا الخَیْبَرِیِّ وَاَنْتَ امْرُؤٌ

ظَلُوْمُ العَشِیْرَۃِ شَتَّامُھَا

اے ابوالخبیری! تُو ایسا انسان ہے جو اپنے قبیلے پر بہت ظلم کرے اور اسے بہت گالیاں دے۔

أَتَيْتَ بِصَحْبِكَ تَبْغِي القِرَى
لَدَى حُفْرَةٍ قَدْ صَدَتْ هَا مُهَا

اور تُو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ضیافت کا طالب ہو کر اس قبر پر آیا ہے جس کا حام صدی بن چکا ہے۔

أَ تَبْغِي لِيَ الذَّمَّ عِندَ المَبِيْتِ
وَ حَوْلِكَ طَيٌّ وَ انعَا مُهَا

کیا رات گزارنے کے وقت تو یہ چاہتا ہے کہ میری مذمت کی جائے حالانکہ تمھارے گرد قبیلہ طے اور ان کے چوپائے موجود ہیں۔

فأنَا لَنُشْبِعُ أَ ضيافَنَا
وَنَأتِيْ المَطِيُّ فَنَعْتَا مُهَا

ہم اپنے مہمانوں کو پیٹ بھر کر کھلاتے ہیں اور جب سواریاں آتی ہیں تو ہم ان میں سے بہترین کو چُن لیتے ہیں۔

اب جب کہ حاتم ان کے اونٹنی کی کونچیں کاٹ گیا تھا اور وہ سواری کے قابل نہ رہی تھی تو ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اس کو ذبح کریں اور اس کو بھون کر کھائیں۔ چنانچہ انھوں نے اس اونٹنی کو ذبح کیا اور اسے بھون کر کھانے لگے۔اس پران کے ایک ساتھی نے کہا کہ حاتم نے اپنی زندگی میں بھی اس کی ضیافت کی تھی اور اب مرنے کے بعد بھی اس نے ہماری خوب ضیافت کی ہے۔ چنانچہ اپنے ہی اونٹ کا گوشت کھا کر وہ سو رہے اور اگلی صبح وہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ابوالخیبری کے ایک ساتھی نے اسے اپنے اونٹ پر سوار کر لیا تھا پھر انھیں دور سے آتا ایک سوار دکھائی دیا جب وہ ان کے کچھ قریب آیا"۔

تب انھوں نے جانا کہ وہ ایک شتر سوار ہے“۔

ایک اونٹ پر وہ خود سوار تھا اور ایک اونٹ کی مہار اس نے اپنے ہاتھ میں تھام رکھی تھی“۔

جب وہ ان کے قریب پہنچا“۔

تو اس نے ابوالخیبری اور ان کے ساتھیوں کو پکارا!

تم میں سے کوئی ابوالخیبری نام کا آدمی بھی ہے“۔

انھوں نے جواب دیا“۔

یہ ابوالخیبری ہے“۔

اس نے کہا!

میرا نام عدی بن حاتم ہے“۔

رات کو میرا باپ میرے خواب میں آیا تھا“۔

اور اس نے مجھے بتایا کہ اس نے تمھاری ضیافت تمھارا ہی اونٹ سے ذبح کر دیا ہے“۔

اس لیے تم نکلو اور ان کو اونٹ پہنچاؤ“۔

ابوالخیبری اور اس کے ساتھی شدید حیرت میں تھے“۔

پھر عدی بن حاتم نے ایک اونٹ ابوالخیبری کو دیا“۔

اور وہاں سے روانہ ہو گیا“۔

اور ابوالخیبری اور اس کے ساتھی جان گئے کہ حاتم کے متعلق بنوطے کا دعویٰ درست ہی تھا“۔

پھر عربوں کے ایک شاعر [51*] نے حاتم کی اس سخاوت کو نظم کیا اور اس کی مدح میں قصیدہ کہا جس کے چند اشعار یہاں پیش کیے جارہے ہیں۔

أَبُوكَ أَبُو سَفَّانَةَ الْخَيْرِ لَمْ يَزَلْ
لَدُنْ شَبَّ حَتَّى مَاتَ فِي الْخَيْرِ رَاغِبَا

تمھارا باپ ابو سفانہ نیک کام کرنے والا شخص تھا وہ اوائل عمری سے لے کر بڑھاپے تک نیکی ہی کی طرف مائل رہا۔

بِہٖ تُضرَبُ الاَمثَالُ فِی الشِعرِ مَیّتًا
وَکَانَ لَہُ اِذْ ذَاكَ حَیًّا مصاحِبَا

اور ہمارے ہاں اس کے مرنے کے بعد بھی لوگ شعروں میں اس کی مثال دیتے ہیں اور وہ تو اپنی زندگی میں بھی اشعار کا ساتھی تھا اور مرنے کے بعد بھی اس کی مدح شعروں ہی میں کی گئی ہے۔

قَرَی قَبْرُہُ الاَضیَافَ اِذ نَزَلُوا بِہٖ
وَلَمْ یَقرِ قَبْرٌ قَبْلَہُ الدَّھرَ رَاکِبَا

اور اس کی قبر نے بھی تو مہمانوں کی ضیافت کی ہے جب وہ اس کے پاس اترے تھے اور اس سے پہلے تو کسی قبر نے کسی اترنے والے کی کبھی ضیافت نہیں کی۔

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے حاتم عربوں کا سب سے بڑا سخی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑا شاعر بھی تھا۔حاتم طائی کے اشعار بہت ہیں اور جنھیں بلاغت میں بلند مقام حاصل تھا اس کے کچھ اشعار تو وہ ہیں جس میں اس نے اپنی بیوی کو مخاطب کیا ہے اور اس کے باپ کی مدح کی ہے اِس نے اُس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے دو چادروں والے کی بیٹی میری بات سُن۔

أَیَا ابْنَۃَ عَبْدِاللّٰہِ وَابْنَۃَ مَالِكٍ
وَیَا ابْنَۃَ ذِی البُرْدَیْنِ وَالفَرَسِ الوَرْدِ

اے عبداللہ اور مالک کی بیٹی! دو چادروں والے اور سرخ رنگ کے گھوڑے والے کی بیٹی میری بات سُن۔

اِذَا مَا صنَعُتِ الزَّادَ فَالتَمِسِي لَہ‘
أَكِيُلاً فَإِنِّى لَسُتُ آكِلَہ‘ وَاحِدِیُ

جب تو کھانا تیار کرے تو اس کے لیے کھانے والا ساتھی بھی تلاش کر کیونکہ تُو جانتی ہے کہ میں اکیلا کھانا نہیں کھا سکتا۔

اَخاً طَارِقًا اَوُ جَارَ بَيُتٍ فَإِنِنِیُ
أَخَافُ مَذَمَّاتِ الأحَادِيثِ مِن بَعُدِیُ

یا کوئی رات کو آنے والا بھائی ہو یا گھر کا پڑوسی۔ میں ڈرتا ہوں کہ مرنے کے بعد لوگ میری مذمت نہ کریں۔

وَ أنِیّ لَعَبُدُ الضَّيُفِ مَادَامَ ثَاوِيًا
وَمَا فِیّ اِلَّا تِلُكَ مِنُ شِيُمَةِ الُعَبُدِ

جب تک کوئی مہمان میرے یہاں مقیم رہے میں اس کا غلام بنا رہتا ہوں اس ایک خصلت کے سوا مجھ میں غلاموں کی سی کوئی اور خصلت نہیں پائی جاتی۔

اور دو چادروں والے سے حاتم کی مراد عامر بن احمیر بن بہدلہ سے تھی جس کا لقب ''ذولبردین'' تھا اور عامر بن احمیر کے اس لقب سے مقلب ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ایک بار منذر بن ماء السماء کے ہاں عربوں کے کئی وفد جمع تھے۔ منذر جو حیرہ کا بادشاہ تھا اس کا ذکر اس سے قبل بھی گزر چکا ہے۔ منذر کے باپ کا نام امراؤالقیس تھا اور اس کو جو منذر ماء السماء کہا جاتا تھا تو کئی مورخین نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ماء السماء دراصل اس کی والدہ کا

نام تھا جس کی طرف وہ اس کی بزرگی اور شرافت کی وجہ سے خود کو منسوب کرتا تھا اور بعض نے لکھا ہے کہ اس کی والدہ کو ماء السماء اس لیے کہا جاتا تھا کہ اس کا نسب پاک وصاف تھا اور بعض مورخین نے اس کی ایک عجیب و غریب وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ماء السماء کا رنگ بہت صاف تھا اتنا کہ جب وہ پانی پیتی تو وہ پانی اس کے گلے کی رگوں سے گزرتا ہوا نظر آتا تھا اس لیے اسے ماء السماء کہا جاتا تھا۔

چنانچہ ایک دن جب نعمان بن منذر کا دربار سجا ہوا تھا تو اس نے عربوں کو آزمانے کے لیے دو چادریں لیں اور ان سے کہا:

تم بہت سے عرب یہاں حاضر ہو!

یہ دو چادریں پڑی ہیں''۔

تم میں سے جس کا قبیلہ عربوں میں سب سے زیادہ عزت اور بزرگی والا ہو وہ اٹھے اور انھیں حاصل کر لے''۔

تو نعمان کی اس دعوت پر عامر بن احمیر نے اٹھنے میں ایک پل کی دیر بھی نہ لگائی اور اٹھ کر دونوں چادریں اٹھا لیں ''۔

اور وہیں پہ اس نے ایک چادر کو تہمند کے طور پہ باندھ لیا اور دوسری کو اپنے کندھوں پہ ڈال لیا''۔

اور باقی تمام عرب خاموشی سے بیٹھے رہے''۔

منذر اس بات پہ حیران تھا اس کا خیال تھا کہ عرب اس بزرگی اور عزت کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے الجھیں گے''۔

اس لیے اُس نے احمیر سے سوال کیا؟

کیا عرب بھر میں ایک تُو ہی ہے جو سب سے زیادہ عزت دار قبیلے سے تعلق رکھتا ہے عامر بن احمیر نے منذر کا سوال اطمینان سے سنا''۔

اور پھر اپنی چادر سنبھالتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا!

اس نے کہا''۔

عزت اور تعداد معد میں ہے، پھر نزار میں، پھر مضر میں، پھر خندف میں، پھر تمیم میں، پھر سعد میں، پھر کعب میں، پھر عوف میں، پھر بہدلہ میں اور جس کو میرے دعوے پہ اعتراض ہو وہ مجھ سے حسب ونسب میں یہیں مفاخرت کر لے''۔

مگر عرب خاموش رہے''۔

جس کا یہی مطلب تھا کہ سب اس کے دعوے کو قبول کرتے ہیں اور کسی کو اس کی بات پہ اعتراض نہیں''۔

منذر ایک بار پھر حیران ہوا''۔

اوراس نے عامر بن احمیر سے پوچھا؟

تو تمھارے خیال میں اس کا عزت کا حق دار تمھارا گھرانہ ہے"۔

اور تم اپنے قبیلے اور اپنی ذات میں کیسے ہو؟

عامر بن احمیر ایک بار پھر اپنی چادر سنبھالتا ہوا اٹھا"۔

اور بولا"۔

میں دس بیٹوں کا باپ ہوں، دس کا بھائی ہوں، دس کا خالو ہوں، دس کا پھوپھا ہوں، دس کا چچا ہوں، رہی میری ذات تو جو میری عزت کا گواہ ہے وہی میری ذات کا بھی گواہ ہے"۔

اس کے بعد وہ دو قدم آگے ہوا اور کہا"۔

میں جہاں قدم رکھ دوں مجھے کوئی وہاں سے ہٹا نہیں سکتا"۔

اور جو مجھے میری جگہ سے ہٹا دے میں اسے سو سرخ اونٹ دوں گا"۔

مگر عربوں میں سے کوئی بھی نہ اٹھا جو اس سے مقابلے کی خواہش رکھتا ہو"۔

لہٰذا نعمان بن منذر کے دربار سے عزت کی وہ دو چادریں اسے ہی حاصل ہوئیں جس کے بعد اس کا لقب ذی البردین (یعنی دو چادروں والا) پڑ گیا اور بعد کے لوگ اسے اسی نام سے جاننے لگے"۔

اور حاتم کے بہت سے اشعار ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں جن کا انتخاب ہم اپنے قارئین کے لیے پیش کر رہے ہیں تاکہ ہم اس کی سخاوت اور فیاضی کے کچھ اور واقعات سے آگاہ ہو سکیں۔

وَ عَاذِلَةٍ قَامَتْ عَلَيَّ تَلُوْمُنِيْ

كَأَنِّيْ اِذَا اَعْطَيْتُ مَا لِيْ أَضِيْمُهَا

ایک ملامت کرنے والی مجھے ملامت کرنے کے لیے اٹھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جب میں اپنا مال کسی کو دیتا ہوں تو گویا اس پر ظلم کرتا ہوں۔

أَعَاذِلُ اِنَّ الْجُوْدَ لَيْسَ بِمُهْلِكِيْ

وَلَا مُخْلِدِ النَّفْسَ الشَّحِيْحَةَ لُؤْمُهَا

اے ملامت کرنے والی مجھے میری سخاوت کبھی ہلاک نہ کرے گی مگر آدمی کا بخل اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔

وِ تُذْكَرُ اَخْلَاقُ الْفَتٰى وِعظَامُهٗ
مغَيَّبَةٌ فِیْ اللَّحْدِ بَالٍ رَمِيْمُهَا

انسان کے اعلیٰ اخلاق کا ذکر برابر ہوتا رہتا ہے حالانکہ اس کی ہڈیاں قبر میں غائب اور بوسیدہ ہو چکی ہو تی ہیں۔

وَمَنْ يَبْتَدِعُ مَا لَيْسَ مِنْ خِيمِ نَفْسِهِ
يَدَعْهُ وَ يَغْلِبْهُ عَلَى النَّفْسِ خِيْمُهَا

جو شخص کوئی ایسی نئی خصلت بنالے جو درحقیقت اس کی فطری خصلت نہ ہو تو وہ اس خصلت کو چھوڑ دے گا اور آخر اُس پہ اِس کی اصل اور فطری خصلت ہی غالب آجائے گی۔

اَكُفُّ يَدِیْ عَنْ اَنْ يَنَالَ الِمَا سُهَا
اَكُفُّ صِحَابِیْ حِيْنَ حَاجَتُنَا مَعَا

جب میری اور میرے ساتھی کی حاجت ایک ہی وقت میں ظہور پذیر ہو تو میں اپنے ہاتھ روک لیتا ہوں کہ کہیں وہ تلاش کرتے وقت میرے ساتھیوں کی ہتھیلیوں کو نہ لگے۔

أَبِيْتُ هَضِيْمَ الْكَشْحِ مُضْطَمِرَ الْحَشَا
مِنَ الْجُوْعِ اَخْشَى الذَّمَّ اَنْ اَتَضَلَّعَا

میں بھوک کی وجہ سے پتلی کمر اور پتلے پیٹ والا بن کر رات گذار دیتا ہوں اور مذمت کے ڈر سے پیٹ بھر کر نہیں کھاتا۔

وَ اِنِیْ لَاَ سْتَحِییْ رَفِیقِی اَن یَرَی
مَکَانَ یَدِی مِنْ جَانِبِ الزَّادِ اَقْرَعَا

مجھے اس بات کی وجہ سے بھی حیا آتی ہے کہ کہیں میرا ساتھی کھانے کی جانب سے میرے ہاتھ کی جگہ کو خالی نہ دیکھ لے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

وَاِنَّكَ مَهْمَا تُعْطِ بَطْنَكَ سُؤْلَهُ
وَفَرْجَكَ نَالَا مُنْتَهَى الذَّمِّ اَجْمَعَا

جب تو اپنے شکم اور جنس کو ان کی خواہش پر چھوڑ دے گا تو یہ دونوں انتہائی مذمت کریں گے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

أمَا وَ الَّذِی لَا یَعْلَمُ السِرَّ غَیْرُهُ
وَیُحْیِی العِظَامَ البِیْضَ وَھِیَ رَمِیْمُ

خبردار! قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی راز جاننے والا نہیں اور جو سفید ہڈیوں کو بوسیدہ ہونے کے بعد زندہ کرے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

لَقَدْ کُنْتُ اَخْتَارُ القِرَی طَاوِی الحَشَا
مُحَا فَظَةً مِنْ اَنْ یُقَالَ لَئِیْمُ

میں پیٹ سے بھوکا رہ کر ضیافت کرنے کو پسند کیا کرتا تھا اس ڈر سے کہ کہیں کوئی مجھے کمینہ اور بخیل نہ کہہ دے۔

۞۞۞۞۞۞۞۞

واَنّی لاَستَحِیُ یَمِیْنِیُ وَ بَیْنَھَا
وَبَیْنَ فَمِیُ دَاجِی الظّلَامِ بَھِیْمُ

میں تو اپنے دائیں ہاتھ سے اس بات پر شرماتا ہوں کہ کہیں میرے منہ اور اس کے درمیان سیاہ اور تاریک رات نہ ہو۔

وَ لَمَّا رَاَیْتُ النَّاسَ ھَرَّتْ کِلَابُھُمُ
ضَرَبْتُ بِسَیفِیُ سَاقَ اَفعٰسی فَخَرَّتِ

جب میں نے لوگوں کے کتوں کو بھونکتے دیکھا تو میں نے اپنی تلوار اپنی افعی نامی اونٹنی کی پنڈلی پر ماری اور وہ گر گئی۔

وقُلْتُ لاَصباءِ صِغَارِ وَ نِسْوَۃٍ
بِشَھَاءِ من لیلِ الثمانِین قَرَّتِ

اور پھر میں نے چھوٹے بچوں اور عورتوں کو قحط سالی کی تاریک رات میں جو ٹھنڈی تھی کہا۔

عَلَیْکُم مِنَ الشَّطّیْنِ کُلَّ وَرِیَّۃٍ
اِذَا النَّارُ مَسَّتْ جَانِبَیْھَا ارْمَعَلَّتِ

تم کوہان کی ایک طرف سے گوشت کے چربی والے ٹکڑے لے لو جب آگ ان پر اثر کرتی تو ان کی چربی پگھل کر بہنے لگی۔

وَلَا يُنْزِلُ الْمَرْءُ الكَرِيْمُ عِيَالَهُ
وَ أَضْيَافَهُ مَا سَاقَ مَالًا بِضَّرتِ

کوئی بھی سخی آدمی اپنے عیال اور مہمانوں کو جب تک کہ اس کے پاس مال موجود ہو مصیبت اور تنگی کی حالت میں نہیں رکھتا۔

وَلَا تَسْتُرِیْ قِدْرِی اِذَا مَا طَبَخْتِهَا
عَلَیَّ اِذَا مَا تَطْبُخِیْنَ حَرَامُ

جب تو ہنڈیا پکائے تو اسے چھپا کر نہ رکھ اگر تو ایسا کرے گی تو جو کچھ تو نے پکایا ہوگا وہ مجھ پہ حرام ہوگا۔

وَلٰکِنْ بِهٰذَاكِ الیَفَاعِ فَأَوْقِدِیْ
بِجَزْلٍ اِذَا اَوقَدْتِ لَا بِضِرَامِ

لیکن جب تو آگ جلائے تو اس ٹیلے پر بڑی موٹی لکڑیوں سے جلا نہ کہ چھوٹی لکڑیوں سے (کیونکہ وہ جلد بجھ جائیں گی اور ان سے زیادہ کھانا بھی نہ پک سکے گا)

وَ قَائِلَةٍ اَهلَكتَ بِالجُوْدِ مَا لَنَا
وَنَفْسَكَ حَتّٰى ضَرَّ نَفْسَكَ جُوْدُهَا

ایک کہنے والی (میری بیوی) مجھے کہتی ہے کہ تُو نے سخاوت سے ہمارے مال کو بھی اور اپنے آپ کو بھی تباہ کر دیا ہے یہاں تک کہ تمھاری سخاوت آخر تمھاری جان کو نقصان پہنچا کے رہی۔

فَقُلْتُ دَعِيْنِىْ اِنَّمَا تِلْكَ عَادَتِىْ
لِكُلِّ كَرِيْمٍ عَادَةٌ يَسْتَعِيْدُ هَا

میں نے اس سے کہا! مجھے اسی طرح رہنے دو یہ تو میری عادت ہے اور ہر شریف و سخی انسان کی ایک عادت ہوتی ہے جس پر وہ کاربند رہتا ہے۔

أَوْقَدْ فَاِنَّ اللَّيْلَ لَيْلٌ قَرٌّ
وَالرِّيْحُ يَا وَاقِدُ رِيْحٌ صِرٌّ

اے میرے غلام! آگ جلا کیونکہ رات ٹھنڈی ہے اور ہوا بھی چل رہی ہے۔آگ جلانے والے۔

عَلَّ يَرٰى نَارَكَ مَنْ يَمُرٌّ
اِنْ جَلَبَتْ ضَيْفًا فَاَنْتَ حُرٌ

ہوسکتا ہے کہ کوئی راہگیر تمھاری آگ کو دیکھ لے لہٰذا اگر یہ آگ کسی مہمان کو ادھر کھینچ کر لے آئی تو تُو آزاد ہے۔

أَمَاوِیَّ قَدْ طَالَ التَّجَنُّبُ والهَجْرُ
وَقَدْ عَذَرَتْنَا فِیْ طِلَابِكُمُ العُذْرُ

اے میری بیوی! ماویہ تمھاری علیحدگی اور جدائی نے طول پکڑا کہ تمھارے مطالبے کو پورا کرنے سے کئی ایک موانع آڑے آرہے ہیں

أمَاوِیّ اِنَّ المَالَ غادٍ وَ رِئح
وَیَبْقی مِنَ المَالِ الاٌحَادِیثُ وَالذِّکرُ

اے ماویہ! دولت تو آنی جانی شئے ہےاور دولت کی باتیں اور یاد باقی رہ جایا کرتی ہے مگر جب دولت سخاوت میں خرچ ہو تو اس کا ذکر باقی رہ جاتا ہے[52*]۔

اشاریه

*1

ابن لبید کے ان اشعار کو بلوغ الارب سے تحریر کیا گیا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلد چہارم ۔ ص 529)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*2

فن کتابت کے بارے میں یہ پیرہ تاریخ ابن خلدون سے درج کیا گیا۔

علامہ ابن خلدون تاریخ ابن خلدون (مقدمہ۔جلد اول)۔

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*3

اگر چہ عربی زبان کی مشہور لغات جیسے کہ قاموس وغیرہ میں بھی اہل عرب کی کتابت کے متعلق بکثرت اشارات پائے جاتے ہیں مگر ہم نے اس بیان کو امام صولی کی کتاب، کتاب الادب سے درج کیا ہے

امام صولی۔کتاب الادب۔ص 381

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*4

بنوایاد کے اس عرب قیدی کے اشعار ہم نے علامہ محمود شکری آلوسی کی کتاب بلوغ الارب سے درج کیے ہیں۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔بلوغ الارب (جلد چہارم۔ص 541)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*5

صحیفہ متلمس میں درج اس واقعے کے متعلق عربوں کے شاعر طرفہ بن عبید کے یہ اشعار ہم نے علامہ محمود شکری آلوسی کی کتاب بلوغ الارب سے درج کئے ہیں۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔ بلوغ الارب (جلد چہارم۔ ص541)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*6

عربوں کے مشہور شاعر ابونواس کے یہ اشعار ہم نے علامہ محمود شکری آلوسی کی کتاب بلوغ الارب سے درج کیے ہیں۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔ بلوغ الارب (جلد چہارم۔ ص550)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*7

زیاد الاعجم نے فرزدق کو یہ اشعار لکھے ہم نے انھیں بلوغ الارب سے تحریر کیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلد سوم ۔ ص 607)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*8

عبداللہ سلمٰی نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی مدح میں یہ اشعار کہے۔ انتخاب بلوغ الارب سے پیش کیا گیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلد سوم ۔ ص 608)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*9

یہ اشعار زبیر بن عبدالمطلب کے ہیں۔ ہم نے انھیں بلوغ الارب سے تحریر کیا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلد سوم ۔ ص 272)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*10

حضرت لبید ابن ربیعہ کی بیٹی کے یہ اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلدسوم ۔ ص 620)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*11

امراؤالقیس بن حجر الکندی کے حالات اور اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلدچہارم ۔ ص 16)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*12

امراؤالقیس بن حجر الکندی نے اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لینے کے بعد جو قصیدہ کہا اس سے انتخاب بلوغ الارب سے درج کیا گیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلدسوم ۔ ص 493)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*13

امراؤالقیس نے جوئے کے بارے میں بہت سے اشعار کہے ہم نے محض انتخاب پہ اکتفاء کیا ہے۔انتخاب بلوغ الارب سے کیا گیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلدسوم ۔ ص 555)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*14

زہیر بن اسلمی کے حالات زندگی اور اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلدچہارم ۔ ص 23)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*15

نابغہ ذبیانی کے کچھ حالات اور اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلدچہارم ۔ ص 27)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*16

اعشٰی کے حالات اور اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلد چہارم ۔ ص 86)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*17

حضرت لبید بن ربیعہ العامری کے حالات اور اشعار بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔ یادرہے کہ لبید ہی اہل عرب کے وہ واحد شاعر ہیں جن کی شعری رفعت کی بنا پہ عربوں نے اِن کو سجدہ کیا تھا۔ آخری عمر میں اللہ تعالٰی نے انھیں اسلام کی دولت سے نوازدیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلد چہارم ۔ ص 91)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*18

حضرت حسان بن ثابتؓ کو یہ منصب حاصل ہوا کہ وہ دربار نبوی کے شاعر تھے اور رسول اللہ ﷺ کی مدح کے منصب پہ فائز تھے نہایت قادرالکلام شاعر تھے۔ وہ اہل عرب سے رسول اللہ ﷺ کی مدافعت کرتے تھے اور اُن کے اشعار کا جواب دیتے تھے اُن کے کچھ حالات اور شعر بلوغ الارب سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلد چہارم ۔ ص 100)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*19

امیہ بن ابی الصلت کا شمار بھی اہل عرب کے صاحب دانش اور قادرالکلا شعرا میں کیا جاتا تھا۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ کا عہد مبارک پایا مگر اسلام کی دولت سے محروم رہا۔

علامہ محمود شکری آلوسی۔

بلوغ الارب (جلد چہارم ۔ ص 63)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*20

سبقت لے جانے والے گھوڑوں کے متعلق اشعار ابن عبدربہ کی کتاب العقد افرید سے تحریر کئے گئے۔

ابن عبدربہ (جلداول ؛ ص 117)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*21

عہدِ جاہلیت میں عربوں کے نامور گھوڑوں کے ضمن میں یہ اشعار بلوغ الارب سے منتخب کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ص 527)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*22

عہدِ جاہلیت میں عربوں کے نامور گھوڑوں کے ضمن میں یہ اشعار بلوغ الارب سے منتخب کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ص 531)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*23

یہ اشعار علامہ آلوسی کی کتاب بلوغ الارب جلد دوم سے درج کئے گئے

علامہ محمود شکری آلوسی

(جلد دوم ؛ ص 556)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*24

سراقہ بن مالک الکنانی کے یہ اشعار علامہ آلوسی کی کتاب بلوغ الارب جلد دوم سے درج کئے گئے

علامہ محمود شکری آلوسی

(جلد دوم ؛ ص 559)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*25

تاہم ''لسان العرب'' میں اس گھوڑے کے مالک کا نام عبدالقیس بیان کیا گیا ہے جسے ایک عرب سیرافی نے روایت کیا ہے۔

مولف؛ افتخار احمد افتخار

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*26

شادی کرانے والے گھوڑے هرواۃ کے بارے میں ابن لبید کے یہ اشعار بلوغ الارب جلد دوم سے تحریر کئے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(جلد دوم ؛ ص 563)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*27

اہل عرب کے مشہور شہ سواروں کے تذکرے کے ضمن میں اِن اشعار کا انتخاب بلوغ الارب سے کیا گیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ص 541)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*28

علامہ آلوسی کے علاوہ ان کا ذکر امام سہیلی نے روض الانف میں ابن عبدربہ نے العقد الفرید میں اور ابن درید نے کتاب الاشتقاق میں بھی کیا ہے۔

مؤلف; افتخار احمد افتخار

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

گھوڑوں والے حضرت زید الخیرؓ کے یہ اشعار بلوغ الارب جلد دوم سے تحریر کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ص 547)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*29

ابن درید نے کتاب الاشتقاق میں بیان کیا ہے کہ عربوں کی جنگ فیف الریح میں مہسر نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تھی۔

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*30

حضرت عمرو بن معدیکربؓ کے یہ اشعار بلوغ الارب جلد دوم سے تحریر کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ص 569)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*31

یہ اشعار علامہ آلوسی کی کتاب بلوغ الارب جلد دوم سے درج کئے گئے

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ص 561)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*32

ابن درید نے کتاب الاشتقاق میں بیان کیا ہے کہ عنترہ عبسی نبی اکرم ﷺ کی خدمت حاضر تو ضرور ہوا تھا مگر وہ اسلام نہ لایا۔

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*33

عربوں کے شجاع معاذ بن صرم کے یہ اشعار بلوغ الارب سے تحریر کیے گئے اگرچہ ابن عبدربہ نے بھی ''العقد الفرید'' میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ص 564)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*34

اشعار علامہ آلوسی کی کتاب بلوغ الارب جلد دوم سے درج کئے گئے

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد دوم ص 569)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*35

حضرت امیہ بن حرثان اور کلاب بن امیہ کا یہ واقعہ بلوغ الارب سے درج کیا گیا۔اشعار بھی بلوغ الارب سے منتخب کیے گئے ہیں۔

بلوغ الارب (جلد دوم ص 577)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*36

عربوں کے شہ سوار بشامہ بن حزن (قبیلہ بنو نہشل) کے اِن اشعار کو بلوغ الارب سے منتخب کیا گیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلددوم ص 592)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*37

اس سلسلے میں ابوعبیدہ کی کتاب ''مقاتل الفرسان'' بہت مفید ہے جس میں انہوں نے سینکڑوں عرب شہ سواروں کے حالات بیان کئے ہیں۔

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*38

درید بن الصمہ کے یہ اشعار بلوغ الارب سے منتخب کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلداول ص 327)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*39

ربعیہ بن مقدم کی بیوی کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلداول ص 327)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*40

زید الفوارس کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلداول ص 333)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*41

شنفری الحارثی کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلداول ص 333)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*42

باپ کا اکٹا سر دیکھ کر ورقا بن زہیر نے یہ اشعار کہے۔ بلوغ الارب سے درج کیے جا رہے ہیں۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلداول ص 339)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*43

مجمع بن ہلال بن خالد کے یہ اشعار بلوغ الارب سے درج کیے گئے۔

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلداول ص 353)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*44

سخاوت کے ضمن میں عرب شعرا کے کلام سے یہ انتخاب بلوغ الارب سے درج کیا گیا۔

علامہ محمود شکری آلوسی

(بلوغ الارب جلداول)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*45

شریح بن الاحوص عربوں کا جاہلی شاعر تھا وہ ان کا سردار شہسوار اور سخی تھا اور عہدِ جاہلیت میں اسے سادات میں شمار کیا جاتا تھا عربوں کی مشہور جنگ رحرحان الثانی میں اس کا باپ ہی بنی عامر کا رئیس تھا اور اس دن عامر بنی صعصعہ نے بنی تمیم پر غلبہ پایا تھا۔

علامہ محمود شکری آلوسی کی کتاب بلوغ الارب (جلداول ص ۱۳۴)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*46

مثلم بن ریاح المری عرب کے جاہلی شعرا میں سے تھا ان نے حباشہ کو حارث بن ظالم کی پناہ میں قتل کر دیا تھا اور پھر بھاگ کر حصین بن حمام المری کے ہاں پناہ لی حصین نے نہ صرف اس کو پناہ دی بلکہ اس کی طرف مقتول حباشہ کے وارثوں کو دیت بھی ادا کی۔

اس کے مزید اشعار کے لیے ملاحظہ ہو

(حماسہ ؛ ۳۱۵)

علامہ محمود شکری آلوسی بلوغ الارب (جلداول ؛ ص ۱۲۰)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*47

ارطاۃ اسلامی عہد کا شاعر ہے حضرت معاویہؓ کا عہد حکومت پایا اور سلیمان کے عہد تک زندہ رہا تاہم ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ اس نے جاہلی عہد بھی دیکھا تھا اور معمرین میں سے تھا۔

(ابن حجر ؛اصابہ)

(شرح امالی ؛ ۲۹۹ ؛ ۶۳۰)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*48

عربوں میں مرار نام کے شعرا کی کافی تعداد پائی جاتی ہے جن کو ہم جانتے ہیں ان کے نام درج کیۓ دیتے ہیں، مرار فقعسی ،مرار عدوی، مرار عجلی، مرار طائی، مرار شیبانی، مرار کلبی، مرار حرشی، مرار بن سعید، اوراسی کی کنیت ابوحسان ہے۔

مرار عہد اسلامی کا شاعر تھا (شرح امالی ؛ ۲۳۱)

اس کے مزید اشعار کے لیے ملاحظہ ہو (حماسہ ؛ ۳۲۹)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*49

علامہ ابن عبدربہ جن کا پورا نام شہاب الدین احمد بن محمد بن عبداللہ ہے انہوں نے اپنی کتاب ''العقد الفرید'' میں اس واقعہ کو کسی اور طرح بیان کیا ہے جس کو اشتیاق ہو اس واقعہ کو وہاں سے بھی دیکھ لے ہم نے اس واقعہ کو میدانی کی مجمع الامثال کے مطابق بیان کیا ہے ابن عبدربہ نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں ان کا انتقال 81 سال کی عمر میں ۳۲۷ھ میں ہوا۔

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*50

میدانی کے کافی حوالے اوپر گذر چکے ہیں اس کا اصل نام ابوالفضل احمد بن محمد المیدانی نیشاپوری ہے۔قرآن کا مفسر واحدی میدانی کا شاگرد تھا میدانی نے لغت کی کئی کتابیں لکھیں ہیں جن میں کتاب الامثال اور کتاب السامی شامل ہیں انہوں نے عربوں کی تاریخ بھی لکھی ہے انہوں نے ۵۱۸ ھ میں نیشاپور میں وفات پائی اور باب میدان زیاد میں دفن ہوئے یاد رہے کہ میدان زیاد نیشاپور کے ایک محلے کا نام ہے جس کی طرف المیدانی منسوب ہوتے ہیں

مجمع الامثال (احمد بن محمد المیدانی)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*51

شاعر نے دراصل یہ اشعار حاتم طائی کی وفات کے بہت بعد اس کے بیٹے حضرت عدی بن حاتمؓ کی مدح میں کہے تھے شاعر کا نام ابودارۃ الغطفانی بیان کیا گیا ہے

علامہ محمود شکری آلوسی بلوغ الارب (جلد اول ؛ ص ۱۵۷)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

*52

حاتم کی سخاوت کے حوالے سے اشعار کا انتخاب بلوغ الارب سے کیا گیا

علامہ محمود شکری آلوسی

بلوغ الارب (جلد اول ؛ ص ۱۶۵)

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦